فہرست مضامین کنزالانوار ترجمہ عقل بیدار

تعارف

مصنّف اور تصنیف

مصنّفِ کتاب قدوۃ السالکین، بُرہان الواصلین، مقتدائے کاملین حضرت سُلطان العارفین سُلطان باہو قدس سِرّہُ العزیز تحصیل شورکوٹ ضلع جھنگ سے تعلق رکھتے تھے۔ آنحضرت کی ولادت باسعادت ۱۰۳۹ھ میں تحصیل مذکورہ میں ہُوئی۔ والدِ گرامی کا نامِ نامی حضرت مُحمّد بازید رحمۃ اللہ علیہ تھا، جو حافظِ قرآن، صالح، متشرع اور فقیہہ مسئلہ دان تھے اور والدۂ معززہ کا نام حضرت بی بی راستی صاحبہ رحمۃُ اللہ علیہا تھا۔ جو عارفۂ کاملہ، پاک بطنی اور پاک باطنی سے آراستہ صالحہ تھیں۔ آنحضرت نے آپ کی راستی کا اپنی تصانیف میں جابجا ذِکر فرمایا ہے اور قارئین نے حضرت سُلطان العارفینؒ کو اپنی والدہ ماجدہ کا اکثر شکرگزار اور احسانمند پایا ہے۔ اس لیے کہ اُنھوں نے الہامِ غیبیہ کے مطابق آپ کو باہُو کے پُرمفہوم اسم سے موسوم کیا اور یہ محبُوبِ ربّانی جس نام کا حقدار تھا، اُسے اسی نام سے ہمکنار کیا۔ اس ممنونیت کا اظہار آپکی کُتب میں جابجا آپ کے اشعار سے بھی آشکار ہے۔ فرمایا کہ:

رحمتِ حق بر روانِ راستی　　　باد کہ نام من باہُوؒ نہاد

یعنی مائی راستی صاحبہؒ کی رُوح پر اللہ تعالیٰ کی رحمت ہو کہ اُنھوں نے ہمارا نام باہُو رکھا۔

دُوسری جگہ فرمایا کہ:

رحمت وغفران بود بر راستی　　　راستی از راستی آراستی

یعنی اللہ کی رحمتیں اور بخششیں ہوں مائی راستی صاحبہ پر (جنھوں نے ہمارا نام باہُو رکھا) اور یہ کہ اللہ تعالٰے نے مائی راستی صاحبہؒ کو (انکے نام کے مطابق) راستی اور سچائی سے آراستہ کیا۔

اور آپؒ کا یہ جذبۂ شکرگذاری بلاوجہ نہیں بلکہ حقیقت بھی یہ ہے کہ جہاں آپؒ کی ذات جامع

صفات وکمال ہے وہاں آپؒ کا اسمِ مُبارک بڑی برکتوں والا اور حاملِ اسرار ہے۔

حضرت سُلطان العارفین رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت رحمت للعالمین صَلَّی اللہُ علیہ وَسلّم کی طرح تریسٹھ ۶۳ برس کی عمر پائی اور یکم جمادی الثانی ۱۱۰۲ھ کو دارِ فانی سے دارِ جاودانی کی جانب رحلت فرمائی تحصیل شورکوٹ ہی آپؒ کا مولد تھا یہی مدفن بھی رہا۔ یعنی یہ وہ خاک ہے کہ ؎

اِس خاک کے ذرّوں میں ہیں شرمندہ ستارے

اِس خاک میں پوشیدہ ہے وہ صاحبِ اسرار

تحصیل مذکورہ کے جس گاؤں میں آنحضرت رحمۃ اللہ علیہ کا مزارِ اقدس موجود ہے وہ آپؒ ہی کے اِسم مبارک یعنی موضع سُلطان باہوؒ سے موسوم ہے۔ دریائے چناب موضع موصوفہ کے قریب سے ہوکر گذرتا ہے یعنی دریائے چناب اور دریائے فیض وثواب ساتھ ساتھ بہہ رہے ہیں۔ ایک سے خاک کا دامن سیراب ہو رہا ہے تو دُوسرے سے دلوں کا جہان شاداب ہو رہا ہے جس کا ہر قطرہ گوہر آبدار ہے۔ گویا حقیقت بیانی کو اِس بات پر اصرار ہے کہ ع

ہر قطرۂ دریا میں دریا کی ہے گہرائی

تصنیف ہذا کا اصلی نام عقل بیدار ہے اس کی زبان فارسی ہے۔ یہ آنحضرتؒ کی اُن گراں قدر اور نایاب کُتب میں سے ایک ہے جن کی نظیر دُنیائے تصوّف میں ملنی ممکن نہیں۔ یہ تصانیف کیا ہیں؟ گویا قُدرت کی جانب سے متلاشیانِ حق کے لیے راہ نما اور بخشش وعطا ہیں یا بالفاظِ دیگر متاع ہائے گراں بہا ہیں۔ پھر ؎

جسے مِلا یہ متاعِ گراں بہا اسکو ۔۔۔ نہ سیم وزر سے محبّت ہے نہ غمِ افلاس

واقعہ بھی یہ ہے کہ جس نے اِن کُتب کی اصلیت کو پایا گویا خدا اور رسُولِ خدا علیہ الصّلوٰۃ وَالسّلام کی معرفت نے اسے سیدھا راستہ سجھایا۔ پھر قسمت نے جسے خدا اور رسولِ خُدا صلّے اللہ علیہ وسلّم تک پہنچایا تو سیم وزر کی محبّت نے اس کا دِل للچایا نہ افلاس کا غم اس کے دل میں سمایا۔

ترجمہ وشرح

عقل بیدار کا ترجمہ وشرح بنام کنزالانوار حضرت فقیر نُور محمد صاحب سَرُوری قادری کلاچوی رحمۃُ اللہ علیہ نے فرمایا ہے اِس سمجھے اور سُلجھے ہُوئے ترجمے نیز مخصوص مقامات کی قیمتی تشریح نے اس سلسلے میں سونے پہ سہاگے کا کام کیا ہے۔ یُوں جانیے

کہ فارسی سے کم آگاہ اور راہِ تصوّف سے ناآشنا لوگوں کو ایسا پیغام دیا ہے جسے پڑھ کر وہ ایسی حقیقت سے ہمکنار ہو سکتے ہیں جس کی بدولت انکے بیڑے پار ہو سکتے ہیں۔

حقیقت پہ ہے جامۂ حرف تنگ ۔۔۔ حقیقت ہے آئینہ گفتار زنگ

مترجم وشارح کی ذات ان حضرات میں سے ایک ہے جنھوں نے حضرت سُلطان العارفین رحمۃ اللہ علیہ کی ذات اور ان کی تصنیفات کو بہت قریب سے دیکھا، پرکھا اور سمجھا ہے۔ موصوف کی زندگی کا بیشتر حِصّہ آنحضرتؒ کے مزارِ اقدس پر گذرا ہے اور عُمر آپکی دستیاب شدہ کُتب کو سینے سے لگانے، قلب وخرد میں سمانے اور ان کی حقیقت کو پانے میں گذاری ہے پھر مترجم وشارح یعنی حضرت فقیر صاحبؒ کی تصنیفات عرفان وغیرہ پڑھنے والوں سے یہ امر پوشیدہ نہیں کہ آپؒ نے وہ کچھ بطفیل فضلِ مولا وبہ کرمِ حضرت مُصطفےٰ صَلّی اللہ علیہ وَسلّم وبمہر مرشد نُورِ ہدیٰ واقعتاً پایا جس کے پانے کے لیے اُنھوں نے قِسمت کو آزمایا یعنی اَزلی نصیبے نے ان کا پُورا پُورا ساتھ نبھایا۔ اس لیے آپؒ کا کیا ہُوا ترجمہ اور شرح دیگر تراجم وشروح سے قطعاً مختلف جاندار اور سو فیصد قابلِ اعتماد واعتبار ہے۔ جس سے کتاب کی ضخامت ولاگت میں اضافہ ضرور ہوا، لیکن ان کُتب کو سمجھنے کے خواہشمندوں کو یہ اضافہ اس لیے بخوشی منظور ہوگا کہ یہ ایک فقیر شہسوار ویکتائے روزگار کی سچّی اور سُچّی تحریر "عقل بیدار" یعنی "کنزالانوار" ہے نہ کہ کسی ناول نگار کا فرضی قِصہ یا کِسی خودنما، دروغ زن، انانیت میں گرفتار کے الفاظ وفقرات کا فضول مجمُوعہ اور انبار ہے۔ حضرت سُلطان العارفینؒ کی کتب میں اس دولتِ فقر کا راز ہے کہ جس نے اسے پالیا وہ دُنیا ومافیہا سے بے نیاز ہے۔ ایسا خوش بخت ہر دو جہان میں مسرور ہے اور یہ کہنے پر مجبور ہے کہ ع

نگاہِ فقر میں شانِ سکندری کیا ہے

سادگی وپُرکاری

بمطابق روایات حضرت سُلطان العارفین علیہ الرحمہ نے ایک سَو سے متجاوز کتب تصنیف فرمائیں جن کی زبان بظاہر بہت سادہ ہے لیکن بباطن بہت عمُدہ ہے۔ اس لیے زبان دانی کے دعویداروں کو اس میں خامی نظر آتی ہے لیکن حقیقت الکلامی سے ان کی جزوی سوچ دُور رہ جاتی ہے، ورنہ اس سادگی میں جو

پُرکاری موجود ہے وہ ظاہری علماء اور ادباء کی تحاریر میں بالکل مفقود ہے۔ سو چھلکے کی ظاہری خوبصورتی کا مغز کی باطنی سُودمندی اور خوب سیرتی سے کیونکر مقابلہ اور موازنہ کیا جاسکتا ہے۔ لعل کسی بادشاہ کے تاج میں جڑا ہو یا کسی گداگر کی مالا میں اَڑا ہو، ایسا کبھی نہیں ہوا کہ جاننے والوں کی نظر میں اسکی قدر و قیمت میں فرق پڑا ہو۔ اگر کچھ پانے کی نیت ہو تو فقراء اور انکی تحاریر سے بہت کچھ پایا جاسکتا ہے لیکن ارادہ محض جھٹلانے اور باتیں بنانے کا ہو تو ایسے بہت ہیں جنہوں نے کسی سے انصاف نہیں کیا حتیٰ کہ خالقِ زمان و مکان اور آقائے دو جہان صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی معاف نہیں کیا اور شاید ایسے ہی عقل کے اندھوں اور دل سے جاہل بندوں کے حق میں کہہ دیا گیا ہے کہ ع

کھو دیئے انکار سے تُو نے مقاماتِ بلند

اگر مادیت و ادبیت کا بھوت سر سے اتار کے عقیدت کا جذبہ قلب و خرد میں اُبھار کے انصاف کی عینک چڑھا کر اور احترام کا ہاتھ بڑھا کر حضرت سُلطان العارفین رحمۃ اللہ علیہ کی کسی کتاب کو اٹھا کر اخلاص و یقین سے پڑھا جائے تو کوئی وجہ نہیں کہ حقیقت و معرفت کے راستے پر عملاً و علماً نہ بڑھا جائے۔

حضرت سُلطان العارفینؒ کی تحاریر میں جان ہے جیسے اس میں روح رواں ہے۔ اس کے برعکس کسی ظاہر پرست کی عبارت گویا ایسا انسان ہے جس میں نہ زندگی ہے نہ جان ہے۔ الفاظ کی خوبصورتی خوبصورت لباس کی مانند ہے۔ خوبصورت پہناوا مُردہ کو زندہ کے برابر کرنے سے معذور ہے۔ باقی اپنی اپنی قسمت ہے کوئی ظاہر نقل پر مغرور ہے کوئی باطن اصل پر شاداں اور مسرور ہے۔ جہاں اصل ہے وہاں نقل کا رواج نہیں اور کوتاہ اندیشی کا علاج نہیں، ورنہ آنحضرتؒ کی کُتب جوہرِ حقیقی تک پہنچنے کا باب ہیں یعنی یہ کہ کائنات کی اصل اسم اللہ ذات ہے۔ نیز اسم اور مسمّٰی میں جو تعلق ہے اِسی میں ساری بات ہے۔ کُتب کیا ہیں، علم و حکمت کے خزانے ہیں جن میں مذکورہ جوہر کی تفصیل ہے جس کا حصُول انسانیت کی تکمیل ہے۔ یعنی ؎

یہ جوہر اگر کارفرما نہیں ہے ۔۔۔۔ تو ہیں علم و حکمت فقط شیشہ بازی

بعض حاسد کور چشم، پیروکارانِ ظاہری راہ و رسم جب آنحضرتؒ کی کُتب کا مطالعہ کرتے

ہیں تو درحقیقت اَنَا خَیْرٌ مِّنْہُ کے جذبے سے معمور اور اصلیت سے کوسوں دُور پکار اُٹھتے ہیں کہ جن مراتب اور مقامات کا تذکرہ اِن کُتب میں مذکور ہے اِن کا وجُود مشکوک، حصُول مشکل اور انسانی پہنچ سے دُور ہیں۔ یہ محض طورِ حیلہ جوئی اور بہانہ سازی ہے۔ ورنہ اصلاً ایسے لوگ رُوحانیت اور تصوف کے شروع ہی سے مُنکر ہوتے ہیں۔ ایسے لاعلاج مریضوں کا علاج دلیلوں سے ممکن نہیں۔ حق یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کو اپنی پہچان کرانی مطلوب تھی۔ محض زمینی لسانی اور ظاہری عبادت کرانی مقصُود ہوتی تو اس کے لیے جنّات کی قوی کثیر التعداد مخلوق اور بے لوث عبادت کرنے والی فرشتوں کی بہت بڑی جماعت موجود تھی۔ لہٰذا حصُولِ معرفت کے لیے انسانِ کامل کی اس تک رسائی ضروری ہُوئی۔ اب جو شے جتنی بلند ہوتی ہے اس تک پہنچنے کے لیے راستے کی تمام بلندیوں سے گذرنا پڑتا ہے اور منزل کی بُلندی کا تعیّن راہ میں آنے والے مقامات کی بلندیوں سے کیا جاتا ہے حضرت سُلطانُ العارفین رحمۃُ اللہ علیہ نے اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے اور حضرت سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلّم کے فیض و رحم سے قُرب و معرفت کی انتہائی بلندیوں کو پایا، اسی لیے آپؒ نے اُن کا تذکرہ بلاجھجک اور برملا فرمایا۔ ظاہر پر محمول کر لیجیے کہ فضاؤں اور خلاؤں کو کھنگالنے والوں کو کئی طرح کے مداروں اور سیاروں پر گھومنا اور اُترنا پڑتا ہے۔ اور یہ تو سمجھنے اور سمجھانے کے لیے ایک مثال ہے ورنہ کہاں یہ قال ہے اور کہاں اس ذات تک پہنچنے کا حال ہے اور اس مقام پر اس ذات سے یہی التجا اور سوال ہے کہ :

تڑپنے پھڑکنے کی توفیق دے ۔۔۔۔ دلِ مُرتضٰیؓ، سوزِ صدیقؓ دے

کہ توفیق کے بغیر راستے مسدُود ہیں، عقل کے دائرے محدود ہیں اور ظاہری دوڑ دھوپ بغیر توفیقِ باطنی اور رفیقِ رُوحانی بے سُود ہے۔

پس حضرت سُلطانُ العارفین رحمۃُ اللہ علیہ نے جن مقامات و حالات کا ذکر اپنی کُتب میں فرمایا ہے انھیں حقیقت میں دیکھا اور آزمایا ہے۔ ان کی صحت شک و شبہ سے بالا ہے البتہ منحرفین اور مُنکرین کا مُنہ ہر دو جہان میں کالا ہے اور اس بات کی تصدیق اور منکرین کی بدبختی کی تحقیق کے لیے آنحضرتؒ کا اپنا بیان کافی اور اعلیٰ ہے :

"فرمایا کہ جو شخص اِن باتوں پر شک کرنے والا اور اللہ تعالیٰ کی معرفت، قُرب، وصال

اور مشاہدے کا منکر ہے، وہ درحقیقت بے دین اور بے یقین کافر ہے۔ کامل سالک مجملہ مراتب شریعت، طریقت، حقیقت اور معرفت کو طے کرنے والا غالب الاولیاء ہوتا ہے، حتیٰ کہ ایک ہی دم اور ایک ہی قدم پر کُل وجُز مقامات اور جُملہ منازل لاحد ولاعد طبقات کو قوتِ علمِ واردات اور حاضراتِ اسم اللہ ذات کے ذریعے طرفۃ العین میں طے کر لیتا ہے اور ایسے مقام منتہی پر پہنچ جاتا ہے کہ اس کا مرتبہ کسی انسان کے وہم اور گمان میں نہیں آتا۔ اِسے کہتے ہیں مقامِ رضا۔ "رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھُمْ وَرَضُوْا عَنْہُ۔" یعنی اللہ تعالیٰ ان سے راضی ہُوا اور وہ اللہ تعالےٰ سے راضی ہُوئے۔"

"مزید فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی معرفت اور اس کی عزت کی قسم! واللہ باللہ ثُمّ باللہ کہ فقیر کی یہ باتیں بالکل برحق ہیں اور حق کی طرف سے کہتا ہے۔"

پھر کتاب کی تعریف اور خام خیال کی بدبختی کے حوالے سے فرمایا کہ "جو شخص اس تصنیف کو از رُوئے صدق ویقین پڑھے گا وہ ضرور اس کی حقیقت کو پہنچ کر اسے حق جانے گا لیکن کورچشم، بے دین اور بے یقین اسے ہرگز نہ مانے گا۔"

نیز فرمایا کہ: جس نے اس کتاب سے نعمت حاصل نہ کی وہ بدبخت خام خیال ہے! ایسا شخص شقی ازلی اور ابدی محروم ہے اگرچہ لوگوں میں مشہور ومعروف بزرگ ومخدوم ہے۔"

اب اگر ایسی زندہ کُتب کا مطالعہ نصیب ہو جس کی تصدیق میں مصنف علیہ الرحمہ کا بیان اُوپر مرقوم ہے اور پھر بھی کوئی حق شناسی سے محروم ہے تو ایسے ظاہر بین، کم یقین کی قسمت پر صدہا بار افسوس ہے اور ایسا شخص رُوحانی لحاظ سے یقیناً معدوم ہے۔

آخر میں دُعا ہے کہ جو خزانہ حضرت سُلطان العارفین رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کُتب میں چھپایا ہے اس تک پہنچنے کے لیے اللہ تعالیٰ ہمیں ذوق شوق اور مستقل مزاجی سے ہمکنار فرمادے آمین یارب العالمین۔

ابنِ صاحبِ عرفان

احقر

سیف الرحمٰن

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

عقل بیدار

تعریفِ کتاب

هُوَ الْحَیُّ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ فَادْعُوْهُ مُخْلِصِیْنَ لَهُ الدِّیْنَ ○ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ○ ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ مَوْلَی الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَاَنَّ الْكٰفِرِیْنَ لَا مَوْلٰی لَهُمْ ○ وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِیْنَ، وَاعْبُدْ رَبَّكَ حَتّٰی یَاْتِیَكَ الْیَقِیْنُ۔ ترجمہ: "وہ اللہ تعالیٰ، ہمیشہ زندہ رہنے والا نہیں ہے کوئی معبود سوائے اسکے۔ پس تم اسی سے دُعا طلب کرو ایسی حالت میں کہ تمہاری نیت خالص دین کے لیے ہو۔ سب تعریف کے لائق اسکی ذات والا شان ہے جو تمام جہان کے پالنے والا ہے۔ اور اصل بات تو یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ والی اور دوست ان لوگوں کا ہے جو اس پر ایمان لے آئے ہیں لیکن جو اس کی ذات کے منکر ہیں ان کا کوئی والی اور وارث نہیں ہے۔ اور دارِ آخرت کی نعمتیں محض اسکے پرہیزگار بندوں کے لیے ہیں۔ پس تو اس کی عبادت کیے جا۔ یہاں تک کہ تجھے یقینِ کامل حاصل ہو جائے۔"

اس کے بعد بیشمار رحمتیں اُس سرورِ کائنات نبیؐ الحیات پر ہوں جسے اللہ تعالیٰ نے نورِ ہدایت اور دین برحق دے کر بھیجا ہے اور جس دین اور ہدایت کی کلید اور کنجی کلمہ طیب لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ ہے۔ قولہ تعالیٰ: وَجَآءَكُمْ رَسُوْلٌ كَرِیْمٌ

---

[1] وہ لوگ جن کا دماغ سیاست کے سرسام سے ماؤف ہوگیا ہے اور ہندو مسلم اتحاد کے جوشِ جنون میں مذہب کو سیاست کی بھینٹ چڑھانے میں ذرا بھی تامل نہیں کرتے اور اپنے آپ کو صلحِ کُل تصور کر کے کفر اور اسلام میں کچھ تمیز اور حق و باطل میں ذرا فرق نہیں کرتے۔ ان کے سامنے اگر کفر اور کافروں کی شکایت کی جاتی ہے تو وہ سیاست کے سودائے خام میں جھٹ منہ سے کفار اور مشرکین کی تائید میں یہ کلمہ کہہ دیا کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ رب العٰلمین ہے رب المسلمین نہیں ہے۔ اس آیتِ قرآنی میں ان لوگوں کے اس بیجا

باقی اگلے صفحہ پر

اَنْ اَدُّوْا اِلَیَّ عِبَادَ اللّٰہِ۔

ترجمہ: "اور آیا اُن کے پاس رسُولِ کریم تاکہ اللّٰہ کے بندوں کو میری طرف متوجہ اور راغب کرے"۔ وہ رسُول جو قاب قوسین کی بڑی شان والے اور لامکان کے بلند مکان والے اور فنا فی اللّٰہ نُوری حضوری جسم و جان والے احمد مُجتبٰے محمد مُصطفٰے صلّی اللّٰہ علیہ وسلّم ہیں۔ مصنف اس تالیف بے تالیف کا فقیر باہُوؒ کہتا ہے کہ اس تصنیف کے اندر دو خزانے بطورِ ودیعت اور امانت مخفی رکھے گئے ہیں۔ ایک کیمیائے ہنر یعنی تصرف دُنیا سیم و زر اور دوم کیمیائے نظر، یعنی قُرب اور معرفتِ خالقِ اکبر۔ اس کتاب کے مطالعے سے طالبِ صادق کو اوّل تمام دُنیوی حاجات سے لاِیحتاج اور بے نیاز ہونے کی توفیق حاصل ہوجاتی ہے۔ دوم اسے اللّٰہ تعالیٰ کے قُربِ مشاہدے اور معراج کے مراتب حاصل ہوجاتے ہیں۔ اس سے طالب شرفِ الٰہی دیدارِ پروردگار اور حضوری دَوام حضرت احمد مختار صلی اللّٰہ علیہ وسلّم کے بلند مراتب سے مشرف ہوجاتا ہے جو کہ خاصہ و خلاصہ معرفت اور بلند ترین مقاماتِ طریقت ہیں۔ اِس کتاب کا مطالعہ کرنے والا جُملہ انبیاء، اصفیاء اور اولیاء کے ساتھ باطن میں ہم مجلس اور ہمنشین

اعتراض کا کافی اور شافی جواب ہے کہ اللّٰہ تعالیٰ مومنوں کا ولی اور نگہبان ہے اور کفار نابکار کا کوئی ولی اور نگہبان نہیں ہے۔ یعنی اہلِ اسلام اور اہلِ ایمان گروہ ایک ریوڑ اور گلے کی طرح ہے اور اللّٰہ تعالیٰ نے اپنے رسولِ مقبولؐ کو ان کی حفاظت اور نگہبانی کے لیے بطورِ نگران اور پاسبان مقرر اور متعین فرمادیا ہے تاکہ باطن میں شیطانی درندوں اور رُوحانی دُشمنوں سے ان کی حفاظت کرے اور باطنی اور روحانی دنیا کی بہشتی چراگاہوں میں ان کی تربیت اور پرورش کرے لیکن کفار اور مُشرکین بھُولی بھٹکی بھیڑوں اور بکریوں کی طرح ہیں جن کا باطن میں کوئی محافظ اور نگہبان نہیں ہے۔ وہ شیطانی درندوں اور باطنی دشمنوں کے ہاتھوں آخر ہلاک ہوجاتے ہیں۔ ایسے جانوروں کا آخری نتیجہ ہلاکت اور تباہی ہے۔ یا یُوں سمجھو کہ بادشاہِ وقت ساری رعیّت کا مجازی رب اور مولیٰ تو ہے لیکن وہ اپنی وفادار اور فرمانبردار رعیّت کی جس طرح تربیت اور پرورش کرتا ہے جیل خانہ کے جرائم پیشہ نافرمان رعیّت کی بھی پرورش کرتا ہے، لیکن ہر دو کی تربیت اور پرورش میں بڑا بھاری فرق ہے۔ اِسی طرح اللّٰہ تعالیٰ اپنے مومن اور مطیع بندوں کے حق میں تو ربِّ رحیم ہے لیکن کافر مُشرک بندوں کے ساتھ اس کا معاملہ قہرِ عظیم کا ہے۔ فافہم۔ رباعی :

ہو کر صاحبِ نُورِ ہدیٰ اور لائقِ تلقین و ارشادِ خلقِ خدا ہوجاتا ہے۔ جو شخص ان باتوں پر شک کرنے والا اور اللّٰہ تعالیٰ کی معرفت اور قُرب و وصال اور مشاہدے کا منکر ہے وہ درحقیقت بے دین اور بے یقین کافر ہے۔ کامل سالک جُملہ مراتب شریعت، طریقت، حقیقت اور معرفت کو طے کرنے والا غالب الاولیاء ہوتا ہے۔ حتّٰی کہ ایک ہی دم اور ایک ہی قدم پر کُل و جُز مقامات اور جُملہ منازل لاحد و لاعد طبقات کو قوتِ علم واردات اور حاضراتِ اسم اللّٰہ ذات کے ذریعے طرفۃ العین میں طے کر لیتا ہے اور ایسے مقامِ منتہی پر پہنچ جاتا ہے کہ اس کا مرتبہ کسی انسان کے وہم و گمان میں نہیں آتا۔ اسے کہتے ہیں مقامِ رضا "رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھُمْ وَ رَضُوْا عَنْہُ۔ یعنی اللّٰہ تعالیٰ ان سے راضی ہوا اور وہ اللّٰہ تعالیٰ سے راضی ہُوئے"۔ اِس مقام پر اللّٰہ تعالیٰ اور بندے کے درمیان اسم اور مسمّیٰ کے معمے رمز بارمز، عین باعین اور ایماء بایماء کھلتے ہیں۔ ان مراتب والا فقیر تصورِ اسم اللّٰہ ذات کے ذریعے لوحِ محفوظ کا مطالعہ کرتا ہے۔ اسے پھر ساری عمر کسی ظاہری اور کسبی علم کے پڑھنے کی حاجت نہیں رہتی۔ ان مراتب والا عاشق باللّٰہ اور معشوق فنا فی اللّٰہ کہلاتا ہے۔ طالب جس قدر مشاہدات تصورِ اسم اللّٰہ ذات کے اندر دیکھتا ہے وہ سب انوار و آثار دیدارِ غیر مخلوق پروردگار ہوتے ہیں۔ سلک سلوک مشق وجودیہ اور تصورِ اسم اللّٰہ ذات کا طریق عین الیقین یعنی آنکھوں سے دیکھنے اور مشاہدے کا راستہ ہے۔ اس میں پہلے ہی روز طالب مقامِ توحید حاصل کر لیتا ہے اور مقامِ قُربِ حق تعالیٰ سے واصل ہوجاتا ہے۔ یہاں ہر باطنی مقام اور ہر روحانی مرتبہ محض مرشدِ کامل کی نظر اور توجہ ہی سے حاصل ہوجاتا ہے۔ فقیر کامل اگر چاہے اللّٰہ تعالیٰ کے حکم اور حضرت سرورِ کائنات صلی اللّٰہ علیہ وسلّم کی اجازت سے بادشاہ کو ایکدم میں مفلس گداگر بنائے اور ایک بے نوا گداگر کو فوراً بادشاہی منصب دلادے۔ اس فقیر کو باطن میں تلقین اور ارشاد کا مرتبہ حضرت

اے بردہ گماں کہ صاحب تحقیقی — واندر صفتِ صدق و صفا صدیقی
ہر مرتبہ از وجود حکمے دارد — گر حفظِ مراتب نکنی زندیقی

قولہ تعالیٰ: لَا یَسْتَوِیْ اَصْحٰبُ النَّارِ وَ اَصْحٰبُ الْجَنَّۃِ ؕ اَصْحٰبُ الْجَنَّۃِ ھُمُ الْفَآئِزُوْنَ ؕ

ترجمہ: کفار اہلِ نار اور مومن اہلِ جنت کبھی برابر نہیں ہوسکتے۔ مومن اہلِ جنت بیشک کامیاب اور بامراد گروہ ہے۔

سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور پُر نور سے حاصل ہُوا ہے اور شفیع اور وسیلہ[1] حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ بنے۔ اور پیر و پیشوا حضرت پیر دستگیر محبوب سُبحانی حضرت شاہ محی الدین شیخ عبد القادر جیلانی قدس سرہٗ ہُوئے۔ یاد رہے کہ کامل ولی اللہ کی تصنیف بے تکلیف کا مطالعہ وجود میں اس طرح تاثیر کرتا ہے اور فائدہ بخشتا ہے کہ پڑھنے والا بے واسطہ روشن ضمیر ہو جاتا ہے، اور خود بخود حضورِ پُر نور میں پہنچ جاتا ہے، لیکن ناقص تصنیف کا مطالعہ کوئی فائدہ اور مرتبہ نہیں بخشتا۔ یہ تصنیف عین رحمتِ خدا اور حق نما ہے اور اللہ تعالیٰ کے فیض فضل کی ایک بڑی عطا ہے۔ طالبانِ حق کے لیے ایک عام خوانِ فیض ہے اور بخششِ خدا ہے۔ یہ کتاب گو بظاہر زبانِ باہوؒ سے نکلی ہے لیکن فی الحقیقت القا حق تعالیٰ ہے۔ ؎

کل قیامت آج ہے جب دے لقا کل کو کیا دیکھے گا اندھا بے ضیا

قولہٗ تعالیٰ: وَمَنْ كَانَ فِي هٰذِهٖٓ اَعْمٰى فَهُوَ فِي الْاٰخِرَةِ اَعْمٰى ط

[1] حضرت سُلطان العارفین رحمۃ اللہ علیہ نے اِس واقعہ کو اپنی دُوسری کتابوں میں یوں ذکر فرمایا ہے کہ ایک روز جنگل میں ایک مہیب اور وجیہہ شخص گھوڑے پر سوار میرے سامنے نمودار ہوا اور مجھے ہاتھ سے پکڑ کر اپنے پیچھے گھوڑے پر بٹھا لیا اور گھوڑے کو ایڑ لگا کر اُڑا دیا۔ میں نے عرض کیا کہ آپ کون ہیں اور مجھے کہاں لے جا رہے ہیں؟ سوار نے فرمایا کہ میں علیؓ ابنِ ابی طالب ہوں اور تجھے حضُور پُر نور صلی اللہ علیہ وسلم میں لیے جا رہا ہوں کیونکہ حضرت سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے تم کو اپنی بزمِ خاص میں یاد فرمایا ہے۔ چنانچہ تھوڑی دیر نہ گذری کہ مجھے آپؓ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دربارِ پُر انوار میں حاضر کر دیا۔ وہ دربارِ خاص اس وقت جُملہ اصحابِ کبار خصُوصاً چہار یار و پنجتن پاکؓ، حضرت شاہ محی الدینؒ اور دیگر بیشمار اصفیاء اور اولیاء سے پُر اور معمور تھا۔ حضرت سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم مجھے دیکھ کر خوش ہُوئے اور متبسم ہو کر فرمایا: خُذْ يَدِيْ يَا وَلَدِيْ یعنی اے فرزند! میرا ہاتھ پکڑ لو۔ چنانچہ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دستِ مُبارک کو بوسہ دے کر آپ کا ہاتھ پکڑ لیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے دست بیعت فرما کر اپنے فیوضات اور برکات انوارِ ذاتی سے مالا مال فرمایا! اور ساتھ ہی ارشاد فرمایا کہ خلقِ خُدا کے درمیان میرے فقر کے فیوضات اور برکات تقسیم کیا کر اور طالبانِ حق کی راہنمائی اور امداد کر۔ بعدہٗ میرا ہاتھ حضرت پیر محبُوب سبحانی شیخ عبد القادر جیلانی قدس سرہٗ کے ہاتھ میں دے کر ارشاد فرمایا کہ یہ فقیر باہو ہمارا نوری حضوری فرزند ہے اسے آپ بھی تلقین اور ارشاد فرمائیں۔ چنانچہ حضرت پیر دستگیر قدس سرہٗ نے اپنے باطنی فیضات اور رُوحانی کمالات سے سرفراز فرمایا۔ بعدہٗ اس فقیر نے حضرت امامین سعیدین شہیدین امام حسن اور حسین رضی اللہ عنہما

بقیہ اگلے صفحہ پر

ترجمہ: "جو شخص اس دارِ دُنیا میں اندھا ہے وہ کل دارِ آخرت میں بھی اندھا رہے گا۔"

؎ ہو لقا ایسی تو اس کو حق ہی جان جُثۂ غرقِ اسم و جاں دَر لامکان

اے ناظرینِ کتاب! بالیقین جانو کہ اس فقیر مصنفِ تصنیف نے جملہ ماسویٰ اللہ سے دل کو خالی اور جملہ غیر الآلائشوں سے اپنے باطن کو صاف کیا ہوا ہے اور یہ فقیر بذریعہ تصوّر اسم اللہ ذات دوام اہلِ حضور اور ہمیشہ غرقِ دریائے نُور ہے اور تصرف علم دعوت کے طفیل عاملِ صاحبِ دعوت قبور رُوحانی ہے اور علم تفکر میں فنا فی اللہ صاحبِ قُربِ سبحانی ہے اور علمِ توجہ میں اہلِ حقیقت، جامع الجمعیت، بحق رفیق، راہنما راہِ امن الامانی ہے۔ یہ فقیر راہِ باطن سلک و سلوک کے جُملہ ابتدائی آفات سے محفوظ اور اہلِ سلامت و سلیم، لاہُوت ولامکاں میں مقیم اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ بذریعہ الہام دوام ہم سخن کلیم ہے۔ اور عارف صاحبِ عیاں دوام ناظر ہمیشہ مجلسِ محمّدی صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر ہے۔ مثلِ غلام خانہ زاد نبویؐ، مرید لایرید قادری بندہ فقیر باہوؒ جس کے بدن کا ہر بال یاہُو کے ذکر سے بول رہا ہے۔ اِس فقیر کے طریق میں ہمیشہ بسط بلا قبض، صحو بلا سکر، غرق فی اللہ، محو بلا لغو لہو کا سماں رہتا ہے۔ ہمارے طالبانِ قادری کے دِل کا سودا سویدا ہمیشہ روشن اور ہویدا رہتا ہے۔ اس کا لطیفۂ قلب دوام بیدار اور اس میں غیب الغیبی تجلّیاتِ انوارِ پروردگار نمودار رہتے ہیں۔ اس قسم کا علم نعم البدل كُلَّ يَوْمٍ هُوَ فِيْ شَأْنٍ کی شان سے نمایاں ہے۔ فقیر طالبان اور عارفانِ الٰہی کو مراتب فیض فضل

کے قدم مُبارک چُومے اور تمام عمر پنجتن پاک اور اہلِ بیت کی غلامی کا حلقہ کانوں میں ڈالے رکھا۔ ازاں بعد جُملہ اصحابِ کبار اور حاضرینِ مجلس انبیاء و مرسلین اور دیگر اولیائے کاملین نے باری باری گلے سے لگایا اور اپنے فیوضات اور برکات سے اس فقیر کے سینے کو معمُور فرمایا۔ اور سب نے متفقہ طور پر حضُور پُر نور صلی اللہ علیہ وسلم میں اس فقیر کو فقرِ محمدی (صلی اللہ علیہ وسلم) کا خاص تاجِ سُلطانی پہنایا۔ اور مجھے آخری زمانے میں رُوئے زمین پر اپنا نائب اور جانشین بنایا۔ اور اُن پاک لوگوں کی باطنی توجہ اور نوری نگاہ نے مجھے ایسے لاحد و لاعد مرتبے اور اتنے بلند مقام پر پہنچایا کہ جس کا آج تک کسی انسان کو وہم اور گمان بھی نہیں آیا۔ چنانچہ آپؒ فرماتے ہیں ؎

چہ جائیکہ من رسیدم امکان نہ ہیچ کس را شہباز لامکانم آنجا نہ جا مگس را
عرش و قلم و کرسی کونین ہم نگنجد افرشتہ ہم نہ گنجد آنجا نہ جا ہوس را

روزِ ازل سے بخشنے اور دکھانے والا فقیر باہُوؒ فنافی ہو ولد محمد بازیدؒ عرف اعوان ساکن قلعہ شورکوٹ دم میں دَریائے توحید میں غوطہ لگاتا ہے اور اسرارِ معرفت کے موتی نکال کر طالبانِ حق کے سامنے لاتا ہے۔ یہ بلند مرتبہ ہمیں حضرت محمد رسُول اللہ صَلّی اللہُ علیہ وَسَلّم کی خاکپائی کی طفیل حضُور پُرنُور بزمِ نبوی صَلّی اللہُ علیہ وَسَلّم سے حاصل ہُوا ہے۔ عقلمند اور سعادت مند طالب اور مُریدِ اسعد سعید وہ ہے جو ہمیشہ موافقِ قرآن اور مخالفِ نفس و شیطان ہو اور جو ہر متاعِ باطنی کو معیارِ شریعت پر پرکھے اگر شریعتِ مُصطفوی صَلّی اللہُ علیہ وَسَلّم کے موافق ہو تو اُسے اختیار کرے اور اگر مخالف ہو تو اُسے ترک کرے۔ تمام شریعت کا خاصہ خلاصہ یہ ہے کہ انسان اللہ تعالیٰ کی عبادت اور معرفت کی طرف رجوع کرکے اور اس کے قُرب اور دیدار میں محو اور مستغرق ہو جائے۔ دنیا سے جُدائی، خلقت سے تنہائی اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ محویت اور یکتائی اپنا شیوہ بنالے۔ وہ شخص اللہ تعالیٰ کی طرف آتا ہے جو نفس اور ہوا سے بالکل جُدا ہو جاتا ہے۔ اے طالب! دل کی آنکھیں کھول اور کشادہ کر تب باطنی آنکھوں سے دیدارِ پُرانوار کا مشاہدہ کر۔ اس کتابِ جامع کتابُ الارباب کا نام عقلِ بیدار رکھا گیا ہے اور اسے صحیفۂ غم بردار خطاب دیا گیا ہے۔ اور اس نُسخہ فیض رسان کو (باطن میں) شمس العاشقین بھی کہتے ہیں۔ اس کا مطالعہ کرنے والا ولی اللہ لایحتاج ہو جاتا ہے۔ یہ کتاب عام فیض رسانی اور فضلِ رحمانی میں گویا رحمتِ رحیم بارانِ آسمانی مثلِ معدنِ کرم کریم سُبحانی ہے۔ کیونکہ اثنائے مطالعہ ہر وقت فتوحات الغیب اور وارداتِ لاریب طالب پر نازل اور وارد ہوتے رہتے ہیں۔ جس شخص کو اس کتاب کے مطالعہ سے دو قسم کی کیمیا یعنی ایک کیمیائے نظر دوم کیمیائے ہنر حاصل نہ ہو جائے اور اسے بیشمار سونا، چاندی، جنس و مال حاصل نہ ہو اور اللہ تعالیٰ کی معرفت اور جمعیت جمال سے واصل نہ ہُوا، اور اس کتاب کے پڑھنے سے طالب کا خوابیدہ بخت بیدار نہ ہوا اور اس کے برگشتہ طالع نہ کُھلے تو اس کی درماندگی، عاجزی، ہلاکت، فقر و فاقہ، مفلسی پریشانی بے جمعیت بدحال دربدر سوال کا وبال اس کی اپنی گردن پر ہے۔

ابیات

احمقوں کو اس امر کی کیا خبر	دین و دُنیا بخش دوں بایک نظر
جس پہ کُھل جائے وہ میرا ہے عزیز	لاف زن بدبخت طالب بے تمیز

گنجِ مخفی ہم نے ظاھر کر دیئے	عاقلوں نے اس سے دامن بھر لیے

واضح ہو کہ اہلِ مطالعہ اس سے دو قسم کے خزانے حاصل کر لیتا ہے۔ ایک گنجِ علم دعوت اہلِ قبور، جس کے ذریعے قوّت قرب اللہ حضُور سے پہلے روز موکّلات آواز دینے لگ جاتے ہیں، دوم گنجِ علم تصوّر اسم اللہ ذاتِ نُور۔ قولہٗ تعالیٰ:

"نُوْرٌ عَلٰی نُوْرٍ ط یَھْدِی اللّٰہُ لِنُوْرِہٖ مَنْ یَّشَآءُ ط

ترجمہ: یہاں نُور کے اُوپر دُوسرا بالا نُور ہے۔ اللہ تعالیٰ جسے چاہتا ہے اپنے نُور کی طرف ہدایت فرماتا ہے۔

قولہٗ تعالیٰ: اَللّٰہُ وَلِیُّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا یُخْرِجُھُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَی النُّوْرِ ط

ترجمہ: "اللہ تعالیٰ دوست ہے ان لوگوں کا جو اس پر ایمان لے آتے ہیں۔ انہیں تاریکی سے نکال کر نُوری جہان میں داخل کرتا ہے۔"

صفتِ مرشد کامل و طالب صادق

مرشد کامل اور طالب باکمال وہ ہے جو ذکر فکر کی مستی اور کشف و کرامات کی ہستی سے باہر آکر

اے طالب قادری کو اللہ تعالیٰ کے فضل اور مرشد کامل کی توجہ سے دو علوم عطا ہوتے ہیں۔ ایک علمِ دعوت القبور دوم علمِ تصوّر اسم اللہ حضور۔ ان دو علوم کے ذریعے سالک جُملہ جنات، ملائکہ اور ارواح کی حاضرات کر کے ان کے ذریعے جُملہ خلائق کے قلوب کو تسخیر کر لیتا ہے اور ہر امیر و غریب اور شاہ و گدا کے قلوب پر تصرف پالیتا ہے۔ اور جسے جس وقت چاہے حاضر کر کے اُن سے اپنی حاجت روائی کر لیتا ہے۔ دیگر ان غیبی لطیف مخلوق سے نہایت نادر دقیق اور نفیس علوم باطن میں حاصل کر لیتا ہے مثلاً علمِ جفر، علم صنعت و حرفت اور پُرانے دفینوں کا کشف اور جُملہ آیات و سُورت ہائے قرآنی و اسمائے الٰہی کے خواص، اثرات اور برکات اور ان کے پڑھنے کے طریقے اور دیگر جُملہ عملیات و تعویذات اور نقوش کا علم بلاواسطہ حاصل کر لیتا ہے۔ اسی طرح طالب تمام مخلوق سے لایحتاج، بے نیاز اور غنی ہو جاتا ہے۔ تمام انبیاء، اولیاء، اصفیاء، غوث، قُطب، ابدال، اوتار غرض جُملہ رجال الغیب سے باطن میں ملاقی، ہم سخن اور ہم مجلس رہتا ہے اور ان سے باطنی علوم و فنون اور فیوض و برکات حاصل کرتا ہے۔ عارف سالک کو جب ان دو علوم میں انتہائی کمال حاصل ہو جاتا ہے تو وہ ان علوم کے ذریعے دو انتہائی مقامات پر جن سے اعلیٰ اور افضل تر باطن میں اور کوئی مقام اور مرتبہ نہیں ہے فائز ہو جاتا ہے۔ اوّل یہ کہ جس وقت سالک چاہے اللہ تعالیٰ کے مشاہدے میں غرق ہو جاتا ہے۔ دوم جس وقت ارادہ کرے باطن میں بزمِ خاص نبوی صلّے اللہُ علیہ وسلّم میں حاضر ہو کر مدام ملازم درگاہِ خاص رہے۔

مقام رازالستی میں قدم رکھتا ہے۔ جو شخص ان مراتب کو پہنچ جاتا ہے وہ فقیرِ لایحتاج ہو جاتا ہے۔ فقیر کامل کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس قدر قوت روحانی اور باطنی توفیق حاصل ہوتی ہے کہ مشرق سے مغرب تک ہفت اقلیم کے بادشاہ کو یکدم تابع اور فرمانبردار بنالیتا ہے لیکن فقیر اس حقیر مرتبے کی طرف التفات نہیں کرتے اور چند روزہ فانی دُنیا کی بادشاہی کو اختیار نہیں کرتے۔ ورنہ فقیر کے لیے تختِ شاہی تک کا وصُول اور تاج شاہی کا حصُول کچھ مشکل کام نہیں ہے۔ فقیر جسے چاہتا ہے بہت جلدی اور آسانی کے ساتھ ایک ہی نظر اور توجہ سے مرتبۂ بادشاہی عطا فرما دیتا ہے۔ مرشد کامل طالبِ صادق کو نشتر طریقے کیمیا اکسیر کے سکھا دیتا ہے لیکن طالب صادق یک وجود و یکتا، لائقِ عطا ہے۔ طالب ناقص، نالائق کم حوصلہ کو اس نعمتِ عظمٰے سے بہرہ ور کرنا سراسر خطا ہے طالب کو جس وقت ہنر کیمیائے اکسیر سے جمعیت خاطر حاصل ہو جاتی ہے اور ہر قسم کی درماندگی، فقر فاقے اور احتیاج سے بے نیاز ہو جاتا ہے تو بعد ازاں مرتے دم تک اللہ تعالیٰ کی طلب، معرفت، قُرب، وصال اور مشاہدے سے منہ نہیں موڑتا کیونکہ انسان کو ساری ہدایت و دولت گنج غنایت کی تہہ میں حاصل ہو جاتی ہے۔

تعریف واقسامِ غنایت

اور غنایت پانچ قسم کی ہے۔ غنایتِ نفس، غنایتِ قلب، غنایت رُوح، غنایت سِرّ اور غنایتِ نُور۔ اس مقام کو قرب اللہ، حضُور اور جمعیتِ کل کہتے ہیں۔ جس وقت غنایت اور ہدایت ہر دو طالب کے وجود میں جمع ہو جاتے ہیں تو طالب کے ظاہری حواس بند ہو جاتے ہیں اور اس کے باطنی حواس کھل جاتے ہیں۔ لیکن جس وقت طالب غنایت حاصل کیے بغیر سلوک میں قدم رکھتا ہے تو ہر وقت فقر فاقے اور تنگدستی کی وجہ سے پریشان خاطر رہتا ہے اور آخر اللہ تعالیٰ کا گلہ اور شکوہ کرنے لگ جاتا ہے۔ اس قسم کا طالب شرمندہ، روسیاہ، معرفت اور قُربِ اللہ سے محروم اور گمراہ ہو جاتا ہے۔ سو پہلے مرتبہ غنایت ہے بعدہٗ ہدایت ہے۔ مُرشد خاص جب طالب با اخلاص کو اسم اللہ ذات کی توجہ سے تعلیم اور تلقین کرتا ہے اُسے پہلے روز ہی گنجِ تصرف عطا کرتا ہے اور بعدہٗ طالب کو اپنے برابر مرتبے پر پہنچا دیتا ہے۔ چنانچہ جذب جمالیت سے طالب کے ہفت اندام کو نُور سے منور کر دیتا ہے اور ایک ہی دَم میں مشرف حضُور انور صلی اللہ علیہ وسلم بنا دیتا ہے اگر طالب قدردان ہے لائق عطا و احسان

ہے۔ طالب باوفا، جان صفا اور با ادب و باحیا ہونا چاہیئے۔ اس قسم کا طالب نادرالوجود و نایاب ہوتا ہے۔ مُرشدِ کامل کی ایک نگاہ سے طالبِ صادق کے وجود سے تمام غلطیاں اور غلاظتیں نکل جاتی ہیں اور بے طلب و طاعت ایک دم، ایک لحظہ، ایک ساعت یا ایک دن، یا ایک ہفتہ یا ایک ماہ یا ایک سال میں جُملہ مراتب سے بہرہ ور ہو جاتا ہے اور اللہ تعالیٰ کے قُرب و وصال سے مشرف ہو جاتا ہے اور اگر طالب محض نانی زبانی لاف زن جھوٹا ہے اور بد اعتقاد اور بے یقین ہے تو مرشد ایسے طالب کو بہت رنج ریاضت اور مشقت کراتا ہے تاکہ اس کا نفس چلّے، ریاضت اور مجاہدے کے سبب اس باطنی نعمت اور دولتِ معرفت و قُربِ حضور کی قدر جان لے، کیونکہ طالب مبتدی ظاہر پرست اور ہوائے نفسانی میں بدمست ہوتا ہے، اور غافل اور بے خبر از نعمتِ اَبدی الست ہوتا ہے۔ اگر کہیں کوئی فقیر ایسا دیکھا جائے کہ وہ ظاہری عبادت اور بدنی طاعت میں سخت مجاہدہ اور ریاضت کر رہا ہے، اور باطنی معرفت اور اسرارِ الٰہی سے بے خبر اور ناواقف ہے تو یقین جان لو کہ وہ کشف و کرامات کی وادی میں گمراہ ہو کر پڑا ہُوا ہے۔ اور رجوعاتِ خلق اور عوام کے دنیوی کاموں میں مصروف اور مشغول ہے اور خاص مردانِ حق کے مرتبے سے مطلق بے خبر مجہول ہے خواہ وہ ماہ سے ماہی تک زیر و بالا تماشۂ قُدرتِ الٰہی دیکھتا پھرے اور جُملہ سفلی و علوی مقامات کی خبر دیتا رہے۔

خاصگانِ حق کے نزدیک ان مراتب کا کوئی اعتبار نہیں ہے۔ کیونکہ مرشدِ کامل یہ جملہ ظاہر اور باطن مقامات طالبِ صادق کو ایک طرفۃ العین میں طے کرا دیتا ہے۔ مُرشدِ کامل جانِ جہان اور آئینۂ حق نما ہوتا ہے۔ اپنے وجود کے اندر تمام کائنات کی حقیقت طالب کو عیاں طور پر دکھا دیتا ہے۔ یہ مرتبۂ فقیر عارف نظار اور ہوشیار و عقل بیدار کا ہے۔ اے طالب! اوّل حاصل کر قلبِ سلیم، اس بعد تو ہوگا واصل جان بحق تسلیم اور حاصل کر سکے گا تصرّف کیمیا صراط المستقیم۔ یہ ہے مرتبۂ شیخ عارف صفت کریم۔

انواعِ کیمیائے اکسیر

سات قسم کے کیمیائے اکسیر جو کہ نفس کی جمعیت کے لیے بمنزلۂ کلید مطالبِ دارین ہیں۔ یہ ہیں اوّل ہنر کیمیائے اکسیر۔ دوم علم کیمیائے دعوت تکسیر، سوم علم کیمیائے اسمِ اعظم از آیاتِ قرآن تفسیر، چہارم علمِ کیمیائے روشن ضمیر، پنجم علمِ کیمیائے

توجہ و نظر پُرتاثیر، ششم علمِ کیمیا ایک ہفتہ کے اندر تمام ولایت کی بادشاہی کو حکم اور تصرف میں کرنا مراتب عالمگیر، ہفتم علمِ کیمیا حاصل کرنا مرتبہ صبر، شکر، حیا، رضا، نفس فنا زندہ قلب و رُوح بقا مرتبہ کامل فقیر کہ جس وقت چاہے جُثہ نُور کے ساتھ مشرفِ حضُور ہو کر لقاء حق تعالیٰ میں غرق ہو۔ جو مُرشد روزِ اوّل طالب کو یہ سات قِسم کے علوم کیمیائے اکسیر سکھا دیتا ہے اور پڑھا دیتا ہے طالب کے ہر قِسم کا حق مُرشد کی گردن سے ساقط ہو جاتا ہے۔ مُرشد پر طالب کی یہ خدمت فرضِ عین ہے۔ کیونکہ مرشد اور طالب کے مابین شرطِ وفا و احسان جانبین ہے۔ اس قِسم کا مُرشد باتوفیق لائقِ ارشاد ہے۔ ورنہ مطلق مایۂ فِتنہ و فساد ہے۔ ان سات قِسم کی کیمیاء کا تصرّف طالب کے لیے گویا معاوضۂ یقین و حق حسنِ اعتقاد ہے۔ مُرشد بےتصرّف کا طالب مُفلس محتاج آخر بے یقین اور بے دین ہو جاتا ہے کیونکہ دن رات جیفۂ مُردار دُنیا کی طلب میں دَربدر خوار، خود فروش، خلیفۂ شیطان لعین ہو جاتا ہے۔ سچ پُوچھو تو عاملِ علمِ کیمیا ہونے کے بعد ہی طالب حقیقی طور پر متوکّل علی اللہ ہوتا ہے۔ کیونکہ اس کی قید اور تصرّف میں جُملہ عالمِ غیب یعنی جِن، ملائکہ اور ارواح کے مؤکّل ہوتے ہیں۔

کامل فقیر صاحب علمِ کیمیا اکسیر روشن ضمیر اہلِ نظر مثل حضرتِ خضر ہوتا ہے کہ توجہ اور نظر سے مٹی کے ڈھیلے کو سونا اور چاندی بنالیتا ہے۔ ایسا فقیر پارس نظر ہوتا ہے اور اس کی نظر میں خاک اور زر برابر ہوتے ہیں۔ یہ بھی کوئی قابلِ فخر مرتبہ نہیں ہے۔ یہ مرتبہ بھی خاصانِ حق کے مراتب سے بہت بعید ہے کیونکہ اصل مرتبہ مقامِ معرفت و توحید ہے۔ جو کہ مرتبۂ خاصگانِ حق مثل حضرت رابعہؒ و حضرت بایزیدؒ ہے۔ طالبِ صادق کو ابتداء ہی میں علمِ کیمیا تعلیم کرنا اور عامل بنانا عین ثواب ہے۔ کیونکہ طالب مبتدی بے تصرّف، بےنوا ہمیشہ فقر و فاقہ کی وجہ سے پُرخطرات اور اہلِ وسوسۂ و اوہام، دل پریشان اور خانۂ ویران رہتا ہے۔ لیکن اہلِ دعوت رُوحانی ان نفسانی رجعتوں سے محفوظ رہتا ہے کیونکہ اس کا دل مجلس اہلِ باطن اور دولتِ باطنی سے مستغنی اور محفوظ رہتا ہے اور نیز تصرّف ہنر کیمیا طالبِ صادق کے لیے اس واسطے ضروری ہوتا ہے کہ اس کے ذریعے طالب جُملہ اہلِ حقوق کے حق ادا کر لیتا ہے اور ہر قِسم کے خیرات اور صدقات سے جُملہ مستحقین، مُسلمین مساکین مثلاً بیوہ عورتوں، یتیموں، اسیروں، عُلماء، فقراء، غوث و قطب اولیاء اور دیگر ہر طرح کے اہلِ حقوق مثلاً والدین، آل عیال اور تمام خویش و اقارب کی خدمت اور امداد کر کے

اُن کی خوشنودی و رضامندی سے ثوابِ آخرت اور سعادتِ دارین و رضائے مولا حاصل کر لیتا ہے۔ یہی ہے اَلدُّنْیَا مَزْرَعَۃُ الْاٰخِرَۃِ[1] یعنی دُنیا آخرت کی کھیتی ہے۔ سخاوت مس عیب کے لیے کیمیا ہے۔ اور دولتِ دُنیا فی سبیل اللہ خرچ کرنے میں سراسر ثواب اور رضامندی مولیٰ ہے۔ لہٰذا مُرشد کامل کے لیے فرضِ عین ہے کہ جملہ باطنی خزانوں کا تصرّف اور عمل طالب کو عطا کر دے تاکہ طالب مولیٰ کے دل میں فقر فاقہ، حرص، حسد اور طمع کے سبب کسی قِسم کا رنج اور ارمان باقی نہ رہے۔ اور بے منت و احسانِ خلق خوب عُمدہ اور لذیذ غذائیں اور کھانے نوش کرے۔ اور دنیا داروں کے ہر طرح کے طمع اور لالچ اور مدد معاش و روزینۂ شاہی کو فراموش کرے۔ یہ جُملہ

---

[1] اَلدُّنْیَا مَزْرَعَۃُ الْاٰخِرَۃ۔ دُنیا واقعی آخرت کی کھیتی ہے اور مومن کاشتکار اور زمیندار کی مانند ہے۔ وہ جب دُنیا کی کھیتی سے دارِ آخرت کے لیے خرمن تیار کرتا ہے تو اسے اس خرمن میں دین کا غلہ اور دُنیا کا بھوسہ ہر دو حاصل ہو جاتے ہیں۔ کیونکہ دُنیا کی دولت دین کی تبع میں حاصل ہو جاتی ہے لیکن دین دُنیا کی تبع میں ہاتھ نہیں آتا۔ چنانچہ ہمارے آقائے نامدار حضرت محمد رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم و صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے محض دین کی خاطر اور اعدائے دین کے فِتنے فرو کرنے کی خاطر تلوار اٹھائی تھی اور جہاد شروع کیا تھا، کسی دُنیوی طمع اور نفسانی غرض نے انہیں اس بات پر آمادہ نہیں کیا تھا۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

"قَاتِلُوْهُمْ حَتّٰى لَا تَكُوْنَ فِتْنَةٌ وَّيَكُوْنَ الدِّيْنُ لِلّٰهِ۔"

ترجمہ: اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم اِن کفار کے ساتھ لڑو یہاں تک کہ کفار کا فِتنہ اور راہِ دین میں اُن کی مخالفت مٹ جائے اور اللہ کا سچا دین دُنیا میں قائم رہے۔

سو محض اس ایک غرض اور نیت سے بانیٔ اسلام علیہ السلام نے کفار کے خلاف جہاد کیا لیکن اس کی تبع میں خود بخود مسلمانوں کو تقریباً ساری دُنیا کی بادشاہت بھی ہاتھ آگئی یعنی غلۂ دین کے ہمراہ جو دل کی باطنی دولت اور غذا ہے دُنیا کا بھوسہ بھی جو نفس بہیمی کا چارہ ہے، حاصل ہو گیا۔ بغیر غلۂ دین محض دُنیا کا بھوسہ کفار نابکار حیوانوں کا حِصہ ہے۔ بعض لوگ کہتے ہیں اسلام بزورِ شمشیر پھیلا۔ اگر ایسا ہُوا تو اچھا ہے۔ ہر دو جنگِ عظیم اگر تجارتی منڈیوں اور نوآبادیوں پر قبضہ کرنے کے ذلیل مقاصد کے لیے لڑی گئیں۔ اگر آج تجارت دُنیوی برتری اور تیل کے چشموں کی خاطر تلوار کا استعمال جائز ہے اور معترضین کو اس میں کوئی بُرائی نظر نہیں آتی تو نیکی کی ترویج اور بدی کے استیصال، دُنیا سے ظلم مٹانے و عدل و انصاف کے قیام اور جبر و استبداد کی بجائے امن و مساوات کی ترویج کے لیے تلوار کیوں نہ اٹھائی جائے۔ مُبارک ہیں وہ ہاتھ جو ایسے بلند مقاصد کے لیے تلوار اٹھائیں۔

باطنی خزانے ایک ہفتہ یا پانچ روز کے اندر طالب کو نصیب ہو جاتے ہیں۔ ان پنج گنج سے دیگر بیشمار خزانے کھلتے ہیں۔ مرشد کامل کے لیے ان خزانوں کا عطا کرنا نہایت آسان کام ہے۔ پیر و مرشد کے لیے فرضِ عین ہے کہ اوّل تحقیق کر لے کہ پیر و مُرشد کا کیا مرتبہ ہوتا ہے۔

شرائطِ طالبی و مریدی

پیر و مُرشد کا یہ مرتبہ ہے کہ جس وقت چاہے حضور پُرنُور رزم سرورِ کائنات صَلّی اللّٰہ علیہ وسلّم میں شرفِ باریابی حاصل کر لے اور طالب مُرید کا ہر سوال اور پیغام حضورِ نبوی صَلّی اللّٰہ علیہ وسلّم میں پہنچا دے! اور اس کی ہر حاجت اس نوری درگاہ میں پُوری اور منظور کرا لے۔ اور طالب مرید کے شرائط یہ ہیں کہ پیر و مُرشد کی خدمت میں جان و مال سے گذر جائے اور اپنا سب کچھ مرشد پر قربان کر دے۔ اِسے کہتے ہیں مُرید لا یرید، مثل حضرت رابعہ بصریؒ و سُلطان بایزیدؒ۔ پیر و مُرشد کو چاہیئے کہ اسم اللّٰہ ذات سے طالب کو تلقین کرے اور طالب کو چاہیئے کہ اسم اللّٰہ ذات پر یقین کرے۔ طالب اس وقت پُورا اہلِ یقین ہوتا ہے جب وہ اپنی آنکھوں سے باطنی معاملات کا مشاہدہ بین ہوتا ہے۔ جو مُرشد اِن باطنی راستوں اور منزلوں کا راہی نہیں ہے اُسے پیری و مرشدی اور طالبی مریدی سے کوئی آگاہی نہیں ہے۔ اگر مرید کو پیر پر اعتقاد نہ رہے تو پیر کو چاہیے کہ فوراً لوحِ محفوظ کے مطالعہ سے اپنے ہاں مرید کو اپنا ازلی نصیبہ دکھا دے تاکہ قیامت تک مرید راسخ الاعتقاد اور ثابت یقین رہے۔ اگر پھر بھی طالب کو مُرشد پر اعتبار نہ آئے تو مرشد کو چاہیئے کہ طالب کو باطنی توجہ سے حضرت مُحمّد رسول اللّٰہ صَلّی اللّٰہ علیہ وسلّم کے حضور پُرنُور میں حاضر کر دے۔ اور حضرت حبیب صَلّی اللّٰہ علیہ وسلّم کی تلقین و تعلیم کے ذریعے طالب بے نصیب کو نصیب اور قسمت عطا کر دے۔ مُرشد کامل ایسا ہونا چاہیے۔ ورنہ دُنیا میں بہت ہیں رسمی رُواجی پیر و مُرشد دکاندار مثل حجام، اور بیشمار ہیں طالب مرید احمق ناقص خام ناتمام۔

انتہائے علم و حکمت

وہ کونسا علم اور کونسی حکمت ہے کہ جس کے ذریعے کُل و جُز، خاص و عام اور تمام ظاہری و باطنی مراتب یکدم معلوم اور حاصل ہو جاتے ہیں اور طالب جُملہ مقاماتِ سلوک پر فائز اور جُملہ منازل پر واصل ہو جاتا ہے۔ یہ ہے مرتبہ کاملِ عارف حاکم امیر، مالک الملکی فقیر، موصوف بصفت یا بصیر اور متخلق باخلاق اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ اِن درجاتِ ذات کو خام نفسانی انسان نما حیوان لوگ کیا جانیں۔ جُملہ عِلم علوم اور

حِکمت ہائے حیّ قیوم کے باطنی خزانوں کے حصُول کے دو ہی طریقے ہیں۔ اوّل تصورِ اسم اللّٰہ ذات حضور کی توفیق۔ دوم عمل دعوت شہسواری اہلِ قبور کا طریق۔ مُرشد کامل اوّل طالب کے وجود کو باطنی نظر اور توجہ سے چودہ طبق زمین اور آسمان سے زیادہ وسیع اور فراخ کر دیتا ہے لیکن ناقص کم حوصلہ طالب کا خام وجود عارف کامل کی نظر اور توجہ کی تاب اور طاقت نہیں لاتا کیونکہ جو توجہ مقام قُرب اللّٰہ حضور سے کی جاتی ہے اُس سے گرم و تیز شعلہ برق باطنی قُدرت پروردگار اور تجلّی انوار مشاہدہ دیدار پروردگار نمودار ہوتا ہے جس سے خام ناتمام طالب کا وجُود کچّے اور خام برتن کی طرح ٹکڑے ٹکڑے ہو جاتا ہے کیونکہ نُورِ ذاتی بہت سخت بھاری ثقیل اور گرانبار ہوتا ہے۔

قولہ تعالٰے: اِنَّا عَرَضْنَا الْاَمَانَةَ عَلَى السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَالْجِبَالِ فَاَبَيْنَ اَنْ يَّحْمِلْنَهَا وَاَشْفَقْنَ مِنْهَا وَحَمَلَهَا الْاِنْسَانُ ۭ اِنَّهٗ كَانَ ظَلُوْمًا جَهُوْلًا ۝

ترجمہ: ہم نے اپنی امانت کو آسمانوں۔ زمین اور پہاڑوں پر پیش کیا۔ سب نے اسکی برداشت سے انکار کیا۔ اور اسکی برداشت سے ڈر گئے لیکن انسان نے اُسے اُٹھا لیا۔ بیشک وہ بڑا ظالم اور نادان ہے۔

علامتِ مُرشد کامل و پیر مکمّل

مُرشدِ کامل اور پیر مکمّل کی علامت یہ ہے کہ اگر جاہل کو تلقین کرے تو یکدم بغیر ظاہری تعلیم و تدریس اسے عالم فاضل بنا دے۔ حتّٰی کہ تمام عُلماء فضلاء کے علوم بلا واسطہ اُسے حاصل ہو جائیں۔ یہ باطنی علوم اور رُوحانی فنون عارفانِ الٰہی کو بے واسطہ قیامت تک ایک دُوسرے سے یکے بعد دیگرے پہنچتے رہتے ہیں۔ یہ عِلم لدنی[1] ہے جو سینہ بسینہ، توجّہ بتوجہ، حضور بحضور، قُرب بقُرب، تصرف بتصرف، قلب بہ قلب۔ رُوح بہ رُوح، سِر بسِر، نُور بنُور، بے واسطہ، بے صَوت بے آواز و بے حروف اور بغیر الفاظ عارفوں کو ایک دُوسرے سے عنایت ہوتا ہے۔ اِس علم کا مطالعہ نہایت سعادتمند، خوش قسمت طالب ارجمند اہلِ نظر صاحبِ عیان کو نصیب ہوتا ہے جو کہ عِلم لوحِ محفوظ کا مطالعہ ہاتھ کی ہتھیلی پر کر کے ہر دو جہان کا تماشا اور معائنہ کرتا ہے ایسا عالِم عِلمِ لدنی

[1] عِلم لدنی جُملہ انبیاء خصُوصاً ہمارے آقائے نامدار حضرت احمد مختار محمد نبی صلی اللّٰہ علیہ وسلّم فداہ امّی و ابی کو بلا واسطہ اللّٰہ تعالیٰ کی طرف سے القاء ہُوا۔ یہ علم ایک ایسا بحرِ عظیم ہے کہ جُملہ ظاہری علوم اس کے مقابلے

بقیہ اگلے صفحہ پر

ناخواندہ علم پڑھتا ہے اور ناداںستہ غیب کی خبریں معلوم کرتا ہے' اور صحیح حالاتِ غیبی سے لوگوں کو اطلاع دیتا ہے۔ یہ مراتب بھی طالبِ مولیٰ کے لیے ابھی ابتدائی سبق ہے۔ جب مرشد کامل یہ علم لدنی کسی طالب پر بذریعہ باطنی تلقین کھولتا ہے تو اس کا لطیفۂ قلب علم تصدیق اور علم معرفت اللہ و توحید سے گویا ہو جاتا ہے' اور علم ظاہری سے اس کی زبان بند ہو جاتی ہے۔ دیگر مرشد کامل جب کبھی کسی بادشاہ ظل اللہ کو تلقین کرتا ہے تو سلطان سکندر کی طرح رُبع مسکون یعنی مشرق سے لے کر مغرب تک تمام ملک ولایت اس کے قبضے اور تصرف میں دے دیتا ہے اور تمام لوگ اس کے مطیع اور فرمانبردار ہو جاتے ہیں۔ مرشد کامل کی یہ شان اور یہ نشان ہے کہ جملہ خلق سے بے نیاز اور لایحتاج ہو۔ نہ کہ پریشان خاطر اور مریدوں کا دست نگر و محتاج ہو۔ مرشد ناقص، خود فروش بار ریا ہے۔ طالب کشف کرامات اہلِ کبر عجب وہوا ہے اور "راز دستِ نارساست کہ مکارہ پارساست" کا مصداق ہوتا ہے' اسے کہتے ہیں فقر اضطراری۔ قولہٗ تعالیٰ :

میں ایک قطرہ کا حکم رکھتے ہیں کیونکہ علمِ لدنی والے تلمیذ الرحمٰن اور دیگر کسبی علوم والے تلمیذ الانسان ہوتے ہیں اس لیے محمد عربی صلے اللہ علیہ وسلم گو ظاہری کسبی علم نہیں پڑھتے تھے، لیکن اس علمِ لدنی کی بدولت استاد کُل ہوئے۔ اسے کہتے ہیں : TEACHER OF ALL AND PUPIL OF NONE.

حافظ علیہ الرحمۃ نے اس مطلب کو اپنے اس شعر میں کیا خوب ادا کیا ہے :

نگارِ من کہ بہ مکتب نہ رفت و خط ننوشت بغمزہ نکتہ آموزِ صد مدرس شد

ایک اور شاعر فرماتے ہیں :

یتیمے کہ ناکردہ قرآں درست کتب خانۂ چند ملت بشست

یعنی جس یتیم اُمی نے ابھی حروف تہجی صحیح نہیں کیے اپنے علمِ خداداد کے بحرِ عظیم سے تمام اگلے دانایانِ ملت و بانیانِ مذاہب کی کتابوں کو دنیا سے محو اور منسوخ کر دیا۔

نبی اُمی و اُمّ الکتاب درس دہے علیم اول کشافِ رازِ ما اُوحیٰ

جس طرح نبی علیہ السلام سے یہ ظاہری علم دین علماء میں بطورِ تدریس درسی طور پر جاری ہے اسی طرح نبی اُمی کا باطنی علمِ لدنی فقراء میں سینہ در سینہ جاری و ساری ہے۔

○

" اَتَاْمُرُوْنَ النَّاسَ بِالْبِرِّ وَتَنْسَوْنَ اَنْفُسَكُمْ ۝

ترجمہ : آیا تم لوگوں کو تو نیکی اور نیک کاموں کی نصیحت کرتے ہو لیکن اپنے آپ کو بھولے ہوئے ہو اور خود عمل نہیں کرتے۔

عاقل وہ ہے کہ ہر دو علم دعوت القبور اور علم تصور نور بہ نظر اللہ منظور میں عامل اور کامل ہو۔

لائقِ دعوت واہلِ دعوت

دعوت کے لائق وہ شخص ہوتا ہے جس کا سینہ نور سے معمور اور جس کا وجود بمقتضائے لِيَغْفِرَ لَكَ اللّٰهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْۢبِكَ وَمَا تَاَخَّرَ۔ مغفور ہو۔ جس وقت طالب عامل اور اہل دعوت کامل دعوتِ قرآن مجید شروع کرتا ہے تو روحانیوں کی تمام جماعتیں یعنی انبیاء و اصفیاء اور اولیاء مثل غوث و قطب، اوتاد و ابدال جملہ اہلِ منصب اور ارواح مومن مسلمان کیا اہلِ حیات اور کیا اہلِ ممات سب جوق در جوق اہلِ دعوت کے اردگرد جمع ہو کر اس کی دعوت میں شریک ہو جاتے ہیں اور اس سے دستِ مصافحہ ملاقات کرتے اور ہم سخن و ہمکلام ہوتے ہیں۔ چنانچہ جملہ ارواحِ مقدسہ اُسکے دوست اور آشنا ہو جاتے ہیں۔ اور باطن میں اہلِ دعوت کے جملہ حاجاتِ دینی و دنیوی میں ہر طرح کی امداد اور اعانت کرتے رہتے ہیں۔ عامل شہسوار شیر مرد قبر پر دعوت پڑھتے وقت نہ ڈرتا ہے نہ لرزتا ہے۔ یہ مرتبہ بھی عامل مبتدی کا ہے طالب مبتدی کے حق میں علمِ دعوت دو دھاری تلوار کی طرح دو رخ رکھتی ہے' مفید اور مضر۔ کامل عامل روزِ اول دعوت سے گنجِ خزانہ لازوال حاصل کر لیتا ہے۔ لیکن ناقص دعوت پڑھنے والا رنج رجعت اور وبالِ جان و مال میں گرفتار ہو کر آخر ہلاک ہو جاتا ہے۔ دعوت کیا ہے گویا تیغ برہنہ ایک ننگی تلوار قاتل الکفار ہے۔

اہلِ دعوت اگر چاہے طرفۃ العین میں بیشمار خلقت کو اللہ تعالیٰ کے حکم سے قتل اور ہلاک کر ڈالے اس بات سے تعجب اور انکار نہیں کرنا چاہیئے کیونکہ اس معاملے میں قرآن مجید اور کلام اللہ کے باطنی نور کی برقی قوت کارفرما ہوتی ہے۔ اہلِ دعوت کامل دعوت کی ننگی تلوار ہاتھ میں لے کر کفار اہلِ نار اور مشرک موذیوں کو قتل کرتا ہے۔ بمقتضائے : اِقْتُلُوا الْمُؤْذِيَاتِ قَبْلَ الْاِيْذَاءِ ؕ ترجمہ : "موذیوں کو ایذا رسانی سے قبل قتل کر دیا کرو"۔ لیکن ناقص اہلِ دعو

کے حق میں تیغِ دعوت اس کے اپنے دونوں رانوں کے درمیان چل جاتی ہے جس وقت ناقص تیغِ دعوت چلاتا ہے خود بخود کٹ کر ہلاک ہو جاتا ہے۔ ناقص اور کامل اہل دعوت کی یہ علامت ہے کہ کامل نہ ترک حیوانات جلالی وجمالی کرتا ہے اور نہ اُسے زکوٰۃ، نصاب، حصارہ وقت سعد ونحس، عدد حساب بروج دکواکب وغیرہ کی احتیاج ہوتی ہے۔ ناقص خام دعوت پڑھنے والے کو اس قسم کی پابندیوں اور بکھیڑوں کی ضرورت رہتی ہے۔ ترک حیوانات کفارِ نابکار کا طریقہ ہے۔ اہل دعوت کامل ہر حلال چیز کھاتا ہے کیونکہ اس کا کھانا سرتا پا نُور اور خواب ونیند مشاہدۂ حضور، اسکی گویائی ہمیشہ ذکر اللہ مذکور، اس کا قلب بیت المعمور اور رُوح فرحت وشوقِ مشاہدہ سے دوام مسرور ہوتی ہے۔ بیت :

سیل بے رہبر کو دریاؤں میں لیجاتا ہے کون شوق جب ہو پیشوا راہبر کی کچھ حاجت نہیں

صاحبِ دعوتِ کامل بذریعۂ علم دعوت القبور حضور پُر نور میں پہنچ جاتا ہے اور قُرب پروردگار سے الہام کے ذریعے ہر سوال کا جواب باصواب پاتا ہے۔ اُسے پیغام پہنچانے کے لیے فرشتہ موکل کے وسیلے کی حاجت نہیں رہتی۔ یاد رہے[1] کہ بعض طالب علمِ دعوت پڑھنے میں قابل لیکن اجازت میں ناقص ہوتے ہیں، اور بعض طالب اجازت میں کامل لیکن دعوت میں ناقص ہُوا کرتے ہیں۔ طالب قابل وہ ہے کہ اجازت اور ریاضت ہر دو عملین میں عامل اور کامل ہو۔ آخر مقامِ فقر میں منتہی وہ ہے کہ صاحبِ توجہ توفیق، اہل تصور طریق وبا تصرف تحقیق اور اہلِ تفکر فنا فی اللہ بحق رفیق ہو۔ کامل فقیر اس قدر باطنی قوت اور طاقت رکھتا ہے کہ اگر کوئی اہلِ دعوت ہزار بار دعوت پڑھے یا کوئی بادشاہ اپنے لشکر اور سپاہیوں پر سونے اور چاندی کا بیشمار خزانہ خرچ کرے یا کوئی شخص دن رات کسی مشکل کام کے لیے ذِکر فکر مراقبہ یا علم اور حکمت کے جُملہ حیلے اور وسیلے استعمال کرتا رہے ان سب باتوں سے فقیر کامل کی ایک بار کی توجہ زیادہ مفید اور کارگر ہوتی ہے۔ فقیر کامل کی یہ توجہ مقامِ قُربِ اللہ حضور سے جاری ہوتی ہے ایسے ذاتی نُور کی توجہ

[1] پڑھنے میں کامل اور اجازت میں ناقص کی مثال یُوں ہے کہ گویا کوئی شخص بندوق چلانے میں تو قابل اور ماہر ہے لیکن سرکاری لائسنس نہیں رکھتا اور اسکے برعکس پڑھنے میں ناقص لیکن اجازت میں کامل کی مثال ایسے شخص کی ہے جو تمام وقت بندوق کا لائسنس حاصل کیے ہُوئے ہے لیکن بندوق چلانی نہیں جانتا۔ اہل دعوت کامل ہر دو میں قابل ہو۔

روز بروز روبہ ترقی قیامت تک جاری اور کاری رہتی ہے کبھی بند نہیں ہوتی۔ یہ مرتبہ فقیر کامل اہل عیان کا ہے۔ کامل اہل عیان حضور پُر نور سے علمِ عین العیان حاصل کرتا ہے۔ نادانستہ غیب جانتا ہے اور ناشنیدہ باتوں کو بیان کرتا ہے۔ علمِ غیب خاصہ خدا جانتا ہے اور[1] اپنے خاصگانِ درگاہ کو بقدر وسعت واستعداد علمِ غیب لاریب عطا فرماتا ہے۔ چنانچہ علمِ لدنی کے ذریعے علمِ غیب طالب کو بے واسطہ سینہ بسینہ دل کی باطنی راہ سے حاصل ہو جاتا ہے۔ بعض سالکوں کو اللہ تعالےٰ کے قرب

[1] علمِ لدنی اور علمِ غیب کی مثال قرآنِ کریم کی سورۂ کہف کے اندر خضر علیہ السلام اور مُوسیٰ علیہ السلام کے واقعے میں مذکور ہے کہ موسیٰ علیہ السلام نے خضر علیہ السلام کی صحبت میں رہنے دوران سے باطنی علم لدنی سیکھنے کی استدعا کی۔ جو اس شرط پر منظور کی گئی کہ موسیٰ علیہ السلام خضر علیہ السلام کے کسی فعل پر اعتراض نہیں کریں گے۔ اثنائے رفاقت حضرت خضر علیہ السلام نے کشتی میں سوراخ کرکے اسے معیوب کر دیا۔ اور ایک معصوم بچے کو قتل کر ڈالا۔ اور ایک ٹوٹی ہُوئی دیوار کو دوبارہ بنا ڈالا۔ یہ تینوں کام بظاہر موسیٰ علیہ السلام کو نامعقول اور نامُناسب نظر آئے، وہ اعتراض کرتے رہے جس پر خضر علیہ السلام نے اُن تینوں کاموں کی باطنی مصلحتیں سمجھا کر انھیں اپنی صُحبت اور رفاقت سے علیٰحدہ کر دیا۔ سو خضر علیہ السلام کو ان کاموں کے انجام اور غیبی نتیجے اپنے خداداد علمِ لدنی اور علمِ غیبی سے معلوم تھے۔ اور یہ علوم آج تک دُنیا میں اللہ تعالیٰ اپنے خاص خاص بندوں کو عطا کرتا رہتا ہے یہ سلسلہ قیامت تک سینہ بسینہ چلتا رہے گا۔ عوام ظاہر بین لوگوں کا اس علم کے وجود پر اعتراض لازمی امر ہے کیونکہ وہ اس علم سے بالکل بے خبر اور ناواقف ہیں۔ ع

ذوق ایں بادہ نیابی بخدا تا بخشی —— ہم یہاں خضر علیہ السلام کے تینوں کاموں کی باطنی تاویل ناظرین کی دلچسپی کے لیے بیان کرتے ہیں: اوّل[1] مرشد کامل بعض طالبوں کو اس طرح اللہ تعالیٰ کی طرف لاتے ہیں کہ اسکے تن کی کشتی کو اس طرح معیوب کر دیتے ہیں کہ وہ دُنیا کے کام کا نہیں رہتا۔ اور ہر شخص اسے دُنیوی کاروبار میں نااہل سمجھ کر اپنے کام میں شریک کرنا نہیں چاہتا اس لیے وہ چاروناچار دنیوی سُلطان یعنی شیطان کی بیگار سے چھوٹ جاتا ہے۔ دوم[2] شیخ کامل طالب کے طفلِ معنوی یعنی نفس کو تیغِ توجہ اسم اللہ ذات سے قتل کر ڈالتا ہے تاکہ قلب اور رُوح کو جو کہ طفلِ نفس کے لیے بمنزلہ والدین کے ہوتے ہیں اسکے اخلاق ذمیمہ سے اذیت اور تکلیف نہ پہنچے۔ سوم[3] شیخ طالب مبتدی کے گنج کشف وکرامات کو چھپانے کے لیے اس پراگندہ سلوک کی ایک مضبُوط دیوار کھڑی کر دیتا ہے تاکہ جس وقت طالب کامل سالک ہو کر باطن میں حدِ بلوغ اور منتہائے مقصُود کو پہنچ جائے، اور گنج کشف وکرامات کو سنبھالنے کے قابل بن جائے اس وقت وہ اسے حاصل کرلے، ورنہ کمال سلوک سے پہلے اگر طالب کا باطنی خزانہ مکشوف ہو جائے تو وہ کشف وکرامات کی وجہ سے رجوعات خلق میں گرفتار ہو جاتا ہے اور اس کا باطنی خزانہ لُٹ جاتا ہے۔

اور قُدرت سے القاء اور الہام ہوتا ہے۔ یہ سب مراتب حضرت محمد رسُول اللہ صلے اللہ علیہ وسلّم کی نظرِ کرم و لُطف سے فقیر کو حاصل ہوجاتے ہیں۔ جو شخص اس راہِ باطن کا منکر ہے وہ مُردہ دل اور دل سیاہ ہے۔ اور اہلِ دُنیا طالبِ جیفہ مردار و طلبگارِ عزّ و جاہ ہے۔

شرحِ یقین و تلقین

واضح ہو کہ یقین تلقین کے ذریعے حاصل ہوتا ہے۔ یقین[1] نُورِ ایمان ہے جسے عطاءِ ازلی کہتے ہیں۔ تلقین کے ذریعے اسم اللہ ذات جس وجود میں آفتاب کی مانند چمکتا ہے وہ شخص روشن ضمیر اور بے حجاب ہوجاتا ہے۔ اگر کوئی شخص یہ دعویٰ کرے کہ مَیں نے خدا کو کسی صُورت میں دیکھا ہے، اس نے نہیں دیکھا۔ اللہ تعالیٰ کا دیدار اور لقاء مخلوق کی صُورت میں ہرگز نہیں ہوتا۔ کیونکہ وہ بے شل و بیمثال اور بے چون و بے چگوں لازوال ذات ہے، بلکہ جس شخص کو اللہ تعالےٰ اپنے شرفِ دیدار اور لقاء سے

[1] یقین اور تلقین سالک کے لیے ہر دو لازم و ملزوم ہیں یقین سالک کے لیے بمنزلہ نورِ بصارت اور آنکھوں کی مانند ہے اور تلقین روشنی کی طرح ہے۔ روشنی کے بغیر آنکھیں بیکار ہیں۔ اور اندھے بے بصر آدمی کے لیے نورِ روشن بھی شبِ تار ہے۔ جس شخص کے اندر اللہ تعالیٰ نے روزِ ازل سے نورِ یقین اور توفیقِ ہدایت بطور ودیعت نہیں رکھی، ایسے لوگوں کے لیے اولیاء اللہ کی تلقین تو کیا پیغمبروں کے معجزے بھی کارگر اور مؤثر ثابت نہیں ہوئے۔ جیسا کہ ابُوجہل اور ابُولہب وغیرہ تمام عُمر مکّہ میں رہے، قرآن سُنتے رہے اور معجزے و آیاتِ بیّنات دیکھتے رہے لیکن چونکہ نُورِ یقین سے محروم اور ازلی اندھے تھے اس لیے دعوتِ نبویؐ کے نُور اور روشنی سے انھیں کچھ فائدہ نہ ہُوا۔ قولہٗ تعالےٰ:

اِنَّكَ لَا تَهْدِیْ مَنْ اَحْبَبْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ یَهْدِیْ مَنْ یَّشَآءُ وَهُوَ اَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِیْنَ ○

ترجمہ: اے محمد (صلّی اللہ علیہ وسلّم) تو ہرگز ایسا نہیں کر سکے گا کہ ہر آدمی کو جیسا کہ تیرا ارادہ رحمۃ اللعٰلمینی ہے ہدایت پر لے آوے بلکہ اللہ تعالیٰ نے جسے چاہا ہے روزِ ازل سے ہدایت کی توفیق اور ایمان کی استعداد بخشی ہے اسی کو اللہ تعالےٰ ہدایت کی طرف لاتا ہے، اور وہ ان ہدایت پر آنے والوں کو خوب جانتا ہے۔

حسنؓ ز بصرہ بلالؓ از حبش صہیبؓ از روم ... ز خاکِ مکّہ ابُوجہل ایں چہ بُوالعجبیست

لیکن برعکس اسکے جن لوگوں میں روزِ ازل سے بصارتِ یقین اور استعدادِ ہدایت موجود ہو لیکن پیغمبروں کی نورِ دعوت تلقین اور توجہ کی روشنی نہ ہو تو ان کی وہ استعداد اور قابلیت اس طرح ضائع ہوجاتی ہے جس طرح تخم اور بیج بغیر پانی

باقی اگلے صفحہ پر

مشرف فرماتا ہے اس کی طرف اپنی ذاتی نورِ دیدار سے تجلّی فرماتا ہے اور اس کے تمام وجود کو اس ذاتی نُور سے منوّر فرما دیتا ہے یہانتک کہ اس کی تمام ناسوتی ظلمتیں کافور ہوجاتی ہیں۔ اس وقت اس کا وہ نُوری وجود لامکان میں دیدارِ غیر مخلوق سے بے جہت و بے کیف مشرف ہوجاتا ہے اور بے کام و بے زبان ہم سخن ہوتا ہے۔ یہ مرتبہ تصورِ اسم اللہ ذات سے طالب کو نصیب ہوتا ہے کیونکہ اسم اللہ مسمّیٰ تک پہنچنے اور اسکے وصل اور مشاہدے سے مشرف ہونے کا واسطہ اور ذریعہ بن جاتا ہے۔ سو اس طرح اسم اللہ ذات کے برزخ کے اندر دیدار دیکھنے میں مخلوق کی مثل اور مثال کا شائبہ تک نہیں ہوتا۔ جو شخص اس طرح بے مثل و بے مثال دیدار دیکھے، ایسے دیدار کی شان اور نشان مخلوق کے وہم اور خیال سے بالاتر ہوتا ہے۔ جو شخص حضرت محمّد رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کی نظرِ کرم و عنایت سے اس مرتبے تک پہنچ جاتا ہے، اسے اسم اللہ ذات کی تلقین سے مرتبہ یقین حاصل ہوجاتا ہے اس کے لیے مرتبہ حیات و ممات ایک ہوجاتے ہیں۔ کیونکہ وہ بمقتضائے "مُوْتُوْا قَبْلَ اَنْ تَمُوْتُوْا" ظاہری موت سے پہلے معنوی طور پر مرجاتا ہے۔ جیسا کہ آیا ہے: اِنَّ اَوْلِیَآءَ اللّٰهِ لَا یَمُوْتُوْنَ بَلْ یَنْتَقِلُوْنَ مِنَ الدَّارِ اِلَی الدَّارِ ○

ترجمہ: اولیاء اللہ نہیں مَرتے بلکہ وہ دنیا کے مادی مکان سے آخرت کے رُوحانی لطیف مکان کی طرف نقل مکانی کر لیتے ہیں۔

جو عارف اس طرح مرتبہ خاص یقین حاصل کر لیتا ہے اس وقت وہ اللہ تعالیٰ سے واصل ہوجاتا ہے اور بے یقین شخص تمام عُمر بے حاصل رہتا ہے۔

اقسامِ یقین

یقین تین قسم کا ہے، ایک[1] یقین فراری جیسا کہ کفّار و مُشرکین کو اپنے بتوں پر یقین ہے۔ دوم[2] یقین اقراری جیسا کہ عوام اہلِ اسلام کو زبانی رسمی رواجی طور پر کلمہ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) کا اقرار ہوتا ہے۔ سوم[3] یقین اعتباری، یہ یقین اہلِ تصدیق با توفیق مُرشدِ کامل سے بذریعہ تلقین حاصل ہوتا ہے جسے عین الیقین کہتے ہیں۔ ایسا یقین پہاڑ کی طرح سخت راسخ اور مضبوط ہوتا ہے۔ یہ یقین نہ تنکے کی طرح ہر سیلاب آزمائش میں بہتا ہے اور نہ شکوک و شبہات کی آندھیوں میں اُڑتا ہے۔ یقین تائیدِ ایزدی کی ایک نُوری

ضائع ہوجاتا ہے۔ مثلاً عرب کے علاقے پر اگر آفتابِ رسالت نہ چمکتا تو یہ ممکن نہ تھا کہ عرب کے اکھڑ، جاہل اور سرکش لوگ صحابہؓ بن کر آسمانِ کمال اور اوجِ ترقی پر درخشندہ ستاروں کی طرح چمکتے۔

صُورت ہے جسے سُلطان الفقر کہتے ہیں۔ یہ صُورت فقیر ہمیشہ عاجزوں کی دستگیر رہتی ہے جس شخص کے وجود میں خاص نُورِ یقین آجاتا ہے وہ مکمّل طور پر ہر بدعت اور بے دینی سے پاک اور صاف ہو جاتا ہے۔

تفرِیق میانِ عُلماء و فقراء

عُلماء اور فقراء میں یہ فرق ہے کہ عُلماء عِلم کے غرور اور پندار کے سبب انانیت کی مستی اور نفس و ہوا کی ہستی میں مُبتلا رہتے ہیں، لیکن فقراء غلباتِ اشتیاقِ الستی کے باعث نفس و ہوا کے جمیع قیود اور ہستی سے آزاد اور جُدا رہتے ہیں اور اللہ تعالیٰ سے واصل اور یکتا رہتے ہیں، یہ ہے مرتبۂ تلقین بالیقین کا۔ اس کتاب کا مطالعہ کرنے والا اگر کافر نفسانی مثل یہود و نصاریٰ ہے، بیشک اس کے مطالعہ سے حقیقی مومن مُسلمان ہو جائے گا۔ اگر وہ مردہ دل ہے، زندہ دل اور روشن ضمیر ہو کر شرک اور کُفرِ خفی سے نجات پا جائیگا۔

یاد رہے کہ یقین عِلم ہے یا یہ کہ علم یقین ہے۔ عِلمِ یقین عقل کو بیدار کرتا ہے اور دل سے پردۂ غفلت و ظلمت اُٹھا کر آخر وسیلۂ معرفت و توحیدِ پروردگار ہو جاتا ہے۔ عِلمِ یقین کا منصب علیٰحدہ ہے اور عِلمِ تلقین کا مقام الگ ہے۔ عارفوں کے اس بارے میں دو قول ہیں۔ ایک گروہ کی رائے یہ ہے اَلْیَقِیْنُ فَوْقَ التَّلْقِیْنَ یعنی یقین تلقین سے بالاتر ہے۔ دُوسرے گروہ کا خیال ہے کہ: اَلتَّلْقِیْنُ فَوْقَ الْیَقِیْنِ ط یعنی تلقین یقین سے بہتر اور اولیٰ تر ہے۔ مصنفؒ کہتا ہے کہ عارف سالک کے لیے ہر دو یقین اور تلقین بمثل دو پروں کے ہے کیونکہ علم تلقین سے بذریعۂ توجہ و تصور نُورِ توفیق حاصل ہوتا ہے اور عِلمِ یقین سے قُربِ الٰہی نصیب ہوتا ہے۔ اور طالب لایحتاج ہو جاتا ہے تلقین سے اسم اللہ ذات کا نُور طالب کو معراج پر پہنچا دیتا ہے۔ یہ ہر دو علمین یعنی عِلمِ یقین اور عِلمِ تلقین طریقۂ قادری میں حق تعالےٰ کے اسم یافتاح کی مفتاحِ فتوح اور کلیدِ توحید سے کھل جاتے ہیں جس سے مرشد کامل روزِ اوّل قادری طالب کے ہر قفلِ مُہمات کو کھول دیتا ہے اور عین الیقین سے چہرۂ مطلوب دکھا دیتا ہے۔ غرض طالب قادری کی طلب و جستجو نُورِ یقین سے، راہِ طریقت میں اس کی تمام تگ و دو نُورِ یقین سے، اور جُملہ شنوائی و گویائی اور بینائی نُورِ یقین سے اور مطالعہ علم باطن نورِ یقین سے ہوتا ہے۔ یقین ایمان کے لیے بمنزلۂ لباس کے ہے اور ایمان یقین کی گویا جان ہے۔ جو شخص ایک دفعہ عِلمِ یقین پڑھ لیتا ہے اور علمِ یقین جان لیتا ہے اسے تمام عُمر ریاضت اور مجاہدے وغیرہ کی احتیاج نہیں رہتی۔

ابیات:

اصل یقیں ہے تو یقیں یار کر — آپ کو تو محرمِ اسرار کر
اصل یقیں ہے تو یقیں کر طلب — تاکہ تُو ہو محرمِ اسرارِ رب
مِلتا ہے یہ خاص یقیں با نظر — ہے وہ نظر جو کہ کرے خاک زر
عِلم یقیں کا ہے ثمر ذات نور — ہے یہ یقین صُورت رہبر حضور
تیرا یقیں اصل یقیں ہی نہیں — جیسے برہمن کو ہو بُت پر یقیں
اصل یقیں یہ ہے کہ ہو حق طلب — یا ہو تجھے عِشق رسُول عربؐ
غیر کا طالب ہے سدا بے یقیں — تابع شیطان سراسر لعیں

واضح ہو کہ نُورِ یقین محض اقرارِ زبانی اور مطالعہ کتب بیانی سے حاصل نہیں ہوتا اور نہ ہی یہ نُور شش جہت مکانی و زمانی میں پایا جاتا ہے اور نہ ہی اربعہ عناصر خاک، آب، آتش اور ہوا میں یہ نُور سماتا ہے۔ جو شخص اِن ناسوتی جہتوں اور آفاقی مادّی منزلوں سے نکل کر مقامِ نورِ حضور میں جا داخل ہوتا ہے، وہ اللہ تعالیٰ سے یکتا ہو جاتا ہے۔ بیت ؎

چار تین اور دو سے گذرا کیا ہُوا — جب دوئی سے گذرا بس یکتا ہُوا
جو ہُوا یکتا بحق واصل ہُوا — فقر و فضل و فیض تب حاصل ہُوا

"اِذَا تَمَّ الْفَقْرُ فَهُوَ اللّٰهُ ط

ترجمہ: فقیر کا فقر جب تمام ہو جاتا ہے پس وہ اللہ سے واصل ہو جاتا ہے۔

جب نُورِ فقر سے فقیر کا وجُود پُر ہو جاتا ہے تو دریا کی طرح اس کا وجود پُر دُر ہو جاتا ہے۔ اِس وقت سالک ہر وقت غرق دریائے توحید اور دوام صاحبِ حضور ہوتا ہے۔ یہ مراتب عارف ربانی کے ہیں۔ اے عالم زبانی ظاہری علم پر مغرور نہ ہو اور اے زاہد خشک مزدُور اپنے زُہدِ خشک پر غرہ نہ ہو۔

ابیات:

جُثّہ میرا اگرچہ ہوگا زیرِ خاک — روح دائم ہوگی واصل ذاتِ پاک
قلب کو ہے قُرب دائم با حضُور — محو فی اللہ غرق دائم ذاتِ نُور
گُم قبر گُم جُثّہ گُم جاں ہے فقیر — لامکاں میں لے اُڑے جُثّہ چُو تیر

جو ولی کو مُردہ سمجھے اے عزیز　　آپ ہی وہ مُردہ احمق بے تمیز
باہُوؒ یہ رستہ دکھا بہراز خُدا　　زندہ ہُوں دائم بہمدم مُصطفٰےؐ

قولہٗ تعالٰے : وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ یُّقْتَلُ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ اَمْوَاتٌ ؕ بَلْ اَحْیَاءٌ وَّ لٰکِنْ لَّا تَشْعُرُوْنَ ۝

ترجمہ : اے مُسلمانو! ان لوگوں کو جو راہِ خُدا میں قتل ہُوئے مُردہ خیال نہ کرو بلکہ وہ زندۂ جاوید ہیں پر تم نہیں سمجھتے۔

ابیات :

معرفت رستہ الگ، تعلیم اور　　عالم ظاہر ہے اُس سے چشم کور
عارفوں کی ہے نظر سُوئے خُدا　　یہ مَراتب ہیں طفیلِ مُصطفٰےؐ

محبّتِ خاص

محبّت خاص بھی ایک قسم کی معراج ہے اور اللہ تعالیٰ کا مشاہدہ اور لقاؑ وقت پر موقوف ہے، خواہ طالب کتنا ہی صادق مثل معروفؒ ہے۔ جس شخص کے سلوک کی بُنیاد تصورِ اسم اللہ ذات اور مشقِ وجودیہ مرقوم اس کی اصل ہے اس کی ابتدا اور انتہا، گویا حق تعالٰے کا مشاہدہ اور وصل ہے۔ بعض سالکوں کو ظاہری شغل اشغال مثلاً ذکر فکر، اطاعت اور عبادت کے ذریعے ایک گونہ باطنی حضور ہو جاتا ہے اور بعض سالکوں کا فطرتًا اور قُدرتًا باطن نُور سے معمُور ہوتا ہے۔ بعض اپنے حال سے واقف اور آگاہ ہوتے ہیں، لیکن بعض سالک اپنے حال سے بے خبر راہرو راہ ہوتے ہیں۔

عالمِ حقیقی اور عالمِ زندیقی

جس عالِم کے عِلم کا سرمایہ کبر و انانیّت اور محض خالی پندار ہے وہ عالم مثل مار ہے اور جس عِلم سے قلب اور روح منوّر ہو ایسا عِلم راہِ سلوک میں یار و مددگار ہے اور ایسا عالم واقعی عالم باعمل، ہوشیار، لائق دیدار پروردگار ہے۔ ایسے عالم کے خطاب ہیں عالم باللہ، عالم فنا فی اللہ اور عالم عارف ولی اللہ۔ ایسا عالم عِلم کے مرتبے سے گذر جاتا ہے اور فقیر ولی اللہ کے مرتبے کو پہنچ جاتا ہے۔ ایسا عالم دوام غرق باسم اللہ توحید مثل حضرت سُلطان بایزیدؒ ہوتا ہے۔ جو شخص اسم اللہ اور اسم حضرت مُحمّد رسُول اللہ صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کی تاثیر اور برکت کا مُنکر اور بے یقین ہے، وہ گویا ثانی ابُوجہل یا آلِ فرعون لعین ہے۔

جس طرح کافر ازلی کو کلمہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) کا پڑھنا مشکل ہے اِسی طرح مُردہ دل نفسانی کو عِلمِ تصوّف کا حصُول مشکل اور دُشوار ہے۔ کیونکہ علم تصوّف سے نفس شرمندہ، قلب زندہ اور روح روشن بینندہ ہوتا ہے۔ علم تصوّف انسان کو حق کی طرف لاتا، سبقِ علم تصدیق باعیان سکھاتا اور بے حجاب اللہ عارف ربّانی بناتا ہے۔ علم تصوّف سے آخر کار طالب واصل بحق ملحق ہو جاتا ہے۔ مُرشد ناقص طالب کو ذِکر فِکر وِرد وظائف، رنج و ریاضت اور چلّوں میں ڈال کر اس کی عمر ضائع کراتا ہے۔ لیکن مُرشد کامل روزِ اوّل طالب کو گنجِ تصرف حضوری معرفت سے مالامال فرماتا ہے۔ بیت :

باحضوری معرفت دل زندگی　　بے حضوری زندگی شرمندگی

مُرشد بننا آسان کام نہیں ہے۔ طالب مَست ہاتھی کا زانو باندھنا اور اسے رام کرنا نہایت مشکل کام ہے۔ یہ باطنی توفیق اور روحانی طاقت عارف کامل کو حاصل ہوتی ہے جو فیل بان کی طرح طالب کی گردن پر سوار ہو جاتا ہے اور جس طرف چاہتا ہے طالب مَست ہاتھی کو لے جاتا ہے۔ اگر طالب لومڑی کی طرح حیلہ جُو اور مُرشد شغال آثار ہے تو معلوم ہُوا کہ ہر دو کا مقصود اور مطلوب جیفۂ دُنیا مُردار ہے۔ لیکن طالب مثلِ شیر اور مُرشد شیربان ہے تو ہر دو کا مطلوب شکار زندہ حیوان ہے۔ شیر ہرگز مُردہ جیفہ مردار دُنیا کی طرف التفات اور توجہ نہیں کیا کرتے اور اگر مُرشد کامل مثلِ شہباز لیکن طالب غلیواز ہے تو ان کی رفاقت، صحبت اور مجلس ہرگز راس نہیں بیٹھتی۔ نصیحت احمق نادان کے لیے فضیحت ہے۔ مُرشد کامل عالم علم معمّٰی کشا اور عین معمّٰے نما ہوتا ہے کہ طلسمِ وجود کو کلیدِ رسم سے اور گنجِ معرفت کا دروازہ کلید اسم اللہ ذات سے کھول لیتا ہے۔

---

[1] اگر سچ پُوچھو تو کفّار اور مُشرکین کلمہ کے اوّل حصّے لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ یعنی توحید کے اس قدر مُنکر نہیں ہیں جتنا یہ لوگ کلمے کے دُوسرے حصّے مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ (صلّی اللہ علیہ وسلّم) سے جلتے اور مرتے ہیں۔ آج دُنیا میں کسی عیسائی، یہودی، ہندو، سکھ، پارسی غرض کسی غیر مذہب والے سے جا کر یہ پُوچھو کہ کیا تم خدا کو ایک مانتے ہو تو تقریبًا سب ہی جواب دیں گے کہ ہم خدا کو ایک مانتے ہیں لیکن ان سے یہ سوال کیا جائے کہ آیا تم محمد رسُول اللہ صلّے اللہ علیہ وسلّم کو خدا کا سچا پیغمبر مانتے ہو تو سب کے سب انکار کریں گے۔ تو معلوم ہُوا کہ حقیقی مُسلمان صرف ذاتِ احمد صلّی اللہ علیہ وسلّم پر ایمان لانے والا ہے اور سچا سالک حضرت مُحمّد رسول اللہ صلّے اللہ علیہ وسلّم کا پیرو ہے اور وہی اللہ تعالیٰ کا محبُوب ہے اور یہی کُفر و اسلام کی کسوٹی ہے۔ فافہم

معرفت کے یہ معارف عمیق اور اسرار دقیق رمز بارمز، اشارہ باشارہ، ایمار بایمار نصیب فقرا اور اولیائے خدا ہوتے ہیں مرشد کامل کی توجہ کے بغیر طالب ہرگز کسی منزل اور مقام کو نہیں پہنچ سکتا اگرچہ تمام عمر ریاضت میں سر پتھر پر مارتا رہے اور سخت چلّے اور ریاضتیں کرتا پھرے۔ واضح ہو کہ کامل آدمی کا وجود سر سے لیکر پاؤں تک اللہ تعالیٰ کے نور کی ایک خاص صورت اور ایک مکمل نوری مورت ہوا کرتی ہے۔

مرتبہ فنا فی اللہ، فنا فی الرسول، فنا فی الشیخ

جس فقیر کے اندر اللہ تعالیٰ کا یہ غیر مخلوق نور آجاتا ہے اس کی ہر بات اللہ تعالیٰ کے حضور سے ہوا کرتی ہے۔ یہ ہے مرتبہ "لِسَانُ الْفُقَرَاءِ سَيْفُ الرَّحْمٰن"۔ اور جس عارف کے وجود میں نور حضرت محمد رسول اللہ از راہِ لطف و کرم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم آجاتا ہے اس کی ہر بات نور محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کے معدنِ انوار سے ظہور پذیر ہوا کرتی ہے یہ ہے مرتبہ فنا فی الرسول صلی اللہ علیہ وسلم اور جس طالب کے وجود میں اپنے شیخ اور مرشد کا نور از راہِ تلقین وارشاد سما جاتا ہے اس کی ہر بات اپنے شیخ اور مربی کی توجہ اور نگاہِ فیض اثر کا مظہر ہوا کرتی ہے اسے کہتے ہیں مرتبہ فنا فی الشیخ۔ یہ مراتب محض اللہ تعالیٰ کے طالبوں، عارفوں اور عاشقوں کو ہی نصیب ہوتے ہیں۔ ظاہری کسبی عالم فاضل اس علم سے بے خبر ہیں کیونکہ یہ لوگ محض خالی علم حروف والفاظ و عبارت کے معانی وغیرہ کے واقف اور محرم صرف و نحو زیر و زبر ہیں۔ جملہ علوم فقہ، تفسیر و حدیث و علم منطق معانی وغیرہ کی اصل و غرض و غایت علم معرفت و علم توحید ربانی و علم فقر ہے، جو کہ حضرت سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے موجبِ فخر ہے۔ جو شخص دنیا پر فخر کرے وہ فرعونی ہے۔

مارِ نفس و برکت اسم اللہ ذات

نفس سانپ کی طرح انسان کے غارِ وجود میں گھسا ہوا پوشیدہ اور پنہاں رہتا ہے۔ وہ صرف افسون اور منترِ اسم اللہ ذات کی برکت اور تاثیر سے باہر آجاتا ہے اور مخالفت اور محاسبے کے ہتھیار سے پکڑا اور جکڑا جاتا ہے۔ جو شخص افسون اور منتر پڑھے بغیر مارِ نفس پر ہاتھ ڈالتا ہے فوراً زخم اور ڈنک کھا کر زہر سے ہلاک ہو جاتا ہے اور اس مارِ نفس کا زخم خوردہ ہرگز علاج پذیر نہیں ہوتا۔ یہ زہر لادوا ہے جان لے کر چھوڑتا ہے مجھے اُن لوگوں پر سخت تعجب آتا ہے کہ جن کی زبان پر دن رات تلاوتِ قرآن مجید، تفسیر اور نصِ حدیث ہے لیکن ان کے اندر نفسِ امارہ بدخو مثل دیو خبیث ہے

یہ خبیث دیو ہرگز عالم فاضل سے بھی دفع نہیں ہوتا۔ جب تک کسی مرشد کامل سے تلقین و تعلیم باطنی حاصل نہ کرے۔ ظاہری[1] کسبی عالم خواہ کتنا ہی بڑا عالم فاضل کیوں نہ ہو، استادِ علم باطن کامل فقیر کے سامنے ایک ادنیٰ شاگرد اور مبتدی کی حیثیت رکھتا ہے کیونکہ فقرائے کامل تمام دنیا پر امیر ہوتے ہیں۔

---

[1] علم ظاہری سے نفسِ امارہ ہرگز نہ مغلوب ہوتا ہے اور نہ ہی مرتا ہے بلکہ زیادہ سرکش، مغرور اور موٹا تازہ ہوتا ہے اور جب تک راہِ سلوک میں سالک نفس سے خلاصی اور نجات حاصل نہ کرے اللہ تعالیٰ سے ہرگز واصل نہیں ہو سکتا کیونکہ خدا اور خودی اکٹھے نہیں ہو سکتے۔ حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ نے اللہ تعالیٰ سے سوال کیا کہ: كَيْفَ الطَّرِيْقُ اِلَى الْوِصَالِ یعنی تیرے وصل کا کون سا راستہ ہے؟ جواب آیا کہ: دَعْ نَفْسَكَ وَ تَعَالَ۔ کہ نفس کو چھوڑ کر آجا واصل ہو جائے گا۔ ہمیں ایسے لوگوں پر سخت تعجب آتا ہے جو خودی کے پرستار ہیں اور خودی کو بلند کرنے کی تلقین کرتے ہیں۔ خودی تو شیطان نے کی تھی جس کے سبب وہ راندۂ درگاہ اور لعین ہو گیا۔ خودی کے مٹانے میں خدا ملتا ہے۔ اسی واسطے کلمہ طیب میں پہلے نفی یعنی لَآ اِلٰهَ ہے جس سے تمام آفاق اور انفس کے غیر معبودوں اور مقصودوں کی نفی اور فنا مطلوب ہے۔ انفس میں سب سے بڑا صنم اکبر انسان کا اپنا نفس اور اس کی ہوا ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: اَفَرَاَيْتَ مَنِ اتَّخَذَ اِلٰهَهٗ هَوَاهُ۔ ترجمہ: "آیا تُو نے دیکھا اس شخص کو جس نے اپنی ہوائے نفسانی کو اپنا معبود بنایا"۔ جو شخص اللہ تعالیٰ کی راہ میں اپنے آپ کو مٹا دیتا ہے اللہ تعالیٰ اُسے اپنے نور سے ابدی زندگی اور دائمی بقا بخش دیتا ہے۔ مَنْ كَانَ فِي اللهِ تَلَفُهٗ كَانَ حَقًّا عَلَى اللهِ خَلَفُهٗ۔ "جو شخص اللہ کی راہ میں کوئی چیز تلف اور ضائع کر دیتا ہے اللہ تعالیٰ پر اس کا عوض اور حق لازم آجاتا ہے اور وہ ضرور اس کا معاوضہ عطا فرماتا ہے"۔ سیاسی سودائیوں کا یہ دعویٰ سراسر باطل ہے کہ صوفیوں نے جو خودی کے مٹانے کی تلقین کی ہے وہ سراسر گوسفندانہ بولیاں ہیں اور ان بولیوں سے اسلام کو سیاسی ضعف اور زیاں پہنچا ہے۔ تصوف اور اسلام کی تلقین واقعی یہ ضرور ہے کہ مسلمان اپنے مسلمان بھائی کے سامنے گوسفند بنا رہے لیکن مخالفین کفار کے مقابلے میں بھیڑیا اور شیر ثابت ہو۔ جیسا کہ آیا ہے: اَشِدَّاءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَاءُ بَيْنَهُمْ۔ راہِ خدا میں جہاد اور شہادت تو اپنے آپ کو راہِ خدا میں مٹانے کا نام ہے نہ کہ خودی کو بچانے بلند کرنے اور بڑھانے کا نام ہے مسلمان اپنے ایک غریب مسکین مسلمان کے آگے متواضع اور عاجز بنا رہے تو محمود ہے لیکن یہی عجز اور تواضع ایک کافر مشرک یا دنیا دار متکبر کے آگے بہت مذموم اور مردود ہے بلکہ اَلْكِبْرُ مَعَ الْمُتَكَبِّرِيْنَ عِبَادَةٌ۔ ترجمہ: "متکبر اور مغرور لوگوں کے ساتھ شانِ تجمل اور خود داری بلکہ کبر سے پیش آنا عبادت میں داخل ہے"۔ بلکہ حدیث میں آیا ہے:

بقیہ اگلے صفحہ پر

اِنتہاءِ فُقراء

آخر فقراء کی انتہا یہ ہے کہ فقیر جو کلام مُنہ سے نکالتا ہے اس کلام میں وہ ذاتِ حق سے ہم سخن ہوتا ہے اور اسی کلام میں وہ تمام خلقِ خُدا حتّٰی کہ حضرت محمد مصطفٰے صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم سے اور جُملہ انبیاء واولیاء اور ملائکہ و جن و انس سے ہمکلام و ہم زبان ہوتا ہے۔ اس بات سے تعجب نہیں کرنا چاہیئے کہ حضرت بایزید بُسطامیؒ فرماتے ہیں کہ تیس[۳۰] سال تک میں اللہ تعالیٰ سے ہمسخن اور ہمکلام رہا اور اس وقت لوگ یہ سمجھتے رہے کہ ہم سے باتیں کر رہا ہے کیونکہ تصورِ اسم اللہ ذات روزِ اوّل طالب کو اس طرح پاک طیّب اور طاہر کر دیتا ہے کہ تمام عمر اسے مجاہدہ اور ریاضت کی احتیاج نہیں رہتی۔ طالب کے لیے ریاضت محض بطور آزمائش ہوا کرتی ہے۔ ورنہ مُرشد کامل روزِ اوّل ہی راز بخش سکتا ہے اور مُرشد اگر چاہے اپنی توجہ اور نگاہ سے طالب کو روزِ اوّل اللہ تعالےٰ کے قُرب مشاہدے اور وصال میں غرق کر دیتا ہے ؎

دُوربین ہے چشمِ باطن آنکھ ظاہر کے لیے
دیکھ لے اس دُوربیں میں جلوۂ محبوبِ غیب

مَنْ تُکْرِمُ غَنِیًّا لِغِنَائِہٖ فَقَدْ ذَھَبَ ثُلُثَا دِیْنِہٖ "یعنی جس شخص نے کسی دُنیادار آدمی کی محض دُنیا کی خاطر عزّت کی اُس کا دوتہائی دین جاتا رہا" اسلام اور تصوف اس بات کا واقعی مخالف ہے کہ انسان ہر وقت فرعون کی طرح کوس اَنَا رَبُّکُمُ الْاَعْلٰی بجاتا رہے یا شیطانِ لعین کی طرح اَنَا خَیْرٌ مِّنْہُ اپنی شیخی اور بڑائی بتاتا رہے۔ یہ خودی اور خودداری کفر ہے۔ غرض اللہ تعالیٰ اور انسان کے درمیان یہی نفس اور خودی حائل ہے۔ جب نفس کا گرد و غبار بیچ سے ہٹ جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ شاہ رگ سے قریب تر نظر آنے لگ جاتا ہے۔ خودی اور خود پرستی یا کبر اور انانیت اللہ تعالیٰ کی طرف سے مُنہ موڑ کر شیطان کی طرف دوڑنے یعنی فَفِرُّوْا مِنَ اللّٰہِ کا کام ہے اور نفس اور خودی کو مٹانا اللہ تعالیٰ کی طرف دوڑنے یعنی فَفِرُّوْا اِلَی اللّٰہِ کا نام ہے۔ قَوْلُہٗ تعالیٰ:

"اَذِلَّۃٍ عَلَی الْمُؤْمِنِیْنَ اَعِزَّۃٍ عَلَی الْکٰفِرِیْنَ" "مومنوں کے آگے ذلیل اور متواضع اور کافروں پر سخت دل اور شان دکھانے والے ہیں۔ ایک اور حدیث میں آیا ہے کہ جو شخص اللہ کے لیے جھکے اور تواضع کرے اللہ تعالیٰ اس کو بلند مرتبہ کرتا ہے پس والدین، بزرگ، اُستاد، مرشد، اولیاء، انبیاء کا ادب اور ان کی تواضع عین حق تعالیٰ کا ادب اور تواضع ہے اور اسمیں اللہ تعالیٰ کے حکم کی تعمیل اور اسکی رضامندی ہے اور اللہ تعالیٰ کا قُرب اور معرفت اس سے حاصل ہوتا ہے۔ غرض نفس مُرشد کے وسیلے کے بغیر ہرگز نہیں مرتا اور حیلے کے بغیر نفس کے دام سے چھٹکارا ہرگز نہیں ملتا۔ مولانا رومؒ نے خوب فرمایا ہے:

؎ نفس نتواں کشت اِلّا ظلِّ پیر   دامنِ ایں نفس کش را سخت گیر

فقیر کا دُشمن ان تین علامات سے خالی نہیں ہوتا۔ اوّل حاسد عالم مُردہ دل و زندہ زبان یعنی علمِ تصدیق سے بے خبر ناداں۔ دوم منافق کاذب کافر بے ایمان۔ سوم محبِ دُنیا بدخُو بدکردار حق بیزار۔

تفریق در فقیر کامل و درویش

فقیر کامل وہ ہے کہ ایک ساعت بلکہ ایک پلک بھی مجلس محمدی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم سے جُدا نہ ہو۔ جسے دوامِ حضوری مجلس محمّدی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم حاصل نہیں ہے وہ ہرگز فقیر کامل واصل نہیں ہے بلکہ اسے درویش کہتے ہیں اور درویش کا مرتبہ یہ ہے کہ وہ ہمیشہ لوحِ محفوظ کا مطالعہ کرتا ہے اور لوگوں کو آئندہ مستقبل کے حالات منجم کی طرح بتاتا ہے۔

تفاوت میانِ عالمِ ظاہر و عالمِ باطن

عالمِ ظاہر اور عالمِ باطن کے درمیان بڑا فرق ہے۔ عالمِ ظاہر وارث الانبیاء کی علامت یہ ہے کہ علم اس کا وسیلہ ہو کر اسے ہر رات یا ہر جُمعہ یا ہر مہینہ یا ہر سال دیدار پُر انوار حضرت احمد مختار صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم سے مشرف فرماتا ہے۔ جو عالم اس طرح دیدار پُر انوار حضرت محبوبِ کردگار سے باطن میں مشرف نہیں ہوتا علم اُسے نفع نہیں دیتا اور اسکے اندر تاثیر نہیں کرتا۔ ایسا عالم بے عمل محض کتابوں کا حامل جاہل گدھے کی طرح بار بردار۔ لوگوں کے حق میں مثل خار دلآزار اور رشوت خوار ہوتا ہے۔ اگر تمام روئے زمین کے علماء، فقہاء، محدث، مفسر، زاہد، عابد، متقی، عامل، اہلِ حکمت، کُل مخلوقات کیا اہلِ حیات اور کیا اہلِ ممات سب جمع ہو جائیں ایک فقیر اہلِ تفکر ولی اللہ فانی النفس کے مرتبے کو نہیں پہنچ سکتے۔ وہ اہلِ تفکر جو کونین کا تماشہ انگوٹھے کے ناخن پر دیکھے بموجب اس قول کے تَفَکُّرُ سَاعَۃٍ خَیْرٌ مِّنْ عِبَادَۃِ الثَّقَلَیْنِ۔ ترجمہ: ایک لحظے کا تفکر تمام جن و انس کی عبادت سے بہتر ہے۔" ذِکْرُ اللّٰہِ فَرْضٌ مِّنْ قَبْلِ کُلِّ فَرْضٍ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ (صلی اللّٰہ علیہ وسلم) لیکن اس قسم کا تفکر اور ذکر خفیہ اللہ تعالےٰ کے راز سے تعلق رکھتا ہے نہ کہ آواز سے۔ یہ ذکر خفیہ ایسے عارف سالک کو نصیب ہوتا ہے کہ جو حضرت محمد رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے حضور اور آپ کی نظر میں منظور ہوتا ہے۔ قولہٗ تعالیٰ:

وَاصْبِرْ[۱] نَفْسَکَ مَعَ الَّذِیْنَ یَدْعُوْنَ رَبَّھُمْ بِالْغَدٰوۃِ وَالْعَشِیِّ یُرِیْدُوْنَ

---

[۱] ان آیات کا شانِ نزول یہ ہے کہ صنادید قریش یعنی روسائے عرب نے جمع ہو کر ایک دفعہ رسالتمآب

بقیہ اگلے صفحہ پر

وَجْهَهٗ وَلَا تَعْدُ عَيْنَاكَ عَنْهُمْ تُرِيْدُ زِيْنَةَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَلَا تُطِعْ مَنْ اَغْفَلْنَا قَلْبَهٗ عَنْ ذِكْرِنَا وَاتَّبَعَ هَوٰىهُ وَكَانَ اَمْرُهٗ فُرُطًا۔

ترجمہ : اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اے میرے نبی! (صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم) تُو ان مساکین (اہلِ صُفہ) کے ہمراہ بیٹھنے پر اِکتفا کر جو صبح و شام مجھے یاد کرتے اور میری رضامندی طلب کرتے ہیں اور دنیاداروں کی ظاہری زیب و زینت پر فریفتہ ہو کر ان مساکین کو اپنی نظر سے دُور نہ کر اور ان دولتمندوں کا کہنا نہ مان جن کے دل میری یاد سے غافل ہیں اور دن رات اپنی نفس رانی میں لگے ہُوتے ہیں اور ان کا حال تباہ ہے۔

قولہ تعالیٰ : وَلَا تَطْرُدِ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَدٰوةِ وَالْعَشِيِّ يُرِيْدُوْنَ وَجْهَهٗ مَا عَلَيْكَ مِنْ حِسَابِهِمْ مِّنْ شَيْءٍ وَّمَا مِنْ حِسَابِكَ عَلَيْهِمْ مِّنْ شَيْءٍ فَتَطْرُدَهُمْ فَتَكُوْنَ مِنَ الظّٰلِمِيْنَ ط

(صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم) کی خدمت میں عرض کیا کہ ہم چاہتے ہیں کہ آپکی خدمت میں حاضر ہو کر وقتاً فوقتاً آپ کا وعظ اور کلام سنا کریں لیکن آپکے اردگرد اصحابِ صفہ کے نادار، مفلس اور میلے کچیلے لوگ ہر وقت جمع رہتے ہیں جن سے ہمیں نفرت آتی ہے اور یہ بات ہمارے لیے آپکے پاس آنے اور بیٹھنے سے مانع ہے۔ لہٰذا جس وقت ہم آپکی خدمت میں حاضر ہوں آپ ان میلے کچیلے لوگوں کو اپنی مجلس سے اُٹھا دیا کریں۔ آنحضرت صَلَّی اللّٰہُ علیہ وسلّم چونکہ دین اور اشاعت اسلام کے بارے میں بہت حریص تھے، آپکو خیال ہُوا کہ اگر ایسا کر لیا جائے تو کچھ مضائقہ نہ ہو گا۔ شاید یہ بڑے بڑے لوگ راہِ راست پر آجائیں اور دین کی رونق بڑھے۔ مگر چونکہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک نافرمان اور متکبر دُنیاداروں کی نسبت غریب، فرمانبردار، نادار اور مسکین بندے زیادہ معزز اور محبوب ہیں لہٰذا اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صَلَّی اللّٰہُ علیہ وسلّم سے بذریعہ وحی یُوں خطاب فرمایا کہ خبردار! ہرگز ان مساکینِ صُفہ کو ان روسائے قریش کی خاطر اپنی مجلس سے نہ ہٹانا اور نہ ان سے مُنہ موڑنا بلکہ اللہ تعالیٰ کو یہ میلے کچیلے مفلس اور بے خانماں مُسلمان اِن خوش پوشاک، سُتھرے اور اُجلے اُمراء اور روساء کی نسبت بہت عزیز اور مکرم ہیں جو دن رات ہمارے ذکر اور یاد میں مشغول ہیں اور میری رضامندی طلب کرتے ہیں، اور ایسے متکبر اور مغرور دُنیادار مجھے نہیں چاہئیں جنکے دل خیالات اور خواہشاتِ دُنیا کی آماجگاہ ہیں اور ہماری یاد سے غافل ہیں۔ اصحابِ صفہ تقریباً تین سَو ساٹھ [۳۶۰] تھے جو محض اللہ تعالیٰ اور دین کی خاطر گھر بار، وطن اور جُملہ تعلقاتِ دُنیوی کو خیرباد کہہ کر آنحضرت کے درِاقدس پر پڑے رہتے تھے اُنہوں نے اپنی رہائش کے لیے ایک چبوترہ جسے عربی میں صُفہ کہتے ہیں بنایا تھا۔ یہ اُن پاکباز تارکِ فارغ، صائم الدہر اور قائم اللّیل لوگوں کا گروہ تھا جن کا منتہائے مقصود محض اللہ تعالیٰ کی معرفت، قُرب اور مشاہدہ تھا۔ یہ اللہ تعالیٰ کی شمعِ جمال کے پروانے تھے جنھوں نے نفسانی خواہشوں اور لذاتِ دُنیوی کو بالکل مٹا دیا تھا۔

ترجمہ : اور اے نبی اللہ! تو ان لوگوں کو (یعنی اصحابِ صُفہ کو) اپنے سامنے سے نہ ہٹا جو صبح شام میری یاد میں مشغول رہ کر محض میری رضامندی کے طلبگار ہیں۔ تجھے ان کے معاملے سے کوئی سروکار نہیں اور نہ انھیں تیرے معاملے سے کچھ تعلق ہے۔ اگر تُو انھیں اپنے پاس سے ہٹائے گا تو اللہ تعالےٰ کے نزدیک یہ بڑا بھاری ظلم سمجھا جائے گا۔

چہار اشیاء سدِّ راہ مولیٰ

اے طالبِ صادق! چار چیزوں کو چھوڑنا پڑے گا کیونکہ یہ چار چیزیں اِنسان کو راہِ مولا سے رُوکنے والی ہیں۔ اوّل نفس، دوم شیطان۔ سوم لذّت، چہارم ہوا۔ ان چاروں چیزوں کا قتل اس آیت میں مذکور ہے۔

وَاِذْ قَالَ اِبْرٰهٖمُ رَبِّ اَرِنِيْ كَيْفَ تُحْيِ الْمَوْتٰى ؕ قَالَ اَوَلَمْ تُؤْمِنْ ؕ قَالَ بَلٰى وَلٰكِنْ لِّيَطْمَئِنَّ قَلْبِيْ ؕ قَالَ فَخُذْ اَرْبَعَةً مِّنَ الطَّيْرِ [1] فَصُرْهُنَّ اِلَيْكَ ثُمَّ اجْعَلْ عَلٰى كُلِّ جَبَلٍ مِّنْهُنَّ جُزْءًا ثُمَّ ادْعُهُنَّ يَاْتِيْنَكَ سَعْيًا ؕ وَاعْلَمْ اَنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ۝

ترجمہ : اور جب ابراہیم علیہ السّلام نے اپنے ربّ سے سوال کیا کہ اے رب تُو مردوں کو کس طرح زندہ کرے گا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے ابراہیم! کیا تیرا اس بات پر ایمان نہیں۔ کہا اے رب ایمان تو ہے لیکن آنکھوں سے دیکھ کر مزید اطمینان چاہتا ہوں، تو اللہ تعالےٰ فرمایا کہ اے ابراہیم! تو چار پرندے پکڑ لے پھر انھیں ذبح کر کے ان کا گوشت آپس میں ملا لے اور ان کا کچھ کچھ حصہ ہر پہاڑ پر رکھ دے اور ان کو اپنی طرف بُلا، وہ تیری طرف دوڑتے ہُوئے آئیں گے۔ اس کے بعد تو سمجھ لے کہ اللہ تعالیٰ غالب حِکمت والا ہے۔

واضح ہو کہ چار مذکورہ بالا پرندوں کو قتل کرنے والا اور ذبح کر کے زندہ کرنے والا ولی اللہ زندہ قلب ہے جو کہ دوام حضور ہے۔ اس قسم کا ذاکر فقیر صاحب تصدیق القلب عالم علم تفسیر کامل فقیر ہے کہ وارثِ فقرِ محمدی ولائق فخرِ محمدی صلی اللہ علیہ وسلّم کامل فقیر ہے جو نفس پر غالب اور

---

[1] ان چار پرندوں سے مراد خروسِ شہوت، کبوترِ ہوا، زاغِ حرص اور طاؤس یعنی مورِ زینت لیا گیا ہے۔ جب یہ چار عناصر نفسِ امارہ سالک کے وجُود سے نابُود ہو جاتے ہیں تو نفسِ بہیمی بمصداق مُوْتُوْا قَبْلَ اَنْ تَمُوْتُوْا معنوی طور پر گویا مر جاتا ہے اور لطیفۂ قلب زندہ ہو جاتا ہے۔

امیر ہے۔ حدیث : اَلْفَقْرُ فَخْرِیْ وَالْفَقْرُ مِنِّیْ۔ بیت :

ہے فقیر اِک صاحبِ گنجِ کرم | گر ملے تجھ کو نہ کر پھر کوئی غم

کامل فقیر وہ ہے جو ہر وقت اور ہر آن حضور پُرنور بزمِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے ہر سوال کا جواب باصواب لانے اور پہنچانے والا قاصد اور ایلچی کی طرح ہو کہ جس وقت چاہے باطن میں بذریعہ تصورِ اسم اللہ ذات حضور یا ازراہِ تصرف روحانیت اہلِ قبور ہمیشہ بزمِ سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر ہو۔ فقیر اس وقت مقامِ فقر میں ثابت قدم ہوتا ہے جبکہ دوام غرق فنا فی اللہ ذات ہوتا ہے تب وہ مُردہ دل طالب کو ایک ہی نظر اور توجہ سے تا قیامت زندہ جاوید و دوام حیات کر دیتا ہے اور طالب ہمیشہ گناہ صغیرہ و کبیرہ سے نجات حاصل کر لیتا ہے کیونکہ عارف زندہ دل سے ہرگز کوئی گناہ صادر ہی نہیں ہوتا۔ اِسے کہتے ہیں کامل انسان، ورنہ دُنیا میں صُورتِ انسان اور سیرتِ حیوان لوگ بکثرت ہیں اہلِ نفس احمق نادان۔ طالب اِنسان اشرف المخلوقات کے یہ نشان ہیں کہ مشکل کشا کار، آزمودہ باوفا جاں نثارِ یار جانی ہو نہ کہ محض نانی و زبانی ہو۔ زبانی طور پر ذکر اللہ طوطی، مینا اور دیگر پرندے بھی کر لیتے ہیں۔ کامل اہلِ ذکر وہ ہے کہ ذکر کے ذریعے مذکور کے حضور تک پہنچ جائے۔

ابیات :

اہلِ حضور کو نہیں ذِکر و فکر سے کام | ذِکر و فِکر کو چھوڑ کہ یہ وسوسہ ہے خام
مُرشد کے پاس سے مِلے توحید کا وہ نُور | جس سے مقامِ قُرب ہو حاصِل تجھے حضُور
جب تک نہ ہو حضُور ہیں سب خام کاریاں | سلک و سلوک منزلیں راہ کی تیاریاں
طالب جو قادری ہو وہ پہلے ہی رُز کا | اہلِ حضور ہوتا ہے آخر کو بالقا'

قولہٗ تعالےٰ :

وَمَنْ كَانَ فِيْ هٰذِهٖٓ اَعْمٰى فَهُوَ فِي الْاٰخِرَةِ اَعْمٰى۔

ترجمہ : " جو اس دُنیا میں اندھا ہے، وہ آخرت میں بھی اندھا ہو گا۔

بیت :

آنکھ والا تیری جوبن کا تماشا دیکھے | کور کو خاک نظر آئے گا وہ کیا دیکھے

صِفت طریقۂ قادریہ و شانِ شیخ عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ

قادری طالب روزِ ازل مقرب الحق ہوتا ہے۔

بمقتضائے حَسَنَاتُ الْاَبْرَارِ سَيِّئَاتُ الْمُقَرَّبِيْنَ ط ترجمہ: "نیک لوگوں کی نیکیاں مقرب لوگوں کے نزدیک بُرائیاں ہیں۔" مُرشد کامل قادری کے نزدیک طالب عالِم و جاہل اور طالب بانصیب و بے نصیب برابر ہیں۔ اور ہر علم و نصیب کامل قادری کی نظر میں موجود ہے کیونکہ وہ خاص مقرب اور محبوب حق معبود ہے۔ لوحِ محفوظ[1] کی تختی پر سے نحس کو اسعد سعید بنا لیتا ہے، کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کی صِفت يَمْحُوا اللّٰهُ مَا يَشَآءُ وَيُثْبِتُ ط کو اپنا لیتا ہے۔ اِس بات سے

---

[1] محققین، بزرگانِ دین لکھتے ہیں کہ تقدیر دو قسم کی ہے، ایک تقدیرِ مطلق جو کسی طرح نہیں بدلتی۔ تقدیرِ مطلق کے لیے ظاہر و باطن میں کوئی صُورت یا کوئی سبب تغیر و تبدل کے امکان کا نہیں چھوڑا جاتا۔ دوم تقدیرِ معلق جو اگرچہ امرِ الٰہی ہو چکا ہے اور لوحِ محفوظ پر اجرا کے لیے ثبت ہو جاتا ہے لیکن عِلم کی غالب اور قاہر قُدرت اس کے مٹانے پر پردۂ غیب میں مامور ہوتی ہے، کیونکہ عِلم سے امر بدل جاتا ہے لیکن عِلم امر سے نہیں بدلتا۔ جیسا کہ پانی ڈھلوان کی طرف بہتا ہے لیکن عِلم فوارے اور پمپ کے ذریعے اُسے اُوپر کی جانب لے جاتا ہے۔ بزرگانِ دین نے اس کی یُوں تمثیل لکھی ہے کہ جَفَّ الْقَلَمُ بِمَا هُوَ كَائِنٌ۔ ترجمہ: "جو کچھ دنیا میں ہونے والا تھا، قلم نے لوحِ محفوظ پر لکھ ڈالا اور وہ لکھائی سے فارغ ہو کر خشک ہو گئی ہے۔"
یہ اپنی جگہ صحیح ہے لیکن قلم نے جب لوحِ محفوظ پر جُملہ مقدراتِ عالم تحریر کر دیئے تو اس قلم پر کچھ سیاہی باقی رہ گئی تھی، اللہ تعالےٰ نے وہ بقایا سیاہی انبیاء اور اولیاء اللہ کی زبان پر مل دی۔ اور اس طرح قلم کو خشک کر دیا گیا۔ اس لیے آیا ہے: "لِسَانُ الْفُقَرَآءِ سَيْفُ الرَّحْمٰنِ"۔ یعنی فقراء کی زبان اللہ تعالیٰ کی قُدرت کی تلوار ہے۔ اس لیے انبیاء اور اولیاء اللہ کا فرمان، اللہ تعالےٰ کے فرمانِ کُن کی شان سے نمایاں ہوتا ہے۔ قولہٗ تعالیٰ : وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى ط یعنی میرا نبی اپنی ہوا اور خواہش سے نہیں بولتا بلکہ اس کا کلام سراسر وحی اور القاء الٰہی ہوتا ہے۔ ؎

گُفتہ اُو گُفتۂ اللہ بُود | گرچہ از حلقوم عبدُ اللہ بود

جیسا کہ حکُومت وقتاً فوقتاً ضرورت کے لیے اپنے قانُون کے برخلاف آرڈیننس جاری کرتی ہے، اس طرح انبیاء اور اولیاء اللہ میں سے بعض تقدیرِ معلق کو بدلنے کے مجاز ہوتے ہیں۔ جیسا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام حضرت لُوط علیہ السلام کے بارے میں اللہ سے جھگڑے۔

تعجب نہیں کرنا چاہیئے۔ طالب مرید قادری کے لیے کھانا مجاہدہ اور خواب مشاہدہ بن جاتا ہے۔
اے طالب آگاہ ہو کہ ہر طریقے میں بعض لوگ بطورِ جاسوس طریقۂ قادری میں شمولیت اور کاملیت کا دعویٰ بلند بانگ سناتے ہیں اور اپنے آپ کو ہر ایک طریقے میں بیعت وارشاد کا مجاز بتاتے ہیں اور طالبانِ سادہ کو اس طرح اپنے دامِ تزویر میں پھنساتے ہیں۔ لیکن یاد رہے کہ طالبانِ قادری کو فتح اور کشائشِ کار محض خالص طریقۂ قادری سے ہوتی ہے۔ جب طالب مرید طریقۂ قادری کسی دُوسرے طریقے کی طرف رجوع لاتا ہے اور رشتہ اور رابطہ ملاتا ہے تو فوراً مردود اور بے نصیب ہو جاتا ہے۔ ہرگز قیامت تک زندہ دل نہیں ہوتا۔ کامل قادری ان علامات سے پہچانا جاتا ہے کہ کامل قادری بے تکلف، بے تقلید خالص اہلِ توحید ہوتا ہے اور دیگر طریقوں والے اہل رسم رسوم، لکیر کے فقر اہل تقلید ہوتے ہیں۔ کامل قادری روزِ اوّل کلیدِ توحید ہاتھ میں لے لیتا ہے اور جس قدر سخت اور مشکل قفل مہمات میں اسے ڈال دیتا ہے اُسے فوراً کھول لیتا ہے۔ جَزَاكَ اللّٰهُ فِي الدَّارَيْنِ خَيْرًا۔ اللّٰہ بس ماسوئی اللّٰہ ہوس۔

واضح ہو کہ حضرت پیر میراں محی الدین رضی اللّٰہ عنہ اپنے طالبوں اور مریدوں کے ساتھ اس طرح شامل رہتے ہیں ہر لمحہ وہر آن جس طرح جسم کے ساتھ ہے جان۔ اگر طالب مرید فرزندِ حضرت پیر دستگیر جیلانی قدس اللّٰہ سرہٗ صالح اور نیک آئین ہے ہمیشہ باطن میں حضرت پیر دستگیر رحمۃ اللّٰہ علیہ کی آستین امین میں مکین ہے۔ اور اگر طالب مرید فرزند حضرت پیر دستگیرؒ طالع بدعمل اور بدآئین ہے حضرت پیر دستگیرؒ اس کی آستین میں خلوت نشین ہے۔ سوگند خدا و رسُولِ خدا صلی اللّٰہ علیہ وسلّم کہ حضرت پیر دستگیر میراں محی الدین ہر حال، احوال، اقوال، افعال اور اعمال میں ہر وقت اپنے طالب مرید فرزند کے ساتھ قیامت تک شاملِ حال رہتے ہیں کسی وقت جُدا نہیں رہتے بلکہ ہر مقام مثلاً مقامِ قبر، حشر گاہِ قیامت، پُلصراط وغیرہ، دخولِ جنت تک طالب مرید کو اپنی نظر نگاہِ حق پناہ میں ہر آفت، دُکھ، عذاب اور مصیبت سے محفوظ و مامون رکھتے ہیں۔ فیض و فضل کی بخشش کا یہ وعدہ اور میثاق روزِ ازل سے محض حضرت پیر دستگیرؒ کے لیے اللّٰہ تعالیٰ کی طرف سے مخصوص ہے کہ آپ کا کوئی طالب مرید فرزند دوزخ میں ہرگز نہیں داخل ہوگا۔ چنانچہ آپ نے اپنا یہ صادق ومصدق

[1] یہ محض خالی دعوےٰ نہیں ہے بلکہ عین حقیقت ہے کہ طالب مرید قادری کا خاتمہ ایمان پر ہوتا ہے۔ اس

بقیہ اگلے صفحہ پر

فرمان نشر بار اللّٰہ تعالیٰ سے منظوری لینے کے بعد جاری فرمایا ہے کہ: "لَا يَمُوْتُ مُرِيْدِيْ اِلَّا عَلَى الْاِيْمَانِ۔" کہ میرا مرید نہیں مرے گا مگر ایمان پر۔ جو شخص طالب مرید قادری ہو کر

بقیہ حاشیہ گذشتہ صفحہ

کی وجہ یہ ہے کہ ہر طریقے میں اکثر مبتدی خام طالب نفسانی بکثرت اور خاص زندہ دل طالب مرید بہت قلیل اقل ہوتے ہیں۔ یعنی بعض محض نام کے مرید ہوتے ہیں اور بعض کام کے۔ سو طریقۂ قادری میں جو طالب مرید اثنائے سلوک میں طالبی اور مریدی کے تمام شرائط پُورے طور پر ادا کر لیتا ہے مُرشد کامل اسے توجہ اور نگاہِ لُطف سے حضرت پیر دستگیرؒ کے حضور میں پُہنچا کر عرض کرتے ہیں کہ یا حضرت میرا یہ مرید اللّٰہ تعالیٰ کا سچا اور صادق طالب ہے، اس نے طالبی اور مریدی کے جُملہ شرائط اور لوازمات ادا کر لیے ہیں، اور جان و مال کی بازی لگا کر امتحان میں پُورا اترا ہے اسے اپنی نظر فیض اثر سے سرفراز فرمائیں۔ چنانچہ حضرت پیر دستگیرؒ ایسے طالبِ صادق کو تصورِ اسم اللّٰہ ذات سے ایسی توجہ دیتے ہیں کہ اسم اللّٰہ ذات کا نُور اسکے تمام وجُود میں جاری اور ساری ہو جاتا ہے اور اس کے جُملہ اندام نُورِ اسم اللّٰہ ذات سے منور ہو جاتے ہیں۔ ایسا طالب صادق حضرت پیر دستگیرؒ کا معنوی بچہ بن جاتا ہے اور نوری حضوری فرزندِ قادری کہلاتا ہے۔ ایسے طالب صادق کے پاک نُوری وجود میں شیطان کو داخل ہونے کی کوئی گنجائش باقی نہیں رہتی۔ اُس کا وجود سر سے پاؤں تک نورِ ایمان سے معمُور ہوتا ہے۔ وہ گویا نورِ اسم اللّٰہ ذات اور عشقِ الٰہی کا گرم تنور ہوتا ہے۔ وہاں اگر شیطان داخل ہو جائے تو خس اور تنکے کی طرح جل جائے۔ اسکے اندرونی وجود کا تو کیا کہنا ہے۔ اس کے وجود کے تمام بال بھی ذِکرِ اللّٰہ سے گویا ہوتے ہیں۔
بھلا ایسے شخص کا خاتمہ ایمان پر نہ ہو تو کیا ہو جو اگر اپنی پُوری ہمت سے کسی ناقص جاہل اور خدا سے غافل آدمی کے دل کی طرف متوجہ ہو جائے تو اس کا دل بھی بے اختیار اللّٰہ اللّٰہ پکارنے لگ جائے۔ سو حقیقی طالب مرید قادری اس صفت سے موصوف ہوتے ہیں۔ لیکن جو طالب مرید خام ناتمام ہوتے ہیں۔ ان کے بیضۂ ناسوتی میں مُرغِ لاہوتی بالقویٰ مستُور ہوتا ہے۔ اسے بھی شہبازِ لامکان اور عنقائے قافِ قدس بننے کی اِستعداد حاصل ہوتی ہے جو ضرور ایک نہ ایک دن زندگی میں یا بعد از موت ضرُور زندہ اور تابندہ ہو کر نُوری پرندہ بن جاتا ہے بشرطیکہ اس نے ایسے کامل مُرشد قادری کے ہاتھ پر بیعت کی ہو جس نے راہِ سلوک میں جانی اور مالی قربانیاں اور جانفشانیاں کر کے راہِ سلوک طے کیا ہو۔ محض لباسی، رسمی یا خاندانی، نسبی، مُفت کا بنا بنایا اور خالی گھڑا گھڑایا پیر نہ ہو جس کی ساری عُمر عیش وعشرت اور نفس رانی میں گزری ہو، جو خود گمراہ ہے وہ دُوسروں کی خاک راہبری کرے گا۔ ع اُو خویشتن گم است کرا راہبری کند
اس واسطے کہا گیا ہے کہ "حکیم فربہ باید و پیر لاغر۔ یعنی حکیم موٹا تندرست تلاش کرنا چاہیئے اور پیر دُبلا پتلا

بقیہ اگلے صفحہ پر

حضرت پیر دستگیر رحمۃُ اللہ علیہ کو اپنے سے جدا جانتا ہے، وہ ہرگز طالب مرید قادری نہیں ہے۔

غرض طالب صادق قادری کا خاتمہ ضرور ایمان پر ہوتا ہے۔ موت کے وقت انسان کی دولتِ ایمان کے بڑے بھاری مقدمے کی چونکہ بارگاہِ احکم الحاکمین میں آخری پیشی ہوتی ہے اسس لیے شیطان مُدعی کی طرح آ موجود ہوتا ہے۔ اس نازک موقع پر ایسے زبردست طاقتور مدعی سے بغیر باطنی روحانی طاقت یا مرشد کامل کی باطنی دکالت اور وساطت کے اکثر لوگ مقدمہ ہار جاتے ہیں اور ایمان سے خالی ہاتھ رُخصت ہو جاتے ہیں لیکن جن طالبوں کو مرشد کامل زندگی میں راہِ سلوک طے کرا کر نُورِ ایمان سے منوّر فرما لیتے ہیں اور بارگاہِ ایزدی اور بزمِ نبوی صَلّی اللہ علیہ وسلّم میں حضور کروا کر منظور کرا لیتے ہیں؛ ایسے طالب درجۂ ولایت حاصل کر کے مقامِ لَا تَخَفْ وَلَا تَحْزَنْ میں پہنچ جاتے ہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: اَلَا اِنَّ اَوْلِیَاءَ اللّٰہِ لَا خَوْفٌ عَلَیْھِمْ وَلَا ھُمْ یَحْزَنُوْنَ۔ ترجمہ: "خبردار! اللہ تعالیٰ کے دوستوں کو نہ خوفِ خاتمۂ ایمان ہے اور نہ غمِ حسابِ آخرت ہے۔" مرشد کامل ایسے طالب صادق منتہی کے معاملے سے بے فِکر، فارغ البال اور سبکدوش ہو جاتا ہے۔ ایسے طالب صادق کامل کی زبان کیا اسکے جُملہ لطائف ہفت اندام رگ و پوست بلکہ بدن کے تمام بال موت کے وقت ذکرِ اللہ اور کلمہ طیّب سے گویا اور نغمہ سرا ہو جاتے ہیں۔ شیطان لعین کی کیا مجال ہے کہ اس کے پاس پھٹک سکے بلکہ نزع کے وقت اس کے وجود کو نورِ اسم اللہ سے معمور اور ذکرِ اللہ سے مثلِ طنبور بجتے ہوئے دیکھ کر ملک الموت حیرت زدہ اور مبہوت رہ جاتا ہے۔ ایسا طالب عاشق لاابالی، عذابِ جان کندن، سوال جوابِ قبر، حسابِ قیامت سے بیباق، فارغ بلکہ سیدھا اللہ تعالیٰ کے قُرب اور انوارِ دیدار میں محو اور مستغرق ہو جاتا ہے۔ لیکن جو طالب ابھی راہِ سلوک میں خام ناتمام رہ جاتے ہیں ایسے طالبان مبتدی کے پاس نزع کے وقت مرشد کامل باطن میں آگاہی پا کر فوراً وکیل کی طرح آ موجود ہوتے ہیں۔ اُن کی باطنی ہمّت اور روحانی توجہ سے طالب کا دل کلمہ طیّب اور ذکرِ اسم اللہ سے گویا ہو جاتا ہے اور ایمان کی سلامتی کے ساتھ دنیا سے رُخصت ہو جاتا ہے جیسا کہ فرمانِ نبوی صَلّی اللہ علیہ وسلّم ہے: "مَنْ کَانَ آخِرُ کَلَامِہٖ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ فَقَدْ دَخَلَ الْجَنَّۃَ بِلَا حِسَابٍ وَبِلَا عَذَابٍ"۔ ترجمہ: جس شخص کی موت کے وقت آخری کلام لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ ہو پس سمجھ لو کہ وہ بلا حساب و بلا عذاب جنّت میں داخل ہو گیا۔ بعض لوگ یہ اعتراض کرتے ہیں کہ قیامت کے روز کیا انبیاءؑ اور کیا اولیاءؒ سب نفسی نفسی کہیں گے۔ ہم کہتے ہیں بیشک یہ صحیح ہے لیکن جو انبیاء اپنے خاص الخاص اُمتیوں کو اور جو اولیاء اپنے صادق مریدوں کو دُنیا ہی میں اسس طرح تیار کر کے امتحانِ آخرت میں پاس کرا لیں وہ اللہ سے مغرور اور دُنیا کے مغرور و غافل بیگانہ لوگوں سے اس وقت نفسی نفسی نہ کہیں تو اور کیا کہیں۔ اے طالب صادق فَفِرُّوْا اِلَی اللّٰہِ اختیار کر لے۔ اللہ تعالیٰ کی طرف دوڑ جا اور اس کے ساتھ دُنیا ہی میں واصل ہو جا

بقیہ اگلے صفحہ پر

جب کبھی طالب مرید قادری اعتقادِ خاص اور صادق یقین و اخلاص سے وقتِ مشکل امداد کے لیے

ورنہ جس وقت حیاتی کی چابی ہاتھ سے نکل گئی تو پھر یہ دروازہ تیرے لیے کبھی نہ کھلے گا۔ ؎

دِلا تو غافلی از کارِ خویش دے ترسم کہ کس درت نہ کشاید چو گُم کنی مفتاح

ہم نے کتنی ایک مبتدی خام ناتمام طالب مرید قادری بطورِ مشت نمونہ خروار ایسے دیکھے ہیں کہ وہ زندگی میں نہ تو بڑے عالم، فاضل یا زاہد عابد تھے لیکن مرتے وقت ان کی حالت بہت اچھی دیکھنے میں آئی۔ بعض تو آخری وقت تک کلمہ پڑھتے دیکھے گئے ہیں اور بعض بڑے کہتے سُنے گئے کہ ہمارے پیر و مُرشد آ گئے ہیں ہمیں ذرا تکیہ دے کر اٹھا دو لیکن اس کے برعکس بڑے بڑے عالم فاضل اور زاہد خشک ایسے بھی دیکھنے میں آئے ہیں جو پیروں اور بزرگوں کے مُنکر رہے اور انہیں اپنے علم و فضل اور زُہدِ خشک پر بڑا گھمنڈ رہا لیکن آخری وقت انہیں کلمہ نصیب نہ ہُوا۔ اور تہی دست و خالی ہاتھ دُنیا سے چلے گئے۔ یاد رہے کہ خدا اور خودی کبھی اکٹھے نہیں ہو سکتے۔ ذرہ بھر کبر اور انانیت بھی قُربِ حق میں داخل ہونے سے مانع ہو جاتا ہے۔ شیطان کا بڑا بھاری خرمنِ علم و زہد، کبر کی ایک چنگاری سے بھسم ہو گیا۔ حدیث: لَا یَدْخُلُ الْجَنَّۃَ مَنْ کَانَ فِیْ قَلْبِہٖ ذَرَّۃٌ مِّنَ الْکِبْرِ۔ ترجمہ: "جس شخص کے دل میں ذرہ برابر بھی کبر ہو وہ ہرگز بہشت میں داخل نہ ہو گا۔" ؎

گیا شیطان مارا ایک سجدے کے نہ کرنے سے اگر لاکھوں برس سجدے میں سر مارا تو کیا مارا

اب ہم قادری طریقے کی فضیلت اور حضرت پیر دستگیرؒ کے اس قول کہ "میرا مرید نہیں مرے گا مگر ایمان پر" کی صداقت کا ایک واقعہ بطورِ شہادت پیش کرتے ہیں۔ ہمارے محلّے کا ایک شخص جو اچھا پڑھا لکھا اور ہوشیار آدمی معلوم ہوتا تھا اور اسکے آباؤ اجداد بھی نیک اور بزرگ تھے، قادری طریقے سے منسوب تھا۔ اُس نے ایک روز آ کر مجھ سے ذکر کیا کہ میں نے رات کو ایک خواب دیکھا ہے جس سے میرا دل بہت پریشان ہے۔ مَیں نے اس سے وہ خواب پُوچھا۔ اس نے کہا کہ رات کو مُجھے آپکے (راقم الحروف) کے والد صاحب خواب میں ملے ہیں؛ انہوں نے مجھے فرمایا کہ پانچ چھ سال کے عرصے میں ہمارے محلّے کے اندر جس قدر آدمی فوت ہونے والے ہیں ان میں سوائے چند ایک کے باقی سب خالی ہاتھ اور بے ایمان دُنیا سے گزر جائیں گے۔ میں نے اُن سے پُوچھا کہ وہ بے ایمان کون ہوں گے؟ جس پر آپکے والد صاحب نے فرمایا کہ اس بدنصیب گروہ میں ایک تو بھی ہے۔ چنانچہ میں سخت اضطراب اور پریشانی کی حالت میں بیدار ہُوا۔" مجھے اس کے خواب کے نتیجے کا بڑا فکر رہا۔ چنانچہ اسس کا نتیجہ یہ نکلا کہ وہ کُچھ عرصے کے بعد طریقۂ قادری سے بداعتقاد اور رُوگردان ہو کر ایک دوسرے طریقے میں شامل ہو گیا۔ جس سے میں نے یہ نتیجہ نکالا کہ وہ چونکہ شقی ازلی اور بدبخت تھا اور اس

بقیہ اگلے صفحہ پر

حضرت پیرِ دستگیر قدس سرّہٗ کا نام مبارک لے کر پکارتا ہے "اُحْضُرُوْا یَا مَلِكَ الْاَرْوَاحِ الْمُقَدَّسِ مُحْيِ الْحَقِّ وَالدِّيْنِ حَضْرَتْ شَيْخِ عَبْدُ الْقَادِرْ جِيْلَانِيْ شَيْئًا لِلّٰهِ اُمْدُدْنِيْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ - اور تین دفعہ دل پر شوق اور جذب اور نفس پر قہر و غضب کے ساتھ ضرب کلمہ طیّب لَآاِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ لگاتا ہے تیسری ضرب پر بیشک حضرت پیرِ دستگیر قدس سرّہٗ طالب مرید کی امداد کے لیے فوراً تشریف لے آتے ہیں اور طالب مرید کی امداد فرماتے ہیں۔ آپ کی یہ باطنی حاضرات ہر طالب مرید کے لیے حسبِ استعداد مختلف طور پر ہُوا کرتی ہے۔ گاہے آنحضرت قدس سرّہٗ جُثّہ نفس اربع عناصر کے ساتھ ظاہری آنکھ سے طالب مرید کو نظارہ دیتے ہیں۔ یا اہلِ قلب کو جُثّہ قلب سے دل کی آنکھ سے آشکارا ہوتے ہیں یا کبھی جُثّہ روح سے بچشمِ آگاہ یا جُثّہ سر سے بچشمِ نگاہ یا جُثّہ نُور سے طالب مرید کے سامنے نمودار ہوتے ہیں۔ بعض طالبوں کو کھُلم کھُلا علانیہ شرفِ

کا خاتمہ ایمان پر ہونے والا نہیں تھا اس واسطے اُسے طریقہ قادری سے خارج کر دیا گیا تاکہ حضرت پیرِ دستگیرؒ کا یہ قول کہ "میرا مرید نہیں مرے گا مگر ایمان پر، صادق اور برقرار رہے۔

لہ بعض کور چشم حاسد لوگ حضرت پیرِ دستگیر قدس سرہٗ کے نام مبارک کے ساتھ حرف یا ملا کر اس طرح پڑھنے کو شرک قرار دیتے ہیں یعنی یا حضرت شیخ سید عبدالقادر جیلانی شیئاً للہ، یہ ان لوگوں کے روحانی علوم سے محض جہالت اور نادانی کی علامت ہے۔ ہم نے وقوفِ قلبی کے اس راز کو اپنی کتاب عرفان میں پُوری وضاحت کے ساتھ بیان کیا ہے۔ یہاں اس قدر بیان کرنا ضروری ہے کہ جب ہم بولتے ہیں تو ہماری آواز سے ہوا میں ہمارے اردگرد چاروں طرف تموج اور لہر پیدا ہوتی ہے، وہ لہر اپنی طاقت اور قوت کے اندازے پر چاروں طرف ہر چیز سے جو اس کی راہ میں ہو ٹکراتی ہے۔ اور جب کسی زندہ جاندار کے کان کے پردے سے وہ موج جا کر ٹکراتی ہے تو وہ آواز سنائی دیتی ہے۔ اسی طرح انسانی دل بھی سوچتے اور خیال کرتے یا ذکر کرتے وقت معنوی طور پر بولتا ہے۔ لیکن اس کے حروف، الفاظ اور صوت و آواز چونکہ لطیف معنوی ہوتے ہیں، اس لیے وہ عالمِ غیب کے لطیف معنوی فضا میں تموج اور لہر پیدا کرتے ہیں اور آس پاس کی غیبی چیزوں سے وہ لہر جا ٹکراتی ہے، اس لیے یہ غیبی معنوی آواز مُردہ دل نفسانی لوگوں کے پتھر کی طرح جامد بے حس قلوب سے بھی جا ٹکراتی ہے لیکن وہ اسے سُن نہیں سکتے۔ لیکن زندہ دل عارف کامل لوگ اس غیبی لطیف آواز کو اپنے دل کے کانوں سے لاکھوں کوس کی مسافت سے فوراً سن لیتے ہیں نہیں دیکھتے کہ حضرت یُوسف علیہ السلام کے بھائی قمیضِ یُوسفی لے کر یعقوب علیہ السلام کو بشارت دینے کے لیے مصر سے نکل کر کنعان کی طرف روانہ ہوئے تو یعقوبؑ نے اسی وقوفِ قلبی کے ذریعے معلوم کر کے فرما دیا کہ: اِنِّيْ لَاَجِدُ

بقیہ اگلے صفحہ پر

ملاقات بخشتے ہیں بعض کو از راہِ الہام، بعض کو براہِ وہم او ہام، بعض کو از راہِ دلیل، بعض کو خیال بعض کو از راہِ وصل وصال اعلام و پیغام سے سرفراز فرماتے ہیں۔ طالب مرید اور فرزند کو اپنے پیر و مرشد اور رُوحانی باپ کے ساتھ اصل وصل اور خاص باطنی نسل کا تعلق ہوتا ہے۔ اولیاء اللہ ہرگز نہیں مرتے، اُنہوں نے تو چشمۂ آبِ حیات اسم اللہ ذات سے دائمی حیات حاصل کی ہوئی ہوتی ہے۔

رِيْحَ يُوْسُفَ لَوْلَآ اَنْ تُفَنِّدُوْنِ" ترجمہ: یعنی مجھے تو یوسف کی بُو آ رہی ہے اگر تم مجھے پاگل نہ کہو۔ غرض اس طرح غیبی آواز کا سُن لینا اولیاء اللہ کے بہت ادنیٰ کمالات میں سے ہے، اور صاحبِ رابطہ طالب مرید تو اگر شیخ کامل کا نام لے کر ندا کرے، وہ تو گویا باطنی رابطے کا ٹیلیفون لے کر اپنے شیخ کو پکار رہا ہے تو وہ کیوں نہ سُنے۔

لہ حضرت سرورِ کائنات صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم جس وقت جنگِ تبوک سے واپس لوٹے تو آپکے اصحاب دل میں سوچنے لگے کہ اب تمام عرب فتح ہو گیا، اب ہم چین اور آرام کے دن بسر کریں گے۔ سو آنحضرت صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے اُن کے خیال کو معلوم کر کے انہیں خطاب کر کے فرمایا کہ: رَجَعْنَا مِنَ الْجِهَادِ الْاَصْغَرِ اِلٰى جِهَادِ الْاَكْبَرِ یعنی ہم جہادِ اصغر یعنی چھوٹے جہاد سے لوٹ آئے ہیں لیکن اب ہمیں اس سے بھی بڑا جہاد یعنی جہادِ اکبر درپیش ہے۔ آپ کے اصحاب اس فرمان سے چونک پڑے اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ! کیا کوئی اور بڑا جہاد بھی ہم نے لڑنا ہے۔ آپ (صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم) نے فرمایا ہاں، وہ جہاد نفس اور شیطان کے ساتھ موت تک دائمی جنگ ہے جو اس مادی جنگ اور ظاہری کفار کے ساتھ لڑنے سے بدرجہا سخت مہیب اور خطرناک ہے۔ لہٰذا کفار کے ساتھ جنگ، جہادِ اصغر یعنی ادنیٰ جہاد ٹھہرا۔ اور نفس و شیطان جیسے دائمی ابدی دشمن کے ساتھ جنگ اور لڑائی جہادِ اکبر یعنی بڑا جہاد ثابت ہوا کیونکہ ظاہری کفار مُسلمان کے تن کو ہلاک کرتے اور مال لوٹنے کی کوشش کرتے ہیں لیکن نفس اور شیطان اِنسان کے اصلی سرمایۂ ایمان کو لُوٹتے ہیں! در انسانی حیاتِ جاودانی کا سرچشمہ رُوح اور جان کو ہلاک اور ضائع کر دیتے ہیں۔ سو جہادِ اصغر میں جو لوگ مقتول ہو جاتے ہیں وہ شہیدِ اصغر یعنی ادنیٰ درجے کے شہید ہیں اور جو لوگ جہادِ اکبر میں جان دے دیتے ہیں وہ شہیدِ اکبر ہیں۔ سو حقیقی مقتول فی سبیل اللہ اور شہداء اکبر غازی و مجاہدِ اعظم و اعلیٰ، اور زندہ جاوید اولیاء اللہ اور عارف باللہ ہیں۔ چونکہ کفار نابکار اور مُشرک اہلِ زنار کو کفر اور شرک پر مائل کرنے والے اور اہلِ حق مُسلمانوں سے جنگ و جدل پر آمادہ کرنے والے دراصل نفس اور شیطان ہی ہیں لہٰذا نفس اور شیطان بڑے بھارے اکبر کافر ہیں اور ان سے جہاد بھی جہادِ اکبر ہے اور اس جہادِ اکبر میں سر دھڑ کی بازی لگا کر جان دینے والے بھی شہیدِ اکبر اور دائم زندہ اولیاء اللہ ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ شہیدِ اصغر

بقیہ اگلے صفحہ پر

حقیقت مماتِ اولیاء

اولیاء اللہ کے لیے موت عین مراد ہے، کیونکہ وہ بعد از موت مُردہ دل نفسانی لوگوں کے پُرخلل اور پُرخطرات دنیوی تعلقات

بعد از مرگ اس قدر مشہور اور معروف نہیں ہوتے جس قدر شہیدِ اکبر اولیاء اللہ کے قبور اور مزارات کی عزت اور توقیر ہوتی ہے، ایسا معلوم ہوتا ہے کہ زندہ موجود بیٹھے ہیں۔ قبروں میں ان کے چراغ روشن اور تاباں ہوتے ہیں اور لوگ پروانہ وار ان پر گرتے ہیں اور اُن کی خاک چومنے کو سعادتِ دارین تصور کرتے ہیں۔ بعض لوگ یہ کہتے ہوں گے کہ اولیاء اللہ کی قبور پر زائرین کی آمد و رفت اور عزت و احترام کی وجہ محض یہ ہے کہ اہلِ قبور کے وارث اور مجاور قبروں پر اپنی آمدنی کے لیے ان پر روضے اور خانقاہیں بناتے ہیں اور ان کو طرح طرح سے بُتوں کی طرح سجاتے اور سنوارتے ہیں، اور لوگ بطور بھیڑ چال دیکھا دیکھی آتے جاتے اور نذریں و نیاز چڑھاتے ہیں۔ اس میں ان بزرگوں کی روحانیت کا باطنی تصرف کچھ بھی نہیں ہے لیکن دراصل بات یہ نہیں ہے ویسے تو دنیا کے بادشاہ اور امیر اپنے اپنے خاندان کے لوگوں کے لیے بڑے بھاری عالی شان محل اور روضے اس غرض کے لیے تیار کر کے چھوڑ گئے ہیں کہ بعد از مرگ ان کی عزت اور توقیر ہوگی مثلاً آگرے کا تاج محل جسے شاہجہان بادشاہ نے اپنی چہیتی بیوی ممتاز بیگم کے لیے بنوایا، جو تمام دنیا میں ایک بے نظیر روضہ اور بے مثل محل ہے۔ لاہور میں جہانگیر، نورجہاں وغیرہ کے روضے اور محل جسے شاہدرہ کہتے ہیں، دہلی میں ہمایوں بادشاہ کا مقبرہ، حیدر آباد دکن میں بہمنی اور عادل شاہی بادشاہوں کے سینکڑوں عالی شان روضے موجود ہیں، لوگ تفریحاً سیر و سیاحت کے طور پر وہاں جاتے ہیں لیکن عزت و احترام تو کجا کسی کا جی فاتحہ پڑھنے کو بھی نہیں چاہتا۔ رات کو گیدڑ اور کُتّے ان پر پیشاب کر جاتے ہیں۔ دراصل بات یہ ہے کہ اولیاء اللہ ہرگز نہیں مرتے، وہ اللہ کے نُور میں فنا اور بقا حاصل کر کے اللہ تعالےٰ کے ساتھ زندۂ جاوید رہتے ہیں۔ بعض اولیاء اللہ اپنی قبروں میں تصرف رکھتے ہیں اور لوگوں کے خیرات و صدقات اور زائرین کے ذکر اذکار و تلاوتِ قرآن آیات کا ثواب حاصل کرتے اور لوگوں کو اسکے عوض فیض پہنچاتے ہیں۔ لیکن جس وقت اولیاء اللہ کی قبور پر ان کے متولی اور مجاور رجوعاتِ خلق بڑھانے اور لوگوں سے محض نذریں، نیاز اور چڑھاوے زیادہ حاصل کرنے کی خاطر غیر شرع میلے لگانا شروع کر دیتے ہیں مثلاً ناچ رنگ اور گانے بجانے کی محفلیں قائم کرنا، حُقّے چرس بھنگ چنڈو وغیرہ کی دوکان لگانا، نامحرم عورتوں کا بیگانہ مردوں سے اختلاط رکھ کر فواحش، زنا کرنا اور جواء کھیلنا وغیرہ اور دیگر اس طرح کی بدعت کے کام شروع کر دیتے ہیں تو اولیاء اللہ اس وقت اپنی قبروں سے اپنی رُوحانیت دُوسری جگہ منتقل کر لیتے ہیں اور اُس جگہ سے اپنا تصرف اٹھا لیتے ہیں۔ اس کے بعد نہ تو وہاں باطنی فیض ہوتا ہے اور نہ ہی رُوحانی تعلیم و تلقین کا سلسلہ رہتا ہے۔ اس کے بعد بجائے اس کے کہ

بقیہ اگلے صفحہ پر

سے آزاد ہوتا ہے اور خلوت خانۂ قبر میں اللہ تعالیٰ کے قُرب اور مشاہدے سے لطف اندوز اور دلشاد ہوتا ہے۔ مَنْ عَرَفَ اللّٰهَ لَمْ يَكُنْ لَّهٗ لَذَّةٌ مَعَ الْخَلْقِ ؕ ترجمہ: "جس شخص نے اللہ تعالےٰ کو پہچان لیا اُسے مخلوق کے ساتھ رہنے میں کچھ لذت نہیں آتی۔" قول حضرت شاہ محی الدینؒ: اَلْعَارِفُ اٰنِسٌ بِاللّٰهِ وَ الْمُتَوَحِّشُ عَنْ غَيْرِ اللّٰهِ ؕ ترجمہ: "عارف اللہ تعالیٰ سے مانوس اور اسکے غیر سے متنفر ہوتا ہے۔" اولیاء اللہ کے لیے موت اور حیات برابر ہوتی ہے۔ اِنَّ اَوْلِيَاءَ اللّٰهِ لَا يَمُوْتُوْنَ بَلْ يَنْتَقِلُوْنَ مِنَ الدَّارِ اِلَى الدَّارِ ؕ ترجمہ: "اولیاء اللہ مرتے نہیں بلکہ مادی دُنیا سے رُوحانی دنیا کی طرف نقلِ مکانی اختیار کر لیتے ہیں۔" قولہٗ تعالیٰ: وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ يُّقْتَلُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتٌ ؕ بَلْ اَحْيَآءٌ وَّ لٰكِنْ لَّا تَشْعُرُوْنَ ۝ ترجمہ: "جو لوگ اللہ تعالےٰ راستے میں قتل اور شہید ہو جاتے ہیں انہیں ہرگز مُردہ خیال نہ کرو بلکہ وہ تو زندۂ جاوید ہیں پر تم اس بات کو نہیں سمجھتے۔"

صاحبِ[1] علمِ دعوت القبور اور اہلِ تصور اسم اللہ حضور کو مجملہ علوم و فنون ظاہری و باطنی غیبی لطیف مؤکلات، جن ملائکہ اور ارواح کے ذریعے بے واسطہ معلوم اور مفہوم ہو جاتے ہیں۔ یوں تو دنیا

روحانی اپنی باطنی قوت اور روحانی کشش سے لوگوں کو اپنی طرف کھینچیں، اپنی قبر کو گناہ اور معصیت کی آلائش سے بچانے کے لیے لوگوں کو اُلٹا اپنی طرف آنے سے روکتے اور دفع کرتے ہیں۔ اس لیے رفتہ رفتہ ان خانقاہوں پر لوگوں کی عام آمد و رفت تو بند ہو جاتی ہے۔ ہاں کبھی کبھار خدا کے خاص خاص بندے وہاں جا کر باطنی فیض حاصل کرتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ آج رُوئے زمین پر اس قسم کے ہزاروں مزارات اور خانقاہیں بزرگانِ دین کی موجود ہیں جن پر ایک زمانہ میں لوگوں کی بکثرت آمد و رفت اور باطنی فیوضات اور برکات کی بڑی رونق اور گرم بازاری تھی، لیکن آج وہ جگہیں اجاڑ ویران اور کسمپرسی کی حالت میں کھڑی ہیں۔ قبر کے اندر باطنی قوت کے انبار لگے ہوئے ہیں لیکن ان پر قُدرت کے زبردست پہرے لگے ہُوئے ہیں اور کِسی کو ان میں سے ایک حبہ تک لے جانے کی اجازت نہیں ہے اور اگر کہیں بعض مزارات اور خانقاہوں پر باوجود ان غیر شرع میلوں اور ناروا رسوم کے جہلاء لوگوں کی آمد و رفت جاری ہے تو وہ خانقاہیں نہیں بلکہ بُت خانے اور بدکاری کے اڈے ہیں۔ ؎

یارب ز سیلِ حادثہ طوفاں رسیدہ باد | بُت خانۂ کہ خانقہ اش مات کردہ اند

[1] ابتدائے سلوک میں چند روز اس فقیر کو علمِ جفر کے حصُول کا شوق دامنگیر ہوا۔ میں ان دنوں حضرت سلطان العارفینؒ کے مزارِ مقدس پر معتکف تھا۔ ایک رات باطن میں مجھے ایک بزرگ لمبے قد کا جو وضع قطع سے ہندوستانی معلوم ہوتا تھا ملا اور مجھے بتایا گیا کہ آج رُوئے زمین پر یہ شخص علمِ جفر میں بے مثل اور یکتائے روزگار ہے۔ وہ لمبی شیروانی زیبِ تن

بقیہ اگلے صفحہ پر

کے خاص و عام لوگ اسم اللہ ذات کا ذکر اور ورد سرِ زبان رکھتے ہیں لیکن اسمِ ذات کی کنہ اور حقیقت سے بالکل بے خبر اور ناواقف ہیں، اس لیے اللہ تعالیٰ کی معرفت اور قُرب و مشاہدے سے محروم

بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ

کیے ہوئے تھا اور پتلی لمبی داڑھی اس کے سینے پر لٹک رہی تھی۔ شکل و شباہت سے بہت معزز معلوم ہوتا تھا۔ اس نے مجھ سے پوچھا کہ معلوم ہوتا ہے آپکو علم جفر سیکھنے کا شوق ہے۔ میں نے کہا ہاں۔ میں نے عرض کیا کہ مہربانی کر کے مجھے اس علم سے واقف کریں۔ اس نے کہا آؤ میں تمھیں علمِ جفر سکھا دوں۔ چنانچہ اس نے مجھے دربار شریف کے بڑے چبوترے پر مسجد اور خانقاہ کے ملنے کی جگہ کے سامنے کھڑا کر دیا۔ وہاں اس کے سامنے ایک اونچی الماری ظاہر ہُوئی۔ اس نے ہاتھ میں ایک لکڑی کی چھڑی یعنی پوائنٹر لے کر اس الماری کا دروازہ کھولا۔ اس کے اندر میں سے ایک لوح یعنی تختہ ظاہر ہوا جس کی سطح پر مدہم اور ستار کی طرح اُوپر نیچے بعض پتلی اور بعض موٹی رنگ برنگ کی تاریں لگی ہُوئی تھیں اور ساتھ ہی اس کی سطح پر بارہ بروج اور سات ستاروں کے نام اور حروفِ تہجی ابجد۔ ہوز۔ حطی وغیرہ سب ترتیب جفر سے جابجا مرقوم اور منقوش تھے۔ اس نے مجھے بتایا کہ سارا علمِ جفر اس لَوح کے اندر مندرج ہے۔ اس نے مجھے کہا کہ دیکھو اب میں اس سے تمھیں کوئی عمل کر کے دکھاتا ہوں۔ میں نے کہا عین نوازش ہے۔ اس وقت ایک سات آٹھ سال کا لڑکا اس چبوترے پر کھڑا تھا۔ اس نے کہا دیکھو اس عمل کے ذریعے میں اس لڑکے کو گم کر دیتا ہوں۔ چنانچہ اس نے اس پوائنٹر یعنی لکڑی کو (مجھے یاد ہے) عطارد کے مقام پر مارا اس سے ایک آواز نکلی۔ اس آواز کے نکلتے ہی وہ لڑکا ہمارے دیکھتے دیکھتے غائب ہو گیا۔ اس نے کہا آؤ اب میں یہ سارا علم توجہ اور نگاہ کے ذریعے تمہارے سینے میں منتقل کر دوں، اور میرا ہاتھ پکڑ کر دربار کی مشرقی جانب جہاں اب وضو کا تالاب بنا ہوا ہے لا کر کھڑا کر دیا اور اپنی داڑھی پر ہاتھ رکھ کر آنکھیں بند کر دیں اور مجھے توجہ دینے لگا کہ اتنے میں خانقاہ اور مسجد کے درمیان ایک خوبصورت وجیہہ نورانی شکل کا آدمی سرخ کمیت گھوڑے پر سوار مجھے نظر آیا ——

—— اس نے مجھے ہاتھ کے اشارے سے اپنی طرف بُلایا۔ میں اس بزرگ سے ہاتھ چھڑا کر اس شہسوار کے پاس چلا گیا۔ گھوڑے سے اُتر کر انہوں نے مجھے بتایا کہ اس علم میں بڑی سر دردی اور جنجال ہے۔ آؤ ہم تمہیں ظاہری باطنی علوم کا ایک جامع اور بہت آسان علم سکھا دیں جو کہ کلید جملہ مشکلات اور مفتاحِ جمیع مہمات ہے۔ میں نے عرض کیا بڑی نوازش ہو گی۔ انہوں نے کہا کہ دیکھو ہم صِرف خیال اور نظر سے کام کر لیتے ہیں۔ دیکھو وہ لڑکا جو علمِ جفر کے ذریعے گم ہُوا ہے، اسے ہم دوبارہ نظر سے موجود کرتے ہیں۔ چنانچہ اُنہوں نے اپنی نُوری نگاہ سے اس طرف دیکھا۔ ان کی آنکھوں سے نور کی ایک شعاع نکلی اور اس جگہ سے حجاب اور پردے اُٹھنے لگ گئے اور وہ لڑکا فوراً نمودار ہو گیا۔ اُنھوں نے مجھے فرمایا کہ آؤ ہم تمھیں یہ علم سکھا دیں۔ چنانچہ میرا ہاتھ پکڑ کر مسجد کے اندر

بقیہ اگلے صفحہ پر

رہتے ہیں۔ مرشدِ کامل بذریعۂ توجہ و نظر طالب پر اسم اللہ ذات کی کنہ اور حقیقت کھول دیتا ہے اور اسم اللہ ذات کی کنجی سے گنج جُملہ مطالب طالب کو دکھا دیتا ہے۔

بیانِ تصرّف

عاقل اور کامل مرشد وہ ہے جو کہ چار طرح کے دنیوی تصرّف طالب کو عطا کر دیتا ہے کہ طالب تمام عُمر دنیا کے لیے پریشان بے جمعیت نہیں رہتا۔ ایسا کامل ولی اللہ بادشاہ ظل اللہ پر غالب ہوتا ہے نہ کسی سے احتیاج رکھتا ہے اور نہ کسی کی طرف التجا لاتا ہے۔ وہ چار قسم کے طرف یہ ہیں: اوّل تصرّف علم دعوت القبور۔ بمقتضائے "اِذَا تَحَیَّرْتُمْ فِی الْاُمُوْرِ فَاسْتَعِیْنُوْا مِنْ اَهْلِ الْقُبُوْرِ" ترجمہ: "جب تم مشکل معاملات اور مہمات میں حیران ہو جایا کرو تو اہلِ قبور اولیاء اللہ سے امداد اور اعانت حاصل کرو"۔ جو طالب اللہ علم دعوت القبور میں کامل اور عامل ہو جاتا ہے ہر قسم کا تصرف اس کی نظر میں شامل ہو جاتا ہے لیکن شرط یہ ہے کہ لوگوں کے نفوس کو اپنی تسخیر اور تصرف میں لانے سے پہلے اپنے نفس کو تصرف اور قابو میں لے آوے۔ جو شخص تمام عُمر اپنے علم کے مطالعہ پر عمل کر کے عامل بن جاتا ہے آخر کار وہ فقیر کامل بن جاتا ہے۔ اس راستے کی اصل غرض و غایت اور منزلِ مقصُود قرب اللہ اور وصل وصال ہے نہ کہ فرش فروش روضہ خانقاہ، عزّ و جاہ دنیا، نقد و جنس مال ہے۔ جس طالب کا منتہائے مقصُود عزّ و جاہ دنیا مال و منال ہوتا ہے ایسے طالب کا انجام خراب اور تباہ حال ہوتا ہے۔

تفاوت میانِ علمِ ظاہر وعلمِ باطن

یاد رہے کہ علمِ ظاہری کی ہزاروں کتابوں کا

لے گئے۔ اس وقت میں بیہوش ہو گیا۔ اسکے بعد جب مجھے ہوش آیا تو میں نے اپنے آپکو اس حجرے کے اندر پایا جہاں میں سویا ہوا تھا اور یہ معاملہ دیکھ رہا تھا۔ اس وقت میں نے دیکھا کہ میری آنکھوں کے اُوپر ماتھے میں دو حروف کَ اور نَ نوری سیاہی سے مرقوم ہیں اور ستاروں کی طرح چمک رہے ہیں اور میں جس کام کے لیے خیال کر کے دیکھتا ہوں میری آنکھوں سے نُور کا ایک شعلہ نکلتا ہے، وہ شعلہ جس وقت جائے مقصود اور منظور پر جا پڑتا ہے تو وہاں لفظ کُن نوری حروف سے مرقوم ہو جاتا ہے اور وہ کام فوراً اللہ تعالیٰ کے امر سے حل ہو جاتا ہے۔ یہ واقعہ بالکل صحیح ہے اور اس واسطے بیان کیا جاتا ہے کہ ناظرین یقین کر لیں کہ باطن میں اس قسم کے نہایت نادر اور گرانمایہ علوم و فنون بے واسطہ محض نظر اور توجہ سے روحانیوں سے حاصل ہوتے ہیں۔ ؎

یارب کجاست محرمِ رازِ یکہ بگرناں   دل شرح آں دہ کہ چہ دید و چہ شنید

[1] کہتے ہیں کہ ایک ظاہری عالم نے ایک کامل عارف سے سوال کیا کہ علمِ تصوّف سے کتابیں بھری پڑی ہیں اور

باقی اگلے صفحہ پر

مفہوم اور مقصد ایک ہی لفظ کے عنوان میں آجاتا ہے لیکن باطنی علم کا ایک نکتہ ہزارہا کتابوں میں نہیں سما سکتا۔ عالمِ ظاہری اہلِ قال باطنی علم سے بالکل ناآشنا اور بے خبر ہیں۔ یہ علم محض عرفانِ الٰہی، واقفِ اسرارِ کماہی، اہلِ حال، صاحبِ حضور، اہلِ وجود مغفور کے حصے میں آتا ہے۔ علماءِ علمِ ظاہر صاحبِ ذکر مذکور اہلِ شنیدِ فقراء اہلِ حضور اہلِ دید کے سامنے دم نہیں مار سکتے۔ ذات کے اسرار اور علوم علیحدہ ہیں اور صفات کے علوم الگ ہیں۔ خام نفسانی لوگ معرفت کے باطنی اسرار کیا جانیں جو کہ علوم لدنی ہیں۔ وہ حضور دوام کے قدیم سخنہائے حضرت باری ہیں جو روزِ ازل اور توفیق فیض فضل سے جاری ہیں۔ یہ مرتبہ اکلِ الحلال و صدق المقال مشاہدہ حضوری ایزدِ متعال اور قربِ حضوری معرفت اللہ وصال کی توفیق سے حاصل ہوتا ہے۔ قولہٗ تعالیٰ: وَمَا تَوْفِيْقِيْ اِلَّا بِاللّٰهِ ط اس راستے میں اصل چیز علم ہے جبکہ جاہل اس راستے میں نہیں چل سکتا۔

گر تجھے ہے عقل علمِ خاص رب
کر طلب جاہل ہیں حیواں بے ادب

تشریح و اقسامِ علوم

علم کی تین قسمیں ہیں اور اس کے تین طریقے ہیں۔ اوّل: علمِ شعراء، دوم: علمِ علماء، سوم: علمِ توحید و معرفت نصیب اہلِ تصوف فقراء۔ شعراء کو بلاغت و فصاحت کا علم دانش اور شعور سے ہے۔ اور علماء اہلِ فقہ مفسرین و محدثین کو علمِ مطالعہ مناظرہ، مذاکرہ، تکرار، ذکر مذکور سے ہے لیکن فقراء، اولیاء اللہ اہلِ تصوف کو علمِ قربِ اللہ حیّ قیوم خاص مقامِ نورِ حضور سے ہے۔ وہاں سے علمِ ظاہری رسم و رسوم علم دانش شعور اور علمِ مطالعہ کتب رقم مرقوم اور ذکر مذکور بعید اور دُور ہے۔ دانا اور آگاہ ہو، اور جملہ دفاتر غیر ماسوی اللہ دل سے دھو ڈال۔ اس کتاب کے یہ چند کلمات حاضراتِ اسم

ہر شخص کتاب دیکھ کر عمل کر سکتا ہے تو آپ نے یہ بیعت اور پیری مریدی کا کیا بکھیڑا بنا رکھا ہے اس فقیر نے ایک جذب کی نظر سے اس کی طرف دیکھا تو وہ بیہوش ہو کر زمین پر گر پڑا۔ جب اسے ہوش ہوا تو اس بزرگ کے قدموں پر گر پڑا۔ بزرگ نے فرمایا کہ یہی ایک نکتہ ہے جو دنیا کی تمام کتابوں میں نہیں سماتا اور فقیروں کے سینے ان علوم کی زندہ کتابیں ہیں ؎

علمیکہ اُو بہ دست برونِ کتاب نیست
ایں ہا کہ خواندہ ایم ہمہ در حساب نیست
گر دل عنانِ صحبت جاناں گرفت یافت
عمریکہ ہائے رحلت اُو در رکاب نیست

اللہ ذات سے تصرف گنج بے رنج اور فیض اللہ محض عطا ہے جس سے بے نصیب طالب کو جملہ مطالب اور نامراد مرید کو ہر مراد کنہ کلمہ طیب سے بحکمِ خدا اور باجازت حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم حاصل ہو جاتے ہیں۔ کیونکہ جو شخص صدقِ دِل سے کلمہ طیب لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم، پڑھ لیتا ہے اس پر دوزخ کی آگ حرام ہو جاتی ہے۔ ایمان، بہشت، اللہ تعالیٰ کی نعمت اور رحمت جملہ اس پر عاشق اور مبتلا ہو جاتے ہیں۔ غرض تمام ظاہری اور باطنی خزانے، جملہ قسمتیں اور کل نعمتیں اس کے حصے میں آجاتی ہیں۔ پیر کامل اور مرشد مکمل کلمہ طیب کی طے اور توجہ سے جملہ گنج تصرفات اور ہر قسمت اور رزق طالب پر کھول دیتا ہے اور کلمہ طیب کی کنہ سے دکھا دیتا ہے۔ اللہ تعالےٰ کی معرفت اور اس کی عزت کی قسم واللہ باللہ ثم باللہ کہ فقیر یہ باتیں بالکل برحق اور حق کی طرف سے کہتا ہے۔ یہ کتاب کم بخت، بے نصیب، بے عقل، کم طالع شوم کو ہرگز خوش نہیں آئے گی۔ علم باطنی کے یہ غیبی خزانے فقیر محض فی سبیل اللہ طالب کو بتاتا ہے اور رباتوفیق عطا فرماتا ہے لیکن طالب ہونا چاہیئے صاحبِ دانش، نہ بے عقل خام طالبِ نان و نام۔ یہ نسخہ علماء، فقہاء اور فقراء و اولیا کیلئے ایک محک اور کسوٹی ہے اور راہِ معرفت و ہدایت و عنایت دکھانے والا اور مجلس حضور حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں پہنچانے والا ہے۔ جو شخص اسے دن رات مطالعہ کرے گا دنیا و آخرت میں لایحتاج ہو جائے گا۔ کسی چیز کا محتاج نہیں رہے گا۔

ابیات:

اُحمقوں کو خوش نہ آئے یہ کتاب
عاقلوں کو گنج بخشے بے حساب
غوث و قطبی کی حقیقت ہر ورق
ہر تصرف کیمیاء کا دے سبق
اکسیر اور تکسیر و علمِ کیمیاء
کیمیاء ہنر و نظر سے ہو غنا

علمِ ظاہری لوگ علماء سے دَر بدر پھر کر بطورِ گداگری حاصل کرتے ہیں، لیکن فقراء کو علم باطنی اور عقل کل محض اللہ تعالیٰ سے بے واسطہ بطور بخش و عطا عنایت ہوتا ہے کیونکہ فقیر کل و جز پر حاکم اور امیر ہے۔ ظاہری علم والا مطالعہ کے ذریعے کتاب سے خبر گیر ہے۔ عالم کا نفس ہمیشہ حرص و طمع میں مبتلا اور اسیر ہے۔ اگرچہ اس کی زبان پر دن رات علمِ فقہ، حدیث اور تفسیر ہے۔

حدیث: "لِكُلِّ شَيْءٍ آفَةٌ وَآفَةُ الْعِلْمِ بِالطَّمَعِ" ترجمہ: ہر شے کے لیے آفت ہے

اورعلم کی آفت طمع ہے۔" اس لیے طالب کو پہلے تصرف کیمیائے ہنر اور کیمیائے نظر سے غنایت حاصل ہونا چاہیے۔ بعدہٗ ہدایت ملتی ہے۔ طالب دشاگرد صالح خاص الخاص کو علم کیمیار کا محرم کرنا عین ثواب اور سراسر عطا ہے لیکن طالب شاگرد نالائق کو نعمتِ عظمٰے عطا کرنی عین خطا ہے جو مرشد طالب بے عقل ناہل کو یہ باطنی دولت عطا کرتا ہے اس کا وبال اور خون خرابہ مرشد کے ذمے ہوتا ہے۔ فقیر وہ ہے کہ ہر تصرف میں عامل اور ہر تصور میں کامل و ہر توجہ میں متحمل اور ہر تفکر میں اکمل ہو۔ اور ان جمیع مراتب کے باوجود لاطامع[1] لامانع اور لاجامع صاحبِ صبرِ جمیل اجمل ہے۔

ابیات

عقل کلی اِک تجلی آفتابِ حق سے ہے — چاند سا روشن منوّر معدنِ مطلق سے ہے
کور باطن کو نہیں حاصل کبھی یہ عقل و رائے — بے خبر ہے معرفت وحدت سے جاہل بے حیا
عارفوں کی یہ عقل ہے محض فضلِ لم یزل — درقِ دل میں غرق رہنا کارِ عالم بے بدل
اس علم کو کنہ کن سے ہم نے پایا اے عزیز — ایک کلمہ کن سے حاصل جاودانی ہو تمیز
ایک اِک آیاتِ قرآں کا عمل حاصل کیا — دعوتِ قرآن کو اپنا راہبر کامل کیا

---

[1] لاطامع، لامانع، لاجامع کے یہ معنی ہیں کہ کسی کے مال کا طمع نہ کرے اور کوئی بغیر سوال خود بخود کوئی چیز دے تو انکار اور منع نہ کرے۔ کیونکہ یہ بات ریا میں شامل ہے اور مال دنیا جمع بھی نہ کرے بلکہ جو کچھ ملے فقیر خود بھی کھائے اور اسے فی سبیل اللہ خرچ کرے۔ اصطلاح تصوف میں توکل اور ترک کے تین درجے ہیں۔ اوّل اعلیٰ قسم کا منتہی متوکل علی اللہ اور تارک الدُنیا فقیر وہ شخص ہے جو روزینہ شبینہ گزر اوقات کرے یعنی رات کا رزق دن کو بچا نہ رکھے اور دن کا رات کے لیے نہ چھوڑے۔ ایسے متوکل علی اللہ پہلے زمانے میں صاحبِ تجرید و تفرید کچھ فقیر ضرور ہوئے ہیں مثلاً حضرت بایزید بسطامی اور حضرت رابعہ بصری رحمۃ اللہ علیہما لیکن عیالدار آدمی کے لیے آجکل ایسی توکل اگر ناممکن نہیں تو مشکل ضرور ہے لیکن اللہ تعالیٰ جسے توفیق دے کوئی مشکل نہیں۔ دوم متوسط قسم کے متوکل وہ ہیں جو چالیس (۴۰) روز کا خرچ عیال کے لیے جمع رکھے اور کسی صورت میں اپنے آپ کو صاحبِ نصاب نہ ہونے دے۔ سوم سب سے ادنیٰ درجے کا متوکل وہ فقیر ہے جو ایک سال کا خرچ جمع رکھے۔ اگر اس سے زیادہ جمع کر کے رکھے تو ایسا آدمی اہلِ فقر تو نہیں بلکہ اہل دین بھی نہیں بلکہ دنیا کا حریص اور پُورا اہلِ دنیا ہے۔ حضرت ابراہیم ادھم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جب تک تو اپنے بچوں کو زندگی میں یتیم نہ کرے اور اپنی عورت کو بیوہ نہ بنا لے اور خدا کی طلب میں کتوں کی طرح گلیوں، کوچوں ویرانوں اور سنڈاسوں پر رات کو سونا اختیار نہ کرلے گمان نہ کر کہ تجھے مردوں کی صف میں جگہ دے دینگے۔ بعض دوکاندار پیر

بقیہ اگلے صفحہ پر

پس درخت عقل سے تخمِ ادب حاصل کرو — بے عقل بے ادب کرتا ہے فضولی گفتگو
عقل والا باادب رہتا ہے دائم باسکوت — ساکنِ لاہوت خونِ دل ہے اسکا خاص قوت

حدیث: مَنْ عَرَفَ رَبَّهٗ فَقَدْ كَلَّ لِسَانُهٗ۔" ترجمہ: جس نے اپنا رب پہچان لیا اسکی زبان گنگ ہوگئی۔ اہلِ حضور دائم خاموش اور خونِ جگر نوش ہوتے ہیں۔ اور بے حضور اکثر باغوغا اہلِ خروش، ریاکار اور خود فروش ہوتے ہیں۔

ابیات:

عقلِ کُلی گنج ہے نورِ حضور — بے حضوری بے عقل حق سے ہے دُور
عاقلِ دیندار ہے روشن ضمیر — خواب سے آزاد ہے کامل فقیر
ہے وہ عاقل جو ہے طالبِ معرفت — طالبِ دُنیا ہے جاہل سگ صفت
علم کے اور عقل کے ہیں تین حرف — ہے بنی آدم کو اِن تینوں سے شرف
عاقلوں کو ہے طلبِ اللہ دوام — اس طلب میں ہیں مطالب سب تمام
انبیاء کو عقلِ حق سے ہے عطا — اولیاء کا عقل راہبر باخدا
عاقلِ کل ناظر و حاضر نبی — عاقلِ جزو طالبِ دُنیا شقی

طالبِ مولا در نظرِ دُنیا و مولا

سو یاد رہے کہ طالبِ مولا اگرچہ لوگوں کی نظر میں بے عقل اور بے اعتبار ہے لیکن اللہ تعالےٰ کے نزدیک علمِ معرفت میں عاقل اور ہوشیار ہے۔ حدیث: "مَنْ مَاتَ فِيْ حُبِّ اللّٰهِ فَقَدْ مَاتَ شَهِيْدًا۔" ترجمہ: جو شخص اللہ تعالیٰ کی محبت میں مرتا ہے وہ شہید ہے۔" اور فقیر[1] اگرچہ

دنیا جمع رکھنے اور جائیداد بنانے کے لیے یہ حیلہ بناتے ہیں کہ ریا کا ایک لنگر ہے اور کہتے ہیں کہ ہمارا سب مال وقف اور تصرف فی سبیل اللہ ہے۔ اس طرح کا فریب اگر عوام پر چل پڑے تو ممکن ہے لیکن خواص اہل اللہ اور اللہ تعالےٰ صراف حقیقی کو دھوکا نہیں دیا جاسکتا۔

[1] علم کی دو قسمیں ہیں ایک علمِ کسبی مُلائی، دوم علمِ وہبی اور عطائی ہے۔ اوّل الذکر علم ظاہر کتابوں میں علماء ظاہر سے بطور درس و تدریس روایتی طور پر حاصل کیا جاتا ہے لیکن دوم وہبی اور عطائی علم محض اللہ تعالےٰ بے واسطہ لدنی طور پر انبیاء اور اولیاء کے سینوں میں القاء فرماتا ہے۔ یہ علم در سینہ ہے۔ یہ علم محض نظر اور توجہ

بقیہ اگلے صفحہ پر

ظاہر بین لوگوں کی نظر میں جاہل ہے لیکن اللہ تعالٰے کے ہاں علمِ توحید اور علمِ معرفت میں عالم فاضل ہے کیونکہ وہ ہر وقت اللہ تعالٰے کے ساتھ بذریعہ الہام ہمکلام دور بدور و بمقتضائے فَاذْكُرُونِيْ أَذْكُرْكُمْ ذاکر مذکور ہے۔ عاقل ہمیشہ متوجہ بخدا اور بے عقل اہلِ طمع تابع حرص و ہوا ہے۔

اے طالب! تجھے کونسا راستہ پسند ہے۔ اللہ تعالیٰ کی معرفت کا لازوال خزانہ حاصل کرنا یا دُنیا جیفۂ مردار کی طلب میں مرنا۔ ایمان کا اصل سرمایہ اور انسانی زندگی کی اصل غرض تو یہی ہے کہ دنیا میں انسان رستگار ہو اور کم آزار۔ جب طالب پر حضور سے تجلّیات انوار کا ظہور ہوتا ہے تو اس سے عقلِ کلی میں اضافہ اور ترقی ہوتی ہے۔ اور طالب باطن میں صاحب دانش و شعور اور

سے انبیاء اور اولیاء سے سینہ بسینہ چلا آتا ہے۔ جملہ انبیاء اور خصوصًا ہمارے آقائے نامدار حضرت نبی اُمّی صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم فداہٗ امی وابی کو یہی علم بے واسطہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے حاصل ہُوا۔ اور آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کے عہد مبارک میں تو کسبی علم کا سلسلہ بالکل مفقود تھا اور محض چند اصحاب ہی معمولی نوشت و خواند کر سکتے تھے لیکن آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کی صحبت اور توجہ و نظر کیمیاء اثر سے جملہ اصحاب کبار علم باطن میں درخشندہ ستارے بن کر چمکنے لگے اور ہر علم اور فن میں یکتائے روزگار ثابت ہُوئے۔ اس کے بعد تابعین اور تبع تابعین کے زمانے میں گو ساتھ کسبی علم کا سلسلہ بھی بڑھ گیا تھا لیکن صدری اور باطنی علم اسی طرح سینہ بسینہ منتقل ہوتا چلا آیا ظاہری علم کتابوں کے دفینوں میں جمع ہوا اور باطنی علم سینوں کے خزینوں میں محفوظ ہوا۔

قرآن کریم میں سورۂ کہف کے اندر موسٰی علیہ السّلام اور خضر علیہ السّلام کا جو قِصّہ مذکور ہے اس میں اللہ تعالٰے نے واضح طور پر ذکر فرمایا ہے کہ فَوَجَدَا عَبْدًا مِّنْ عِبَادِنَآ اٰتَيْنٰهُ رَحْمَةً مِّنْ عِنْدِنَا وَعَلَّمْنٰهُ مِنْ لَّدُنَّا عِلْمًا ؕ یعنی موسٰی علیہ السّلام اور ان کے ساتھی یوشع نے ہمارے خاص بندوں میں سے ایک بندے کو پایا جسے ہم نے اپنی خاص رحمت سے نوازا تھا اور اسے اپنی طرف سے خاص باطنی علم عطا فرمایا تھا۔" چنانچہ اس باطنی علم کے تین واقعات بھی بیان فرما دیئے ہیں کہ خضر علیہ السّلام نے کشتی کو توڑ دیا اور چھوٹے بچے کو قتل کر ڈالا اور شکستہ دیوار کو بنا ڈالا۔ یہ واقعات اس باطنی علم کا کافی ثبوت ہیں اور یہ علم آج تک سینہ بسینہ چلا آتا ہے۔ اگر کوئی اس علم کا بسبب کورچشمی اور ہٹ دھرمی کے انکار کرے تو وہ مطلق دل کا اندھا، جاہل بے بصر ہے۔ دینی علوم کا سرچشمہ ہی جب یہی علم بے واسطہ من لدنی ٹھہرا تو یہ ظاہری کسبی علم بھی اس علم باطنی کا محض چھلکا اور نقل ہے۔ اصل مغز علم لدنی ہے۔ اس علم باطنی کے مقابلے میں علم کسبی کی کوئی حقیقت ہی نہیں ہے۔ اس ظاہری علم کی قدر و منزلت علمِ باطنی سے ہے۔ جو عالم ظاہر اس علمِ باطنی کا منکر ہے وہ عالم نہیں بلکہ حیوان باربردار اور اہلِ زیان ہے۔

عقل بیدار ہو جاتا ہے سو طالب علم ظاہر فاضل اور طالب مولیٰ فقیر کامل میں یہ فرق ہے کہ عالم محض زبانی طور پر حلال، حرام اور راہِ حق و باطل بتاتا ہے لیکن فقیر بصارتِ باطنی سے حق کا راستہ عین بعین دکھاتا ہے۔ فقیر نہ محض دلالت کرنے والا صاحب طریق ہے بلکہ جُملہ مقامات طے کرانے والا اہلِ تحقیق بھی ہے۔ فقیر نہ صرف زبانی طور پر سلک و سلوک کے منزل مقامات بتانے والا اہل رسم و رسوم ہے بلکہ باتوفیق صحیح سلامت منزلِ مقصود تک پہنچانے والا شہسوارِ باطن راہِ حیؔ قیوم ہے۔

حقیقت و برکتِ وجودِ کامل

بعض بے پیر و بے مُرشد، اہل حسد، منافق مردہ دل، کاذب، شیطان کی طرح راہزن اور خنّاس کی طرح دِلوں میں وسوسے ڈالنے والے لوگ دُنیا میں ایسے بھی ہیں جو سالکانِ طریقت، متلاشیانِ حقیقت اور طالبانِ معرفت کے سامنے یہ حجت پیش کر کے انہیں راہِ حق سے روکنے اور باز رکھنے کی کوشش کرتے ہیں کہ اس زمانے میں لائق ارشاد و تلقین کوئی کامل پیر اور مُرشد صاحبِ باطن نہیں رہا۔ اس لیے بجائے مُرشد علمِ فقہ و عبادت اور نیک اعمال کو وسیلہ پکڑنا چاہیئے۔ اللہ تعالیٰ کی معرفت کی چنداں ضرورت نہیں اور اگر ہے تو مل ہی جائیگی' اور نیز کہتے ہیں کہ "علم در کتب و عُلماء در قبور" یعنی علم تو کتابوں میں موجود ہے اور عُلماء قبروں میں چلے گئے ہیں پس کتابوں ہی سے حاصل کرنا چاہیئے۔ اس شیطانی حیلے اور نفسانی وسیلے کے بھروسے پر طالبوں کو ہدایت اور معرفتِ خدا اور مجلس حضرت محمد مُصطفٰے صَلَّی اللہ علیہ وسلّم سے باز رکھتے ہیں۔ ایسے لوگوں کی باتوں پر باور نہیں کرنا چاہیئے۔ کیونکہ مرشد کامل ظاہر باطن اہلِ حضور اللہ تعالٰے کے خزانوں کے خزانچی قیامت تک یکے دیگرے ایک دوسرے کے قائم مقام اور جانشین آتے رہیں گے۔ دنیا میں اولامر صاحب ولایت محافظ، اہلِ تکوین، متصرفین، خلق اللہ کی حفاظت سے ایکدم اور ایک ساعت غافل نہیں رہیں گے۔ یہ نوری لوگ آفتاب کی طرح فیض بخش ہیں جن کے وجود با جود سے جانِ جہان گرم اور منوّر یعنی زندہ اور تابندہ ہے۔ یہ لوگ تمام جہان کے لیے بمنزلہ جان اور رُوحِ رواں ہیں۔ طالبی اور مریدی کا یہ لازوال مرتبہ منصب بمنصب دائم قائم شرفِ حضور تک جاکر منتہی ہوتا ہے۔

ابیات

گر تو آئے طالبا حاضر کروں　　جثۂ قہر و غضب کو کھینچ لوں

ہو تجھے حاصل ولایت معرفت — وحدتِ حق میں ہو حاصل منزلت
عارف باللہ ہے دائم باکرم — صاحبِ گنج و تصرف لاختم

فقیرِ کامل باطن نظر با عیاں اہلِ تحقیق ہے اور جُملہ ظاہری، باطنی خزانوں کے نکالنے اور خرچ کرنے کی اسے توفیق ہے۔ مُرشد راہبر بحق رفیق کو روزِ اوّل ہی عِلم تصرف کی تعلیم کا طریق ہے۔

حدیث : خَیْرُ النَّاسِ مَنْ یَنْفَعُ النَّاسِ ۔ ترجمہ: "لوگوں میں سب سے بہتر وہ ہے جو انھیں نفع پہنچائے۔" فقیر کا وجُود مثلِ کانِ کرمِ خدا اور سخنانِ فقیر مثل دُرہائے بے بہا ہوتے ہیں کیونکہ اس کی ہر بات کُنہِ کُنْ فکاں سے زباں پر جاری ہوتی ہے۔ فقیر کے قہر اور جلالیت سے ڈرتے رہنا چاہیے کیونکہ فقرا کا قہر اللہ تعالےٰ کے قہر کا نمونہ ہے۔ اور فقیر کا کوئی کام مثلاً اسکا کلام، نظر، توجہ، نشست و برخاست وغیرہ کوئی فعل بھی حکمت سے خالی نہیں ہوتا۔ فِعْلُ الْحَکِیْمِ لَا یَخْلُوْا عَنِ الْحِکْمَۃِ۔ "حکیم کا فعل حکمت سے خالی نہیں ہوتا۔" اگر پیر و مُرشد اوّل طالب مرید کو حصُولِ گنج دنیا کی تعلیم سے دل کی سیری اور غنا عطا نہ کردے طالب مرید کو معرفت اور فقر اختیاری ہرگز نصیب نہیں ہوتی۔

حدیث : عَذَابُ الْجُوْعِ اَشَدُّ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ۔
ترجمہ: "بھوک کا عذاب قبر کے عذاب سے زیادہ سخت ہے۔"

حدیث : اِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ الْفُقَرَآءَ الْاَغْنِیَاءَ۔
ترجمہ: اللہ تعالےٰ ان فقرا کو دوست رکھتا ہے جو دل کے غنی ہیں۔" جو شخص فقر فاقہ اور افلاس کا گلہ اور شکوہ کرتا ہے۔ گویا وہ اللہ تعالیٰ کا گلہ اور شکایت کرتا ہے۔ یہ فقر اضطراری ہے جو سراسر موجب شرمندگی و خواری ہے۔

حدیث : نَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ فَقْرِ الْمُکِبِّ۔ ترجمہ: "اے اللہ! ہم فقر نگونسار سے پناہ مانگتے ہیں۔" فقر مکب وہ ہے کہ فقیر بے صبر ہو کر اہلِ دنیا کے سامنے بسبب طمع دنیوی ذلیل اور سرنگوں رہے۔

تصرّفِ شیطانی و تصرّفِ رحمانی

واضح ہو کہ شیطان کے پاس ایک مخصوص شیطانی عِلم ہے جس کے ذریعے اس نے تمام جہان کو جکڑا

اور قید کر رکھا ہے۔ ہزاروں میں سے کوئی ایک آدھ طالب شیطان کے پنجے سے بچ نکلتا ہے۔ شیطان جُملہ آسمانی کُتب مثلاً توریت، انجیل، زبُور اور قرآنِ مجید کے علوُم اور خاص کر علمِ ہدایت سے بے بہرہ اور بے نصیب ہے سوائے علمارِ عاملین اور فقرار کاملین یا اہل اللہ غوث و قطب وغیرہ اہلِ تکوین کے جملہ فرزندان آدم پر غالب اور قوی ہے۔ چنانچہ بعض اولیاء اللہ کو بھی قُربِ حضوری سے موڑ کر اپنی قید میں لے آتا ہے۔ وہ شیطانی عِلم کیا ہے۔ وہ علم طمع اور حرص ہے شیطان انسان کے سینے میں حرص اور طمع کی آگ بھڑکا کر اس کے نفس کو نافرمان اور بے دین بنا دیتا ہے سو معلوم ہوا کہ طمع اور حرص اور دُنیا کی زیب و زینت اور لذاتِ دُنیا جُملہ شیطانی مال و متاع ہیں جو شخص شیطان کے مال و متاع کو ہاتھ لگاتا ہے گویا شیطان کے ہاتھ پر قول قوی اور عہدِ موثق باندھتا ہے۔ اور تمام عمر اس کی غلامی کا طوق گلے میں ہے تاکہ دنیا سے لایحتاج اور بے نیاز ہو جائے۔ اور شیطان اس پر حرص اور طمع کے سبب غلبہ نہ پا سکے۔ طالب جب دنیا سے بے نیاز اور مستغنی ہو کر اس کا خیال دل سے نکال ڈالتا ہے ایسا طالب واقعی صدقِ دل سے اپنے مولا کا سچّا طالب ہو جاتا ہے اور دونوں جہاں سے غنی ہو کر نفسِ شیطان اور ہوا پر غالب ہو جاتا ہے۔ فقرا علم تصرف میں عامل اور علمِ تصور میں کامل ہیں اور نیز تمام جہاں کو فیض بخشنے والے اور جملہ عالم کے دستگیر ہیں اور ان کی نظر میں دُنیا فانی، دولت ناپائیدار اور اس کا سامان حقیر ہیں۔ قولہٗ تعالیٰ : قُلْ مَتَاعُ الدُّنْیَا قَلِیْلٌ ۔ ترجمہ: کہہ دے (اے میرے نبی) لوگوں سے کہ متاعِ دُنیا قلیل اور تھوڑی ہے۔" اور قلیل بکسرہ قاف خونِ حیض سے آلودہ کپڑے کو بھی کہتے ہیں۔ قولِ عرب : یَا اَخِیْ لَا تَجْلِسْ عَلَیْھَا فَاِنَّ تَحْتَھَا قِلِیْلٌ ۔
ترجمہ: "اے بھائی! اس پر نہ بیٹھ کیونکہ اس کے نیچے خونِ حیض سے آلودہ کپڑا ہے۔"

پس جو فقیر اہلِ فیض ہے وہ دنیا کے حیض کو کبھی قبول نہیں کرتا۔ اور پاک اہلِ فیض اور پلید اہلِ حیض لوگوں کی صحبت اور رفاقت صحیح اور درست نہیں بیٹھتی۔ حُبِّ دنیا راہِ خدا میں ایک بڑی بھاری رکاوٹ اور سد ہے کہ انسان کو بے شرم بیحیا کر کے اللہ تعالیٰ کی نظر سے گرا دیتی ہے۔ حبِّ مولیٰ اور معرفت ذاتِ کبریا دولتِ لازوال اور بے حد ہے کہ قرب مشاہدہ اور وصالِ مولےٰ میں پہنچا دیتی ہے۔ حُبِّ مولیٰ اور تصور اسم اللہ حق تعالیٰ کے قریب کرنے والے ہیں۔ اور حرص نفسِ امارہ و طمع دنیا ناکارہ شیطان کے فریب میں لانے والے ہیں۔ اور طبع نفسِ حلیم و قلب سلیم اور فرحت

روحِ بحقِ تسلیم رحمٰن کی طرف لے جانے والے ہیں۔ جب تک شوق اور اشتیاق کا سلسلہ طالب اور مطلوب کے درمیان جاری نہ ہو جائے ہرگز ملاقات وحضوری حاصل نہیں ہوتی۔ واضح ہو ذکر اور فکر میں سراسر حیرت ہے اور جملہ مطالعہ میں غیرت ہے۔ اور تصور میں بالکل عبرت اور تصرف میں تمام جمعیت اور استقامت ہے اور نیز عشق میں نری ملامت اور محبت میں محض سوز ہے اور فقر میں تمام آموز ہے۔ اگر خالی علم سے کام نکلتا تو ابلیس گوئے سبقت میدان سے لے جاتا۔ اور اگر محض زہد وعبادت سے کامیابی ہوتی تو بلعم باعور منظورِ درگاہ ہو جاتا اور اگر دنیوی عقل کی منصوبہ بندی اور ہٹ دھرمی سے نجات ہوتی تو ابوجہل کافر اور گمراہ نہ ہوتا۔ پس اللہ تعالیٰ کا قرب اور معرفت کس چیز میں ہے۔ اور اس کا حصول کس علم و دانش اور تمیز میں ہے۔ اصحابِ کہف کے کُتے کو نیکوں کی پیروی اور محبت نے کہاں سے کہاں تک پہنچایا۔ اور شیطان کو خالی علم اور زُہد نے اوجِ عزت سے کس طرح قعرِ مذلت میں گرایا جو علم خلافِ روح وموافقِ نفس ہے اس علم سے انانیت اور نفسانیت پیدا ہوتی ہے۔ نفس کی اصل اور فطرت ہی ایسی ہے کہ وہ خدا کی راہ میں حجاب اور سدِّراہ بن کر بے یقین اور بے دین بنا دیتا ہے۔ علم کے ہمراہ یقین توشۂ راہ ہے۔ عالم بے یقین اور بے معرفت گمراہ ہے۔ علمِ معرفت ایک نور ہے اور یہ علم قاطعِ انانیتِ نفس اور دافعِ کبر وغرور ہے۔ ہر دو جہان میں علمِ کنہ کن کی جو تحریر ہے اس کے لیے قلم قدرت زبانِ فقیر ہے۔ ردّ اور قبول جو کچھ کرے بیان، یہ ہے لِسَانُ الْفُقَرَاءِ سَيْفُ الرَّحْمٰنِ۔ اگر کوئی شخص تمام عُمر عبادت اور اطاعت میں گذار کر کمر مثلِ کمان کبڑی اور خمیدہ بنا دے اور خلوت اور تنہائی میں اس قدر چلّے اور ریاضت کرے کہ بال کی طرح نحیف اور ضعیف ہو جائے اور دِن رات کے سوز وگداز اور آہ وبکا سے گناہ کو اس طرح جلاتا ہو جس طرح آگ خشک لکڑی کو جلاتی ہے لیکن وہ قُرب اور معرفتِ خدا کو ہرگز نہیں پہنچ سکے گا کیونکہ یہ سب ظاہری اعضا کے اعمال وافعال ہیں۔ عمل ظاہر سے دل ہرگز زندہ، پاک اور طاہر نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ مرتبۂ عاشقی ومعشوقی ومرغوبی اور محبوب القلوبی سوائے تصورِ اسم اللہ ذات کے ہرگز حاصل نہیں ہوتا۔ غرض تصورِ اسم اللہ اور مشقِ وجودیہ مرقوم سے ہفت اندام نُور ہو جاتے ہیں اور صاحبِ مشق ایکدم اہلِ حضور ہو جاتے ہیں۔

امراضِ باطنیہ اور علاجِ امراضِ مذکورہ

یاد رہے کہ انسان کے اندر چند باطنی

بیماریاں ہوا کرتی ہیں اور اس کے لیے مختلف معالج اور طبیب ہوتے ہیں۔ پس مریضِ دُنیا کا طبیب شیطان ہے کہ اُسے حرص وطمع کی دوائی پلاتا ہے۔ اور اسے پریشان اور پراگندہ خاطر بناتا ہے۔ اور مریضِ عقبیٰ کا طبیب تقویٰ ہے۔ اور تقویٰ نفسِ امارہ کے قتل کا فتویٰ صادر کرتا ہے۔ اور مریضِ عشق کا مرض لادوا ہے۔ مگر محبوبِ حقیقی کا دیدار اور لقا اس کی دَوا ہے۔ اور جو شخص دیدار اور لقاء کی آرزو رکھتا ہے اُسے اپنا سر قربان کرنا پڑتا ہے۔ مرشد کامل جب کبھی کسی عالم فاضل صاحب استعداد کو تلقین اور ارشاد کرنا چاہتا ہے تو پہلے اسے مجلسِ محمدی صلی اللہ علیہ وسلم میں پیش کرتا ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اُسے اپنی زبان مبارک سے فرماتے ہیں کہ اے عالم طالب اللہ! یہی تیرا مرشد کامل عارف ولی اللہ ہے اس کا دامن نہ چھوڑ۔ بعد ازاں عالم فاضل طالب اہلِ یقین اور صاحبِ اعتقاد ہو جاتا ہے۔ عارف واصل کو اس طرح کے طالبِ کامل درکار ہیں۔ ورنہ ایسے جاہل طالب جنہیں ایک نظر سے دیوانہ بنایا جا سکے بیشمار ہیں۔ مرشد صاحبِ توفیق اور طالب عالم اہلِ تحقیق ہو۔ جاہل ہرگز عارف باللہ نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ جاہل احمق بے دین اور زندیق ہوتا ہے۔ فقر معرفت اور ہدایت اللہ کے ثبوت کے لیے فقیر کے پاس دو گواہ ہونے چاہئیں۔ اوّل یہ کہ علم قرآن تفسیر میں عالم فاضل ہو کیونکہ علم خاصہ خلاصہ مشعلِ راہ ہے۔ دوم علم باطن میں طالب کو اللہ تعالیٰ کا قُرب بخشنے والا ہو۔ جو مُرشد فقرِ محمدی صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ دو نشان نہیں رکھتا وہ معرفتِ اللہ کی طرف کوئی راستہ ہی نہیں جانتا اور نہ رہبری کر سکتا ہے۔ جاہل پیر اگر طالب کو کچھ باطن میں مشاہدہ دکھائے گا وہ سب شیطانی استدراج ہوگا نہ کہ حقیقی معراج۔ ؎

علم سیکھ اے یار علم حق نمائے
ہے نہیں جاہل کی حق کے پاس جائے

تفریق جاہل عالم وعالم جاہل

مرشد جاہل عالم[1] مثل حضرت آدم صفی اللہ بہتر ہے
اور مرشد عالم جاہل بے عمل مثل ابلیس عدو اللہ بدتر

[1] ایک جاہل عالم ہوتا ہے۔ دوم عالم جاہل۔ جاہل عالم وہ ہے کہ ظاہر زبان کا عالم نہ ہو، لیکن دل میں صدق اور یقین رکھتا ہے۔ یہ شخص زبان کا جاہل مگر دل کا عالم ہے۔ دوم عالم جاہل وہ ہے جو کہ زبانی طور پر عالم فاضل ہو لیکن دل میں تصدیق نہ رکھتا ہو۔ قرآنِ کریم میں ایسے عالم کو گدھے سے تشبیہ دی گئی ہے۔ جس پر کتابیں لادی گئی ہوں ؎

(باقی اگلے صفحہ پر)

ہے۔قال النبی علیہ الصلوٰۃ والسلام "اِتَّقُوْا عَالِمَ الْجَاهِلِ قِيْلَ مَنَ الْعَالِمُ الْجَاهِلِ قَالَ عَالِمُ اللِّسَانِ وَجَاهِلُ الْقَلْبِ" ترجمہ: حضرت نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ عالم جاہل سے دُور رہو۔ صحابہؓ نے عرض کیا کہ عالم جاہل کون ہوتا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ عالم جاہل وہ ہے جو زبان کا عالم ہو اور دل کا جاہل" یعنی تصدیق دل نہ رکھتا ہو۔ علم تصدیق القلب فقیر کامل کی تلقین اور ارشاد سے حاصل ہوتا ہے۔ قولہ تعالیٰ:

"رَبِّ لِمَا اَنْزَلْتَ اِلَيَّ مِنْ خَيْرٍ فَقِيْرٌ"

ترجمہ: اے رب جو چیز تُو نے میری طرف خیر کی بھیجی ہے مَیں اس کا محتاج ہوں۔

تصدیق با اقرار چاہیے اور اقرار با تصدیق۔ جو شخص یہ ہر دو علم اقرار و علم تصدیق رکھتا ہے۔ وہ عالم اور عارف فقیر ہے باتحقیق اور صاحبِ توفیق ہے بحق رفیق ہے، کشائندہ علم دقیق، صاحبِ وجود وسیع مثل دریائے عمیق اور فنا فی اللہ غریق ہے۔ ایسا مُرشد نظارہ بین راہنما غم رُبا و فرحت کشا ہوتا ہے۔ جَزَاكَ اللّٰهُ فِي الدَّارَيْنِ خَيْرًا۔ عُلماء دراصل وارث الانبیاء فقراء ہیں کہ عین نما ہیں۔ علماء ظاہر مختلف صورتوں سے علم مسائل بتاتے ہیں اور فقراء فنا فی اللہ، عارف خدا مشاہدۂ قرب حضوری حق دکھاتے ہیں۔ پس بتانے اور دکھانے میں بڑا فرق ہے۔ جس شخص کے وجود میں اسم اللہ تاثیر کرے اور عمل بخشے اور اس کے ظاہر اور باطن میں آمیختہ ہو جائے۔ ایسا شخص صاحبِ تصرف گنج با توفیق ہو جاتا ہے۔ مرشد کامل جسے چاہتا ہے توجہ کے ذریعے سر سے لے کر قدم تک اس کے ہفت اندام قلب اور قالب کو بالکل پاک اور صاف کر کے نُور سے معمور کر دیتا ہے۔ اس کے بعد طالب مشرف حضور اور بعد نظر اللہ منظور ہو جاتا ہے اور نفس و شیطان کے کبر و غرور اور دُنیا کی آلائشوں سے دور اور ہژدہ ہزار عالم میں مشہور اور خدا تعالیٰ کے ساتھ بذریعہ الہام ہمکلام اور صاحبِ ذکر مذکور ہو جاتا ہے۔ یہ ہے صاحبِ نسبت باطن معمُور با اہل وجود مغفور، ذوق شوق باطنی سے مَست اَلست،

علم کز تو ترا نہ بستاند	جہل ازاں علم بہ بود بسیار
لَوْ كَانَ فِي الْعِلْمِ مِنْ دُوْنِ التُّقٰى شَرَفٌ	لَكَانَ اَشْرَفُ خَلْقِ اللّٰهِ اِبْلِيْسُ

ترجمہ: اگر بغیر تقویٰ اور پرہیزگاری خالی علم میں کوئی شرافت ہوتی تو البتہ ابلیس لعین اللہ تعالیٰ کی ساری مخلوق میں زیادہ شریف اور بزرگ ہوتا۔

دلشاد و مسرور تصورِ اسم اللہ ذات کے علم تعلیم اور مشق وجودیہ مرقوم کے ارشاد اور تلقین سے زمانۂ ماضی حال اور مستقبل کے حالات معلوم ہو جاتے ہیں مشق سے وجود میں محبت، معرفت اور مراقبے کی توفیق حاصل ہو جاتی ہے اور انبیاء اور اولیاء کے ساتھ مجلس ملاقات اور مشاہدۂ حضوری ذات کی تحقیقات اور جملہ مقامات اور درجات کے طے کرنے کی ہمت اور توفیق حاصل ہو جاتی ہے۔ تصورِ اسم اللہ ذات کی قوت سے طالب لامکان میں پہنچ جاتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی رویت اور لقاء سے مشرف ہو جاتا ہے، اور علمِ تصوف سے اسم اللہ ذات کی حقیقت کو جان لیتا ہے اور طریقِ شریعت کو اپنا رفیق بنا لیتا ہے۔ اس حقیقت حصول الوصول کو کیا جانے ظاہر عالم اور باطن مجہول، زندہ زبان اور دل مُردہ طالب مردار طلب، علم سے بے عمل اہل سلب۔

ابیات

جُثہ ہو جُثہ میں زندہ نُور کا	اس سے دیکھ لے طالبا رویت لقا
جو نہ دیکھے اس جہاں میں بے خبر	آخرت میں بھی رہے گا کور و کر
جو کہ پہچانے وہ دیکھے بے گماں	رویتِ حق دیکھ لے در لا مکاں
ہم نے دیکھی پائی ہے رویت مدام	معرفت توحید فقر ہے یہ تمام
گر کہوں دیکھی ہے تو گردن اُڑے	دیدہ کو نادیدہ گو کافر بنے
پس اسی حیرت میں خاموشی بھلی	دولتِ دیدار حق سے ہے رلی

جس طرح جانور کو جب تک تکبیر اسم اللہ اکبر کی چھُری سے ذبح نہ کریں حلال نہیں ہوتا اسی طرح نفس کو تصور اسم اللہ ذات کی تلوار سے جب تک قتل نہ کیا جائے ہرگز قابلِ معرفت اور لائق مشاہدہ و وصال نہیں ہوتا۔ جو شخص موت سے ڈرتا ہے وہ عاشق نہیں ابھی خام ناتمام ہے۔ جو شخص خالی دعوے کرے کہ طالبِ دیدار ہے اور راہِ حق میں شہید نہ ہو وہ مردار ہے۔ ذیل کے دائرہ مشق وجود مرقوم سے طالب کو یہ باطنی سعادتیں اور رُوحانی دولتیں حاصل ہو جاتی ہیں یعنی مجاہدہ با مشاہدہ محبّت با راز، عبادت دوام نماز، حصول سّرِ اسرار، دافع حجب و حجاب پروردگار، فناء و بقاء، ایمان با حیا، شرف معرفت و لقاء، تصرّف گنج بے رنج، علم علوم حَیّ قیّوم، الہام مع اللہ تمام بمطالعہ لوحِ محفوظ و حکمت بے نظیر، مرتبۂ روشن ضمیر اور تمام جہان پر بغیر لشکر بادشاہی حاصل کرنا مثل حاکم

امیرِ عالمگیرِ مشق وجودیہ مرقوم قطبُ الاقطاب، غوثُ الوحدت، ولی الفرد، نور الجامع، ہدایت الفقر، فیض البرکات، افضل الاسم الاعظم مُردہ قلب کو کرے حیات بذریعہ اسم اللہ ذات جس سے جُملہ علوم روحانیت روشن اور واضح ہو جاتے ہیں۔ دائرہ مشق وجودیہ مرقوم یہ ہے یہ سعادت محض عارفانِ الٰہی کو نصیب ہے جو کہ طالبِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم حبیب ہے نقش مبارک وجودیہ مرقوم کا دائرہ یہ ہے؛ ۱ے

ے۱ حضرت سلطان العارفین کی کتب متبرکہ میں اس قسم کے مختلف دائرے اور نقوش موجود ہیں جنہیں آنحضرتؒ نے مشق وجودیہ مرقوم کے نام سے بھی موسوم کیا ہے۔ یہ انسانی وجود کے مختلف اعضاء کی باطنی نوری پوششیں ہیں۔ چنانچہ بعض سارے وجود کے بعض دماغ، سینے، دل، ناف، ہاتھ وغیرہ کے ساتھ منسوب ہیں غرض یہ مختلف باطنی مناصب اور روحانی مدارج کے لیے باطنی نوری مرقوم خلعتیں، وردیاں اور تمغے ہیں جو باطن میں اولیاء اور فقراء وغیرہ کو پہنائی جاتی ہیں مثلاً جب کوئی شخص غوث یا قطب کے بلند منصب پر فائز ہوتا ہے تو اسے اس قسم کا نوری لباس اور خلعت پہنا دیا جاتا ہے۔ چنانچہ وہ اس نوری خلعت کے پہنتے ہی غوثی طاقت اور قوت اور اس منصب کے جملہ لوازمات و شرائط اور اس بھاری عہدے کے جملہ علوم و فنون سے اللہ تعالیٰ کی طرف سے بے واسطہ بہرہ ور ہو جاتا ہے ان نقوش میں بعض باطنی تمغے ہیں جو سینے پر آویزاں کیے جاتے ہیں۔ بعض روحانی تاج ہیں بعض باطنی کوٹ وغیرہ ہیں غرض ہر خلعت کا علیحدہ نشان، الگ شان اور مختلف آن ہے۔

اس قسم کے مراتب کو یحییِ و یُمیت کہتے ہیں جو کہ بروزِ اوّل سے عارفوں کو نصیب ہیں۔ اِسم اللہ ذات کے تصوّر اور تفکّر کی مشق کی کنہہ کو عامل جانتا ہے اور کامل پڑھتا ہے۔ یہ عمل طالب کے وجود کو اس طرح پاک اور صاف کر دیتا ہے جس طرح پانی اور صابون میلے اور پلید کپڑے کو پاک اور صاف کر دیتے ہیں۔ اگر اس درخت سے فرد (تخم) پیدا ہو تو اس کے پتے اور شاخ و لکڑی وغیرہ اسم اللہ کی تحریر ہو گی جو قدرت سے مرقوم اور متلو ہوں گے۔ صاحبِ نظر روشن ضمیر اسے پہچانتا ہے اور صاحبِ تفسیر ادب نگاہ رکھتا ہے۔ اور روشن ضمیر با تاثیر اسم اللہ کی اس تحریرِ قدرت کو پڑھتا ہے۔

حقیقتِ دیدار

اے طالبِ خام جو کچھ اسم اللہ ذات سے حقیقی تجلی انوار پروردگار بے مثل و بے مثال۔ لم یزل و لایزال غیر مخلوق لامکان میں فقیر دیکھتا ہے اس پر تجھے اعتبار نہیں آتا۔ اور جو کچھ موافق اپنے حال مخلوق کی صورت میں رنگ و شکل زُلف و حسن، خط و خال تو دیکھتا ہے جو کہ دیدار نہیں ہے، اس پر تجھے یقین اور اعتبار آتا ہے۔ دیدار دیکھنے والے کے لیے حق کی طرف سے چند علامات اور نشانات ہیں۔ جو طالب مرشد کامل سے علم درسِ دیدار پڑھتا ہے وہ طالب عارف باللہ باعیان اشرف الانسان ہے۔ ایسا طالب مرشد کے فرمودے پر یقین اور اعتبار کرتا ہے۔ مرشد ایسے طالبِ صادق کو فوراً توجہ باطنی سے مشرف دیدار فرماتا ہے۔ اہل دیدار کی یہ علامات ہیں۔ اوّل دوام دردِ عشق و دیدار سے بیمار رہتا ہے۔ دوم دوام زندہ قلب و دل بیدار اور ہر وقت با فرحت روح ہوشیار رہتا ہے۔ سوم شرک اور کفر سے بیزار ہزار بار استغفار رہتا ہے۔ یہ ہیں اہلِ دیدار کے احوال اور آثار۔

وضاحتِ سرود و سماع

واضح ہو کہ آوازیں ۱ے کئی طرح کی ہوتی ہیں۔ آوازِ رحمانی اور آوازِ شیطانی۔ ذکر کلمہ طیّب، تلاوت قرآن مجید اور اذان نماز

ے۱ سرود کی قسمیں بھی مختلف ہیں اور سرود سُننے والوں کی طباع بھی مختلف ہوتی ہیں۔ جو سرود و ساز مثلاً باجے عود، ستار، ڈھول وغیرہ کے ساتھ گایا جائے اور گانے والی عورت یا امرد بے ریش لڑکا ہو تو اس سرود کا سُننا اور اس مجلس میں شریک ہونا بالاجماع مطلق حرام ہے کیونکہ اس مجلس سماع میں جملہ سامان معصیتِ شیطانی اور جذباتِ شہوانی بھڑکانے اور بڑھانے والے موجود ہیں۔ دوم صورت سرود اور سماع بالکل حلال بلکہ سراسر کارِ ثواب اور موجب رضا مندی و قُرب حضرت ذاتِ ذوالجلال یہ ہے کہ کوئی شخص خوش الحانی سے قرآن کی تلاوت کرے

بقیہ اگلے صفحہ پر

بھی آواز ہے ۔ اور سرود بھی آواز ہے ،پس سرود وسماع کی چند قسم ہیں ،اور ہر قسم کے لیے علیٰحدہ اسم

(بقیہ حاشیہ) یا نماز کی اذان دے یا بغیر ساز و مزامیر کوئی اچھا شخص ایسی نظمیں خوش الحانی سے گائے جس میں اللہ تعالیٰ یا اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم یا اصحاب کبار یا دیگر اولیاء و صالحین کی جائز تعریف ہو یا ان اشعار میں دین کی نصیحت ،عبرت ، ذکرِ موت ، شہادت و جہاد یا دیگر نیک اعمال مثلاً حج ،زکوٰۃ ،نماز صدقات وغیرہ کی طرف رغبت اور شوق دلانے کی باتیں ہوں تو یہ سرود اور سماع بالاجماع حلال ،جائز اور کارِ ثواب ہے ۔ اسکے علاوہ جس قدر باقی صورتیں سرود کی ہو سکتی ہیں وہ سب مشتبہ ہیں مثلاً گراموفون ، باجوں ، ریڈیو اور فلموں میں گانے بجانے سُننے کا جو عام رواج ہے اس میں نفس مضمون اور سُننے والے کی طبع کو بڑا دخل ہے ۔ اچھے کلام جن سے سننے والے کے اخلاق پر اچھا اثر پڑے میرے خیال میں جائز ہے لیکن فلموں اور ٹاکیز کا دیکھنا حرام ہے خصوصاً جہاں فحش تصاویر اور عشقیہ ،شہوانی قصے اور کہانیوں کے واقعات دکھائے جائیں کیونکہ پہلے تو تصاویر کا مظاہرہ ہی حرام ہے ۔ دوم[۲] کوئی فلم فحش تصویر اور عشقیہ قصے سے خالی نہیں ہوا کرتی ۔ سوم[۳] اس کا چسکا لگ جاتا ہے اور اس حرام نمائش پر جس قدر دولت برباد ہوتی ہے اس کا اندازہ اس ایک بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ ایکٹر اور ایکٹرسیں لاکھوں روپے معاوضہ لیتے ہیں ۔ دیگر سماع کے معاملے میں طبائع کے اختلاف کو بھی بڑا دخل ہے ۔ چنانچہ ایک ہی چیز ایک شخص کے لیے بہت ہی مفید اور دوسرے کے لیے سراسر مضر ثابت ہوتی ہے ۔ چنانچہ گھی اور گوشت تندرست آدمی کے لیے مفید اور قوت بخش چیزیں ہیں لیکن بیمار آدمی کے لیے ہلاکت اور زیادتی مرض کا موجب ثابت ہوتے ہیں ۔ ؎

کفر گیرد کاملے ملت شود هرچه گیرد علتی علت شود

لہٰذا نیک صالح اور دیندار آدمی ہر بات سے نیک نتیجہ اور اچھا سبق حاصل کرتا ہے لیکن بُرا و فاسق فاجر اچھی باتوں سے بھی بُرائی کے نتیجے نکالتا ہے ۔

مجھے اپنا ایک واقعہ یاد ہے ۔ جن دنوں یہ فقیر ڈیرہ اسمٰعیل خان کے ایک ہائی سکول میں میٹرک کی تعلیم حاصل کر رہا تھا ، اور اغلباً یہ واقعہ ۱۹۰۷ء کا ہے کہ وہاں موسم بہار میں میلہ اسپاں لگا اور علاوہ دیگر مختلف تماشوں اور کھیلوں کے وہاں انگریز اور دیسی افسروں نے ایک عجیب کھیل اور تماشا بنایا کہ ایک طرف مٹی کے برتنوں یعنی کُنالیوں کو آٹے سے بھر کر رکھ دیا اور دُوسری طرف غریب اور مسکین لوگوں کے ہاتھ پیچھے کی طرف انکی پگڑیوں سے باندھ کر ایک صف میں کھڑا کر دیا گیا ۔ بعدہٗ انگریز لوگ اور ان کی لیڈیاں اور کچھ دیسی افسر اس آٹے میں رقمیں مثلاً آنے ، دونیاں اور چونیاں ڈالتے تھے اور غریبوں مسکینوں کو جن کے ہاتھ پیچھے بندھے ہوتے تھے اُن برتنوں میں آٹے کے اندر سے جانوروں کی طرح مُنہ مار مار کر وہ رقمیں ڈھونڈ نکالنے کے لیے (بقیہ اگلے صفحہ)

ہیں ۔ ایک سرود وہ آواز ہے جس میں الست کا راز ہے ۔ وہ سرود پردہ بردار ہے ، وسیلہ معرفت دیدار ہے ۔ یہ آوازِ رحمانی با قربِ یزدانی ، نصیب عاشقانِ رُوحانی و قسمت اہلِ تصوّف فقراء ربّانی ہے ۔ یہ سرود راہبر راہِ خدا ہے ۔ دوم سرود آوازِ شیطانی نفسانی جس سے دل میں معصیتِ شیطانی پیدا ہوتی ہے ۔ یعنی شہوتِ حرام و طمع نفس خام مثلاً ہوس و ہوا ہے ۔ یہ آواز دُور کرنیوالا از راہِ خدا ہے ۔ ؎

سرود سردردی ہے بانفس وہوا اس ہوا کو کوئی کیوں رکھے روا

اس قسم کے سرود کفار اہلِ نار کے ہاں مروج ہیں جو رات دن بُت خانوں میں اپنے بتوں کے سامنے بجایا کرتے ہیں ، یا اہلِ دنیا بعض وقت لہو و لعب کے طور پر سرود کی مجلسیں زنا کے موقعوں پر خوش وقتی نفس اور شہوت کی انگیخت کے لیے قائم کرتے ہیں ۔ یہ سرود محض خام خیالی مطلق و جالی ہیں اور سرود آواز رحمانی وہ خوش آواز رازِ الستِ ربّانی ہے کہ جس سے اللہ تعالیٰ کے طالبوں ، عارفوں ، محبّوں ، واصلوں اور عاشقوں یا غوث ، قطب ، اوتاد ، ابدالوں ، مومنوں

(بقیہ حاشیہ) چھوڑ دیا جاتا ، چنانچہ جب وہ لوگ آٹے میں منہ مار مار کر دانتوں سے رقمیں نکالتے تو ان کی عجیب حالت ہوتی تھی ۔ سارا منہ ، داڑھی اور مونچھیں آٹے سے آلودہ ہو جاتیں اور جب وہ تماشائیوں میں موجود اپنے ساتھیوں کو نکالی ہوئی رقمیں منہ میں لے کر دینے جاتے تو ان کی شکلیں نہایت مضحکہ خیز ہوتیں ، اور تمام لوگ خصوصاً انگریزوں کی لیڈیاں مارے ہنسی کے لوٹ پوٹ ہوئے جاتے تھے اور تمام مجمع خوشی اور دل لگی سے کھکھلا رہا تھا لیکن اللہ کی یہ شانِ کبریائی اور آنِ بے نیازی ، غریبوں کی بے بسی اور دُنیا داروں کی بُوالہوسی دیکھ کر مجھ پر سخت گریے اور رونے کی حالت طاری ہو گئی ۔ گو میں اس وقت چھوٹی عمر کا یعنی بمشکل پندرہ سولہ سالہ لڑکا ہی تھا لیکن مجھے یاد ہے کہ میں شرم کے مارے مجمع سے علیٰحدہ ہو کر ایک گوشے میں درخت کے سہارے کھڑے ہو کر اتنا رویا کہ میرا گریبان تر ہو گیا ۔ اور بعدہٗ بہت عبرتناک اثر دل پر قائم رہا جس سے بہت دیر تک روتا رہا ۔ یہ واقعہ اس لیے بیان کیا گیا ہے کہ ایک ہی واقعے سے لوگ بسبب اختلافِ طبائع مختلف نتیجے اور الگ الگ اثرات حاصل کرتے ہیں ۔

؎ باراں کہ در لطافت طبعش خلاف نیست در باغ لالہ روید و در شورہ بوم و خس

؎ بر ہمہ اطراف مے تابد سہیل جائے انبان مے کند جائے ادیم

اس میں شک نہیں کہ سرود و سماع اور خوش آوازی میں بڑی بھاری لذت اور قوتِ روح ہوا کرتی ہے لیکن جس طرح آج کل کے لوگ سماع اور قوالی سُنتے وقت اُچھلتے کُودتے اور وجد کرتے ہیں اس میں اکثر نمود اور مکر و ریا کا مظاہرہ ہی ہوتا ہے اور حقیقت و اصلیت بالکل مفقود نظر آتی ہے ۔

وغیرہ کے دلوں میں فیض اور رحمت کا نُور اور فضل حضور پیدا ہوتا ہے یہ ہے سرودِ جانی، اہلِ قرب ربانی، تماشہ بین عارف عیانی۔ ہر ایک قسم کا سرود مثلاً سرودِ جالی، سرودِ وصالی، سرودِ شیطانی اور سرودِ وسیلۂ رحمانی اپنی اپنی علامات اور آثار سے پہچانے جاتے ہیں۔ وجود محمود کو محمود، وجود مردود کو مردود بناتا ہے۔ سرود حالت العارفین وطعام المحبین، وسیلۃ العاشقین اور شوق الواصلین ہر ایک کی علامت علیٰحدہ ہے۔ سرود بعض لوگوں پر فرض، بعض کے لیے سُنّت اور بعض کے واسطے بدعت ہے۔ چنانچہ فَرْضٌ لِلْوَاصِلِیْنَ ۔ سُنَّتٌ لِّلطَّالِبِیْنَ اور بِدْعَتٌ لِّلْغَافِلِیْنَ ہے۔ یعنی واصلین کے لیے فرض، طالبانِ حق کے لیے سُنّت اور غافل لوگوں کے لیے بدعت ہے۔

اے طالب! تو اپنے آپ کو کن لوگوں میں شمار کرتا ہے۔

سرود کے تین مراتب ہیں۔ اوّل سرود خوش آواز مدحِ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہر مُسلمان جانے اور پڑھے۔ دوم سرود شعرا اصحاب کبار جو گزر گئے ہیں۔ سوم آوازِ تلاوت آیات قرآن یا ذکر اسم اعظم قاتل الوجود کا فرو نفس دیہود۔ پس سرود اور سماع سُننے کے لائق وہ شخص ہے کہ جو آواز سُنتے ہی مُردے کی طرح جان سے بے جان ہو جائے اور جُثۂ نفسانی سے باہر آکر جثۂ رُوحانی اختیار کرلے اور حضورِ پُرنور میں داخل ہو جائے۔ اور پھر آواز سُننے سے زندہ ہو جائے ایسا شخص سرود اور سماع سُننے کے قابل ہے کہ آواز سے مقام فنا فی اللہ راز میں پہنچ جائے۔ یہ ہے مراتبِ قلبِ سلیم از جان بے جان باجانان جان بحق تسلیم۔ اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَیْهِ رَاجِعُوْن۔ رَضِیْنَا بِقَضَاءِ اللّٰهِ فاتحہ ایسے دل صفا باطن آباد کے لیے مبارکباد۔

ابیات

سرورِ کائنات تک ہے یہ سرود راہبر	عاشق جاں فدا ہیں کم خام کا یاں نہیں گزر
تیغ برہنہ ہے سرود عاشقِ جان باز کا	بازیٔ سر لگا دکھا تشنہ ہے گر تو راز کا
باہُوؒ باخُدا سرود سُنتے ہیں حق سے لا کلام	ہے بطفیلِ مُصطفےٰؐ عارفِ حق کا یہ مقام

اصلی سرود اور حقیقی وجد کی صُورت یہ ہے کہ از راہِ فیض فضل مقامِ وحدت میں خوش آواز راز سے کلمہ پڑھا جاتے اور کلمے کی کنہ اور حقیقت سمجھی جائے۔ اور کلمے کا مقام باعیان پایا جائے لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ (صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّم)۔ اے احمق ناداں! فقیر ہر علم منطق و

معانی سے واقف ہوتے ہیں۔ اور ایک ہی وقت میں ہم سخن با عالم نفسانی اور ہمکلام با عالمِ رُوحانی ہوتے ہیں بلکہ فقرا، خدا تعالےٰ کے ساتھ بے واسطہ بمقتضائے فَاذْكُرُوْنِیْٓ اَذْكُرْكُمْ ہمکلام و ہمزبان ہوتے ہیں۔ آخر فقیر کامل کا انتہائی مقام یہ ہے کہ تمام عالم کی مخلوقات کے مقسوم اور مقدرات اس کے مطالعہ میں رہتے ہوں اور تمام مخلوقات کی طالع اور قسمتیں اس کے قبضے اور تصرف میں ہوں کہ ہر طالب کو اپنا طالع لوحِ محفوظ کے مطالعہ سے دکھائے اور ہر قسمت اور نصیب موافق طالع حق سے دلائے یہ علمین تصرفین گنج بے رنج بخش اور عطار مرشد کاملِ باخدا کے ہیں ؎

طالع طلوع ہو جسکے مطالعہ سے بے فقیر	بے تاج بادشاہ ہے وہ سلطاں ہے بے سریر

لے طالب! قِصّے کہانیاں چھوڑ دے اللہ تعالیٰ کی معرفت کو اپنی زندگی کا نصب العین بنالے۔ اگر تو صادق طالب ہے تو دیدارِ حق کا بارِ گراں اُٹھالے اور اپنے آپ کو اہل اللہ کے ساتھ ملالے۔

انواعِ طلبا

طالب تین قسم کے ہوتے ہیں: اول طالب خدا پسند۔ دوم طالب مصطفےٰ پسند جو نفس کو رکھے قید اور بند۔ سوم طالب خلق پسند مثل خام نفسانی قِصّہ خواں، افسانہ داں اہل پند خواہ ہوں عالم فاضل دانشمند۔ وہ مُرشد مفسد راہزن محض مایۂ فتنہ وفساد ہے جو مداری کی طرح نظر سے مٹّی کو سونا بنا دکھائے لیکن مُرشد کامل محمود وہ ہے جو نظرِ نگاہ سے سونے کو خاک پاک بنائے اور طالب کو یکدم حضور پہنچائے۔ جو طالب مرشد کامل اور ناقص کے درمیان تمیز نہ کر سکے وہ طالب ناقص اور احمق ہے۔ آخر معرفت سے محروم رہتا ہے۔

طالب صادق بننا بہت مشکل کام ہے۔ اگر طالب بے اَدب ہے اور بے حیا، اس سے بہتر ہے ایک کتا رفیق اور آشنا۔ مجھے ایسے طالبوں کے حال پر بڑا تعجب آتا ہے کہ جن کی زبان پر دعویٰ تو کلیمیٔ مُوسیٰ علیہ السلام ہے لیکن دل میں نفاقِ فرعونی رکھتے ہیں۔ زبان پر دعویٰ خلیلیٔ ابراہیم علیہ السلام ہے اور دل میں حسدِ نمرود مردود ہے۔ اور زبان پر دعویٰ محبوبیٔ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہے لیکن دل میں غیرت ابوجہل لعین رکھتے ہیں۔ قولہٗ تعالیٰ: فِیْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ فَزَادَهُمُ اللّٰهُ مَرَضًا ط

ترجمہ: "ان کے دلوں میں باطنی امراض اور رُوحانی روگ ہیں پس اللہ ان امراض کے بڑھ جانے کی انہیں مہلت دیتا ہے۔" پس عارف مرغوب اور طبیب القلوب ایسے باطنی مریضوں کا یوں علاج فرماتا ہے کہ اوّل تمام گنج دنیا کا تصرف اسے عطا فرماتا ہے کہ طالبِ صادق طمعِ نفسانی اور حرصِ دنیا

کے آزار اور باطنی شرک اور کفر سے آزاد ہو کر بے نیاز اور لایحتاج ہو جاتا ہے۔ اس کے بعد مرشد طالب کو دریائے وحدت میں غوطہ دے کر مشاہدۂ معراج دیدار دکھاتا ہے۔ اس طرح طالب مرضِ دُنیا کے آزار سے رہائی پاتا ہے۔ ؎

طالبوں کو ہو طلب اللہ ذات کافی ہے طالب کو بس یہ ایک بات

قلبِ انسان کامل

اے طالب! اس بات سے ہرگز تعجب اور انکار نہ کر کہ رحمت اللہ، فیض فضل اللہ، کونین خلق اللہ، لامکان اور علم بیان وعیان، نص حدیث قرآن یہ تمام انسان کے دل میں سما جاتے ہیں۔ اس لیے عارف زندہ دل روشن ضمیر فقیر ہر چیز پر قادر اور امیر ہوتا ہے کیونکہ ان مراتب اور درجات والا شخص مالک الملکی فقیر ہوتا ہے۔

ابیات:

جنبشِ دل قربِ خدا سے ہو جب عرش بنے فرش ہو دیدارِ رب
آنکھ کھلے دل کی تو ہو سب عیاں کور سے عالم ہے تمامی نہاں
دم جو نکلتا ہے دل و رُوح سے رب سے مشرف ہیں وہ دم نور کے
قادری کو حق سے ملا یہ کمال قادری ہوتا ہے عدیم المثال

واضح ہو کہ یہ راستہ جان و دل کے باطنی قدموں سے طے ہوتا ہے نہ کہ عنصری وجود کے آب و گل کے قدموں سے۔ صاحبِ تصوّر اہلِ تصرّف اسم اللہ ذات کو ایکدم میں معرفت و قرب اللہ تمام حاصل ہو جاتا ہے اور ہر دو جہان اس کے تحت اقدام اور جملہ جن و انس، ملائکہ اور ارواح اس کے حلقہ بگوش غلام ہو جاتے ہیں۔ حدیث: حُبُّ الْفُقَرَاءِ مِفْتَاحُ الْجَنَّةِ ؕ
ترجمہ: "فقراء کی محبت جنت کی کنجی ہے۔" ؎

دل سے نکال دو غمِ دُنیا و آخرت یہ جا مکانِ مال نہیں ہے مکانِ دوست

یہ ہے مراتب ہمہ از دوست در مغز و پوست۔ اسم اللہ ذات پاک فرشتے کی طرح ہے اور محبت دنیا نجس نجاست پلید کُتّے کی مانند ہے اور مومن کا دل ایک باطنی گھر کی مانند ہے۔ پس جس گھر میں پلید کُتّے کا دخل ہو جائے اس میں پاک فرشتہ ہرگز داخل نہیں ہوتا۔ موافق اس حدیث کے ہے: "لَا یَدْخُلُ الْمَلٰئِکَةَ فِیْ بَیْتِ الْکَلْبِ" ؕ چنانچہ لَا صَلٰوۃَ اِلَّا بِحُضُوْرِ الْقَلْبِ ؕ ترجمہ: نماز

درست نہیں ہوتی جب تک دل خدا کے ساتھ حاضر نہ ہو۔ پس مجلس فقیر عارف زندہ قلب اور محبتِ دُنیا اہلِ کلب درست نہیں ہوتی۔

جو شخص چاہے نفی خواطر، صفات القلب، تزکیۂ نفس، تجلیہ روح بمثل لوح وجود میں طلوع کرے اور روشن ضمیر ہو جائے اسے چاہیئے کہ دوام اس نقش وجودیہ مرقوم کا اپنے وجود کے اندر مشق کرے۔ نقش مکرم و معظم یہ ہے:

لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ

الله	لله	له	هو	محمد	فقر
فیض	رحمت	جمیعت	مشاہدہ	نور	حضور
قرب	تجلی	خبر	وصال	جمال	جلال
الله	لله	له	هو	محمدؐ	فقر

جو شخص مقام کن فیکون میں اسم اللہ ذات، تصدیق القلب، صحیح اقرار زبان، راسخ اعتقاد اور اخلاص کے ساتھ یا اللہ یا اللہ یا ھو پڑھتا ہے اس کے وجود میں بعدہٗ کوئی غیر نہیں رہتا۔ بعد ازاں وہ توجہ اور توفیق کے ذریعے اس نقش وجودیہ مرقوم میں آجاتا ہے۔ یہ نقش اسے حق کی طرف لے جاتا ہے۔ نقش یہ ہے:

لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ اللہ بس ماسوی اللہ ھوس				
الله	لله	هو	الله	لله
له	هو	الله الله	له	هو
محمد	فقر	پردہ بردار و بے حجاب معرفت	محمد	فقر
نور	تجلی	جمیعت	اشتیاق	معرفت
شوق	ذوق	کل تصرف	محبت	عشق

جو شخص چاہے کہ روزِ اوّل قطب یا غوث کے مرتبے کو پہنچے اور جملہ مقامات، درجات و طبقاتِ قدرت الٰہی از ماہ تا ماہی نظر میں آجائیں۔ اس نقش حاضرات اسم اللہ ذات اور اسم حضرت

محمد سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم اور حاضراتِ کنہ کلمہ طیبات کی مشق کرے نقش مکرم و معظم مذکور یہ ہے:

لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ	اللہ	اللہ للہ لہ ھو
لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ — اللہ للہ لہ ھو	من النبیین والصدیقین والشہداء — کلمہ مشکوٰت — والصالحین وحسن اولٰئک رفیقا	یا فتاح
لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ — اللہ للہ لہ ھو		یا حی
لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ — اللہ للہ لہ ھو		یا قیوم
لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ — اللہ للہ لہ ھو		یا رحمٰن
لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ — اللہ للہ لہ ھو		یا رحیم
من کان للہ	اللہ لا	کان اللہ لہ

حدیث : مَنْ طَلَبَ الدُّنْيَا فَلَهُ الدُّنْيَا وَمَنْ طَلَبَ الْاٰخِرَةَ فَلَهُ الْعُقْبٰى وَمَنْ طَلَبَ الْمَوْلٰى فَلَهُ الْكُلُّ۔

ترجمہ: "جس شخص نے دنیا طلب کی پس اس کے لیے ہے دنیا کا حصّہ، اور جس نے آخرت اور عقبیٰ کو طلب کیا اس کے لیے ہے آخرت کا حصّہ اور جس نے مولیٰ کی طلب کی اس کے لیے کل دنیوی اور اُخروی نعمتیں اور نیز لقائے مولیٰ بھی ہے"۔ جس وقت طالب کے دل میں نورِ اسم اللہ ذات آجاتا ہے اس وقت طالب کا دل آئینے کی طرح صاف اور منوّر ہوجاتا ہے اور صاحبِ دل دریائے دل میں غوطہ لگا کر رویت ولقائے حق تعالیٰ سے مشرف ہوجاتا ہے۔ یہ مقام مُوْتُوْا قَبْلَ اَنْ تَمُوْتُوْا کا ہے۔ ؎

دل ہے اِک نظرگاہِ ربّانی　　خانۂ دیو قلبِ نفسانی

قول حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ : رَاَيْتُ فِىْ قَلْبِىْ رَبِّىْ ۔ ترجمہ: حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ نے فرمایا ہے کہ ہم نے دل کے آئینے میں اپنے ربّ کو دیکھ لیا ہے"۔ ؎

دل خانۂ خدا ہے، اسے کر بُتوں سے صاف　　حاجی ہے بے حجاب کرے دل کا جو طواف

حدیث : اِنَّ اللّٰهَ لَا يَنْظُرُ اِلٰى صُوَرِكُمْ وَلَا اَعْمَالِكُمْ وَلٰكِنْ يَّنْظُرُ فِىْ

[1] ایک دوسری حدیث کہ اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّيَّاتِ کا بھی یہی مطلب اور مفہوم ہے یعنی (بقیہ اگلے صفحہ)

قُلُوْبِكُمْ وَنِيَّاتِكُمْ[1]

ترجمہ: اللہ تعالیٰ تمہاری ظاہری صُورتوں اور تمہارے عملوں کی طرف نہیں دیکھتا بلکہ تمہارے دلوں اور نیتوں کو دیکھ کر جزا اور سزا مترتب کرتا ہے"۔ اسم اللہ ذات جامِ جہاں نما ریا آئینہ سکندری کی طرح روشن وتاباں تماشہ نمائے ہر دو جہاں ہے۔ ؎

فلک نے جو ہے دیا سب تمہیں سے لیجائے　　فقط ہی نامِ خدا پاس تیرے رہ جائے

دِل اور قلب اللہ تعالیٰ کی قُدرت کا ایک لازوال مُلک اور ولایتِ عظیم ہے جس میں ہر دو جہاں رائی کے دانے کی مانند سما جاتے ہیں۔

ابیات:

باھُوؒ نے حاصل ھُو سے کی ہے معرفت وحدت خدا　　باھُوؒ کا سر ھُو سے پُر ہے خالی از حرص وھوا

روضۂ جنّت ہے قالب قلب ہے رضوانِ پاک　　قبر ہے پُرنور عارف کی نہ ہے انبارِ خاک

(بقیہ حاشیہ) ہر عمل کا وزن اور قدر نیّت کے اندازے پر ہے جس عمل اور فعل میں نیت صحیح نہ ہو وہ عمل ضائع اور باطل ہے اور ظاہری صورت کا تو کوئی اعتبار ہی نہیں ہے۔ بہت لوگ نیکو کاروں جیسی صورتیں بناتے ہیں اور درپردہ بُرے عمل کرتے ہیں، اس لیے کہ یہ صورت انکے بُرے کرداروں کی پردہ دار بن جاتی ہے۔ اسی طرح بعض لوگ نیک عمل محض اس لیے کرتے ہیں کہ لوگ انکو نیک اور بزرگ سمجھیں اور انکی عزت اور خدمت کریں۔ انکا نیک عمل اللہ تعالیٰ کی رضامندی اور فرمانبرداری کے لیے نہیں ہوتا بلکہ انکی نیت بد ہوتی ہے۔ سو یہ عمل انکی بُری نیت کی پردہ پوش بن جاتی ہے۔ لہٰذا صورت عمل کے لیے بمنزلہ لباس کے ہے اور عمل جسم کی مانند ہے اور نیّت عمل کے لیے جان اور رُوح کا حکم رکھتی ہے مثلاً ایک شخص کا ہاتھ نہیں ہے مگر اس نے عیب کو چھپانے کے لیے آستین لمبی بنا رکھی ہے سو کام ہاتھ سے کیا جاتا ہے آستین سے نہیں اور اگر ہاتھ ہے مگر شل ہے یعنی اس میں جان نہیں تو بھی بیکار ہے غرض اصل چیز نیّت اور اسکا محل دل ہے اس لیے اللہ تعالیٰ کی نظر انسان کے دل اور نیت پر ہوا کرتی ہے سو انسان کو چاہیئے کہ نیکوں کی اتباع اور پیروی محض لباس اور صورت سے نہ کرے بلکہ نیکوں جیسے عمل کرے۔ عمل میں اخلاص اور نیک نیتی رکھے خالی عمل پر بھی نہ اترائے۔ بہت لوگ اس خیال سے بُرے عمل کرتے ہیں کہ آخر عمر میں حج ادا کر کے اللہ تعالیٰ سے گناہ بخشوالیں گے ایسی نیت بد اور حج مردود ہے بعض لوگ بڑی شاندار مسجدیں اس لیے تعمیر کراتے ہیں کہ لوگوں میں ان کی شہرت ہو اور انکی یادگار قائم رہے اس خیال سے مسجد پر اپنا نام اور تاریخ لکھواتے ہیں سو آخرت میں ان کو اس فعل کا کوئی اجر اور ثواب نہ ملے گا۔ سو صُورت بلا عمل کوئی چیز نہیں ہے اور عمل بلا اخلاص اور نیک نیتی کے بے سُود ہے بلکہ نفاق ہے۔ اس لیے نیّت کی اصلاح لازمی ہے۔

راہِ فقر کا گواہ فاقہ ہے جو لذت بخش ہر ذائقہ ہے اگرچہ فقیر لایحتاج صاحبِ تصرف خزائن اللہ، ولی اللہ، عالم باللہ ہے۔

ابیات:

فقر ہے اک نور از قدرت عطا　　فقر ہے اک امر از رحمت عطا
فقر ہے اک گنج از کانِ کرم　　دیکھے روئے فقر جو اس کو نہ غم
فقر ہے اک علم با حکمت حکم　　مُردہ کو زندہ کرے بالفظِ قُم
فقر ہے اک ذوق یا خالص فضل　　واقفِ اسرار ہونا از ازل

یاد رہے کہ طاعت باریا اور پندارِ طاعت بے ریا ہر دو حجابِ اکبر ہیں۔ کہ یہ ہر دو اللہ تعالےٰ کے قُرب سے باز رکھتے ہیں۔ اے طالب! اگر تو عاشق ہے تو اسمِ اللہ ذات کا نقش دل پر قائم کر اور اگر تو عالم فاضل ہے تو اس مطلوب کو اپنے مطالعہ میں لا نیز اگر تو عاشق ہے جان فدائے لقائے حق تعالےٰ کو اپنا مقصود اور مطلوب بنا۔ اور اس نصب العین اور منزلِ مقصود کی طرف ہوشیار ہو کر چلا جا۔

انتہائے فقر و معرفت

آخر فقر اور معرفت کی انتہا یہ ہے کہ سالک اپنے آپکو مقامِ فنا سے مقامِ بقا میں پہنچائے اور حالتِ بقا سے مقامِ رویتِ لقا تک چلا جائے جو شخص ان مراتب کو پہنچ جاتا ہے اسے دنیا و آخرت اور عالمِ حیات و عالمِ ممات میں ذکر فکر اور مراقبے وغیرہ میں کچھ لذت نہیں آتی، اور تماشۂ کونین بلکہ مشاہدۂ حور و قصور اور نعمت بہشت سے بھی اہلِ لقا خوش وقت نہیں ہوتا اور جو کچھ دیکھتا ہے عین عیان، اسے اپنی زبانی کرتا ہے بیان احوالِ لاہوت و لامکان۔ اس مقام میں ہدایت اور نہایت ایک ہو جاتی ہے۔ اس مقام میں سالک اور حق تعالیٰ کے درمیان رسم رسوم، گفت و شنید، کوشش و کشش، جذب و توجہ، وجد و واردات اور الہامات و درجات نہیں سماتے۔ ایسے سالک کو جذباتِ الحق سے ہرگز قرار نہیں ملتا۔ کیونکہ وہ ازل سے مشتاقِ نظارہ ہے۔ یہ ایک کٹھن مقام ہے کیونکہ شوق اور انتظارِ دیدار موت سے سخت تر ہے۔ اسے لباسِ رحمتِ رحمانی اور مقامِ قربِ ربانی کہتے ہیں جو شخص اس مقام میں پہنچ جاتا ہے وہ جملہ احوالات و خیالات اور وسوسہ و واہمات سے گزر جاتا ہے بلکہ وصل و وصال سے بھی گزر کر مرتبۂ لازوال کو پہنچ جاتا ہے۔ یہ مقام انتہائے فقر

فنا فی اللہ ایزد متعال کا ہے۔ اسے مقامِ کُنہ کُن کا مرتبہ کہتے ہیں۔ ایسا سالک محض اپنے عینی شاہدات اور دیدہ تجربات میں ہوشیار اور اہلِ یقین و صاحبِ اعتبار ہوتا ہے سُنی سنائی باتوں اور قصے کہانیاں یا ذکر مذکور پر ہرگز اس کا دل قرار نہیں پکڑتا۔ ایسا سالک خواب میں بالکل بے حجاب ہوتا ہے یعنی گاہے مجلسِ محمدی صلی اللہ علیہ وسلم اور کبھی مقام فنا فی اللہ میں غرق ہو کر ہم مجلس سلطان الفقراء صاحب عرفان ہوتا ہے۔ جس فقیر کے وجود میں یہ تین مراتب یکجا جمع ہو جائیں وہ انتہائے فقر کو پہنچ جاتا ہے۔ فقیر علماء پر غالب ہوتا ہے۔ علماء طالب اور شاگرد بن کر فقیر سے تلقین و تعلیمِ علمِ باطن حاصل کرتے ہیں۔ علماء مطالعہ کتب سے خبر دیتے ہیں لیکن فقراء حضورِ خدا اور رسولِ خدا سے علم نص و حدیث بطور پیغام و الہام معلوم کر کے صحیح علم سے آگاہی بخشتے ہیں اور تمام لوگ اس کی تصدیق کرتے ہیں۔

پس فقیر کو علم رسم و رسوم اور تکلیف و تقلید کی کچھ ضرورت نہیں رہتی کہ ان کے تن مانندِ لباس نور اور دل اُن کا ہمیشہ حاضر حضور رہتا ہے۔ ؎

گر نہ ہوتے یہ مراتب اے دلا　　کس کو حاصل ہوتے وحدت حق لقاء

اس منزل میں رستگاری سیدھا راہ ہے اور کم آزاری اس راستے کے لیے وسیلہ اور راہبر و ہمراہ ہے اور دل آزاری سراسر گناہ ہے۔ اہلِ حضور ان سب رسم و راہ منزلہا سے آگاہ ہے۔ ؎

جس نے دیکھا وہ ہوا دائم خموش　　احمق نادیدہ باغوغا خروش

دنیا میں نفس پرست لوگ بکثرت و بیشمار ہیں، لیکن مردِ خدا پرست مستِ الست لاکھوں میں کوئی ایک آدھ ہوتا ہے۔ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْنِیْ مَظْلُوْمًا وَّلَا تَجْعَلْنِیْ ظَالِمًا۔ ترجمہ: "اے اللہ! مجھ کو مظلوم بنا لیکن ظالم نہ کر۔" زندہ دل لوگ دنیا میں تمام مظلوم ہیں کہ اہلِ دنیا اور نفس و شیطان کے ظلم اُٹھا اُٹھا کر آخر قرب اور مشاہدۂ دیدار سے مشرف ہو جاتے ہیں لیکن مُردہ دل نفسانی اہلِ دنیا لوگ جملہ ظالم ہیں کہ روزِ ازل سے دل سیاہ، مرتکبِ فسق و فجور، دائم اہلِ پیشۂ جور و جفا۔ گرفتارِ صغیرہ و کبیرہ گناہ ہوتے ہیں۔

ابیات:

معرفت اور فقر ہے نورِ حضور　　ہے فقیری خاص کر قربِ غفور
مشتغل عارف ہے با نور و حضور　　جز لقاء حق نہیں ہوتا صبور

طالبانِ صاحبِ نظر کو اعلام ہے کہ اس مقام میں مرتبۂ فقر تمام ہے۔

ابیات :

عاشقوں کا قُوت دیدارِ خدا ۔۔۔ عیشِ لذّت ذائقہ ان کا لقاء
جس کسی کی اصل ہو وصل و جمال ۔۔۔ جو غذا بھی کھاتے ہے ان پر حلال
جملہ مال و مُلکِ موئے ملک اُو ۔۔۔ کیا اُسے حاجت تلاش و جستجو
مالک الملکی فقیروں کے مدام ۔۔۔ جملہ عالم تابع و بندہ غلام
فقر کے ہیں یہ مراتب ابتداء ۔۔۔ ہمدم و ہمراہ محمّد مصطفٰےؐ"

دل کی غنایت کے لیے تمام خزانوں کو اپنے اختیار اور تصرّف میں لانا بہتر ہے یا یہ بہتر ہے کہ اللہ تعالیٰ کی توفیق اور غنایت کے سبب دل غنی ہو اور دنیا کی طرف مطلق توجہ نہ کی جائے اور باطنی دولت سے دل کو معمور اور محفوظ پایئے۔ بہتر یہ ہے کہ سالک پہلے دُنیا کے تصرّف کا عمل اپنے اختیار میں لے آئے لیکن دنیا کو اختیار نہ کیا جائے کہ دنیا کی اصل اور اسکا فخر خاصۂ فرعون ہے۔

تفصیلاتِ حجاباتِ عمومی وخصوصی

نفس، دنیا اور شیطان یہ تین حجاب عام ہیں۔ دیدِ طاعت، دیدِ ثواب اور دیدِ کرامت یہ تین حجاب خاص ہیں۔ اگر کوئی[1] سالک عرش پر نماز پڑھے یا لوحِ محفوظ ہمیشہ اس کے مطالعہ میں رہے یا روئے زمین کو ایک قدم میں طے کرے اور پانچوں وقت باسنّت جماعت کعبۃ اللہ میں

[1] عرش پر نماز پڑھنا اور لوحِ محفوظ کا مطالعہ کرنا گو عوام کے لیے بہت اعلےٰ مقامات اور افضل درجات میں شمار کیے جاتے ہیں لیکن خواص و منتہی سالکین اور اکمل فقراء و عارفین کے لیے یہ مقامات سلوک راہِ باطن کے ادنیٰ منازل ہیں جیساکہ عوام دیہاتیوں کے لیے ایک تحصیلدار یا تھانیدار ایک بڑا بھاری افسر اور حاکمِ وقت معلوم ہوتا ہے لیکن ایک بادشاہ اور شاہنشاہ اپنے مرتبے اور پائے کے مقابلے میں اگر کسی تحصیلدار یا تھانیدار کو ایک حقیر اور کمتر درجے کا ملازم کہہ دے تو اسکو شایان ہے۔ ہاں عام لوگوں کو یہ بات زیب نہیں دیتی کہ ان مراتب والوں کے حق میں ایسے الفاظ استعمال کریں جو بادشاہ وقت استعمال کرتے ہیں۔ چنانچہ غوث، قطب، اوتاد اور ابدال وغیرہ اہلِ تکوین اولوالامر بڑے بھاری باطنی کارکن اور مُلازمِ درگاہ ہیں لیکن سُلطان الفقراء اور مالک الملکی فقیروں کے سامنے انکی کچھ حقیقت نہیں ہے۔ پس ایسی باتوں سے عوام کو دھوکا نہیں کھانا چاہیئے۔ ؎ گر حفظِ مراتب نکنی زندیقی

نماز ادا کرے، ان مراتب پر خوش ہونے والا مقامِ خواص منتہی سے حجاب میں ہے۔ جب تک سالک نفس فناء اور روح بقاء اور دوام ہم صحبت اور ہم مجلس حضرت محمد مصطفٰے صلّی اللہ علیہ وسلّم صاحبِ قلب صفا اور اہلِ مراتب بے حجاب اللہ واصل باخدا نہ ہو جائے ہفت طبقاتِ ولایت زمین و نہ فلک آسمان کے طیر سیر جیسے ہوا و ہوس کی طرف مطلق توجہ نہ کرے۔ قال علیہ السّلام: اِنَّ اللّٰهَ تَجْرِبُ الْمُؤْمِنِیْنَ بِالْبَلَاءِ کَمَا یُجْرِبُ الذَّھَبَ بِالنَّارِ ترجمہ: "اللہ تعالیٰ مُومنوں کو بلا اور مَصائب میں اسی طرح آزماتا اور پرکھتا ہے جس طرح سونے کو آگ میں پرکھتے ہیں۔" دُنیا جائے آزمائش ہے نہ کہ مقامِ آسائش ہے۔ الٰہی وہ آنکھ نہ ہو جو تیرے سوا غیر کی طرف دیکھے اور وہ کان نہ ہوں جو تیرے سوا غیر کا کلام سُنیں اور وہ زبان نہ ہو جو تیرے سوا غیر کا ذکر کرے اور وہ قدم نہ ہوں جو تیرے سوا غیر کی طرف چلیں اور وہ ہاتھ نہ ہوں، جو تیرے سوا غیر کی دستگیری طلب کریں اور وہ کمر نہ ہو جو تیرے سوا غیر کی اطاعت میں باندھی جائے اور وہ سینہ نہ ہو جو تیرے سوا محبتِ غیر نجس نجاست یعنی حُبِّ دنیا کی جگہ ہو، اور وہ دل نہ ہو جو تیرے سوا غیر کے ساتھ قُرب اور محبت رکھے۔

ابیات :

عِلم عینی ہوتا ہے جن کو حصُول ۔۔۔ اس علم سے ہے سدا وحدت وصول
روزِ اوّل مرتبۂ نورِ حضور تمام اتم، دعوت خاتم ختم، لا رجعت، ولا غم۔ اس دائرۂ مشق وجودیہ میں مندرج ہے :

تصورِ اسم اللہ ذات فقیرِ عارف کو تماشۂ طبقات و جُملہ خطرات، وسوسہ واہمات اور خام خیالات سے باز رکھتا ہے اور صاحبِ تصورِ اہلِ نور جو کچھ دیکھتا ہے مقامِ قربِ اللہ، معرفت اور نورِ حضور سے دیکھتا ہے۔ ایسا عارف خواب میں دوام بیدار، صاحبِ باطن معمور اور مشرفِ دیدار رویت اللہ بمد نظر رحمت اللہ منظور ہوتا ہے۔ قال علیہ السلام : يَنَامُ عَيْنِيْ وَلَا يَنَامُ قَلْبِيْ ۔ ترجمہ: "فرمایا آنحضرت صَلَّی اللہ علیہ وسلم نے کہ میری آنکھیں سوتی ہیں، لیکن میرا دل نہیں سوتا۔" تصورِ اسم اللہ ذات سے حاصل ہوتا ہے دوام مقامِ عیان، لاہوت ولامکان اور قربِ رحمٰن۔ اور باز رکھتا ہے از تماشۂ طبقات زمین و آسمان۔ ؎

جسم کو تو اسم میں ایسا کھپا　　الف بسم اللہ میں جیسے چھُپا

یہ مرتبہ بھی عالمِ منجم کا ہے کہ حقیقتِ حال مستقبل کے نیک و بد انجام اور آئندہ واقعات مطالعہ لوح محفوظ سے معلوم کر کے بتادے۔ خاص عارف روزِ اوّل مشرفِ حضوری، قربِ اللہ ذات سے ہوتا ہے۔ حاضراتِ[1] اسم اللہ ذات سے بعض کے وجود میں نورِ رحمانی آجاتا ہے لیکن بعض وجود

---

[1] جس وقت سالک ذکر فکر اطاعت یا عبادت یا تصورِ اسم اللہ ذات کی ریاضت شروع کرتا ہے اور اسکے ذریعے منازلِ سلوک اور درجات طے کرتا ہے تو شیطان باطن میں عرش و کرسی اور بہشت و حور و قصور تیار کر کے سالک کے سامنے لاتا ہے اور سالک غلطی سے انہیں اصلی مقامات سمجھ کر اس سے خوش وقت ہوجاتا ہے تو شیطان اسے کہتا ہے کہ بس اب تیرا انتہائی مقام اور منزلِ مقصود یہی ہے اور تو مرتبۂ یقین کو پہنچ گیا ہے اور اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ وَاعْبُدْ رَبَّكَ حَتّٰى يَاْتِيَكَ الْيَقِيْنُ ۔ ترجمہ: تو اپنے رب کی عبادت کر یہاں تک کہ تو مرتبۂ یقین کو پہنچ جائے۔ اب تجھ پر ظاہری عبادت نماز روزہ وغیرہ سب تکلفات شرعی معاف ہیں۔ غرض جب وہ احکامِ شرعی سے روگردان ہوجاتا ہے تو شیطان کی قید میں آجاتا ہے شیطان اُسے خواب یا مراقبے میں اپنے شیطانی مقامات کی طیر سیر کرا کر خوش رکھتا ہے اور جب کبھی وہ کوئی شرعی احکام مثلاً نماز روزہ کی طرف رجوع کرتا ہے تو وہ طیر سیر شیطانی بند ہونے لگتے ہیں۔ للہٰذا وہ بالکل شرعی احکام کا تارک ہوجاتا ہے اور اسی کو فقیری اور بزرگی سمجھ کر اس پر موت تک قائم رہتا ہے۔ ایسا فقیر اپنے گمراہ چیلے چانٹوں کو بھی اسی استدراج کی تلقین اور ارشاد کرتا ہے حتّٰی کہ ایک اچھی خاصی شیطانی دوکان قائم ہوجاتی ہے اس فقیر نے اس طرح کے کئی گمراہ فقیر اور ان کے باطل فرقے دیکھے ہیں اور ان کے استدراج معلوم کیے ہیں۔ اگر طالب اس شیطانی طیر سیر کے وقت باطن میں درود شریف یا کلمہ تمجید اور کلمۂ لاحول پڑھے تو یہ شیطانی معاملہ اور نظارہ فوراً درہم برہم ہوجاتا ہے،

بقیہ اگلے صفحہ پر

میں بطورِ آزمائش پہلے نارِ شیطانی سماجاتا ہے یہ وہ نارِ انانیت ہے جس نے شیطان کو امرِ الٰہی یعنی آدم علیہ السلام کے سجود سے روکا۔ ؎

نورِ وحدت ہی پڑا تھا در وجود　　کیوں ہوا شیطان بدنام از سجود

جو شخص با تصورِ توفیق اس نقش دائرہ وجودیہ میں داخل ہوتا ہے وہ اس مقام کو مشروحاً باعیاں دیکھتا ہے۔ يَفْعَلُ اللّٰهُ مَا يَشَآءُ وَيَحْكُمُ مَا يُرِيْدُ ۔ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۔ هُوَ الْاَوَّلُ وَالْاٰخِرُ وَالظَّاهِرُ وَالْبَاطِنُ وَهُوَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ۔

الله لله له هو

تجلی محمد

ابیات

جو لکھے اسکو ہوا صاحب نظر
جس نے دیکھا نقش کو پاوے فقر
نفس مردہ زندہ دل عارف ہوا
زندۂ جاوید اندر دوسرا
روزِ اوّل ہوگیا عارف ولی
ہم سخن با مصطفٰے حاضر نبی
ابتدا و انتہا کا یہ مقام
ہے اسی میں قرب اور وحدت تمام
یہ مراتب ہیں وجودِ نور کے
باحضوری امر دل معمور کے
حدیث: مَشْيٌ عَنِ الرَّاْسِ بِدُوْنِ الْاَقْدَامِ
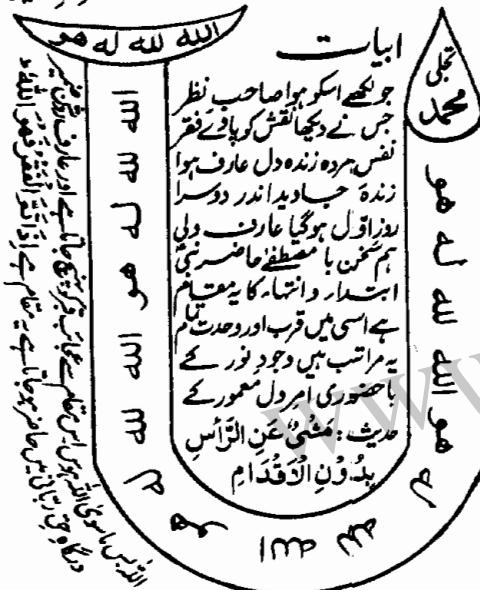
ذکرِ حبسِ دم یہ ہے کہ دم بند کر کے حضور میں پہنچ جائے اور دل کی آنکھ کھول کر ذاکر ایکدم میں روشن ضمیر ہوجائے جس حبس سے باطنی آنکھ نہ کھُلے وہ ذکر حبس نہیں عبث ہے۔ یہ کاملوں کا راستہ ہے کہ روزِ ازل سے مقامِ اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ کے مقام میں انہیں نصیب ہوتا ہے۔ کامل دریائے معرفت نوش فرماتے ہیں اور اپنے آپکو درمیان میں نہیں لاتے۔ عارف صاحب دیدہ دوام اور کور چشم

(بقیہ حاشیہ ص) لیکن بعض کمزور سالک اوّل تو کلمہ طیب، درود شریف اور کلمۂ تمجید و لاحول پڑھ نہیں سکتے اگر پڑھنے کی کوشش کریں تو گلا بند ہوجاتا ہے۔ اس وقت زبانِ دل سے اگر یہ کلماتِ طیبات نکلیں تو شیطان بازی ہار کر بھاگ جاتا ہے ورنہ گردن پر سوار رہتا ہے۔ نَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ ذٰلِكَ ۔

خام ناتمام محض مردہ دل عوام کالانعام ہوتے ہیں۔ یہ راستہ سر کو پاؤں بنانے بلکہ سر اور پاؤں کو خیال میں نہ لانے اور سب کچھ بھول جانے کا ہے۔ یہ ہے تصور دعوت قبور اور باتصرف مجلس محمدی حضور۔ جو شخص باطنی توجہ کا راستہ جانتا ہے۔ اپنے آپ کو ایک دم کے اندر حضور میں لے جاتا ہے یہ ہیں مراتب ناظر دوام حاضر کے۔

جو شخص اپنی تمام عمر میں ایک دفعہ بھی اس نقش اسم اللہ ذات کو تصور اور تفکر کے ساتھ وجود میں مرقوم کرلیتا ہے تمام عمر اسم اللہ ذات اس کے ہفت اندام سے جدا نہیں ہوتا۔ اسم اللہ اس کے وجود میں ایسا عمل اور تاثیر کرتا ہے کہ اس کے لیے حیات اور ممات ایک ہوجاتی ہے اور جو شخص اس نقش اسم اللہ ذات کا داغ اپنے دماغ میں لگاتا ہے اس کے سر میں اسرار محبت اور مشاہدۂ حضوری اور معراج مراقبہ اور ملاقات باجملہ روحانیات کے راستے کھل جاتے ہیں یہ علمِ ہدایت دَرسینہ (بمعنے سینے کے اندر) ہے۔ نہ کہ علمِ روایت درس درسینہ (بمعنے تدریس)

جو شخص اسم اللہ ذات سے سبق پڑھتا ہے سر سے قدم تک اس کا جثہ تمام نور ہوجاتا ہے اس کا وجود اربعہ عناصر محض بطورِ چھلکے کے رہ جاتا ہے۔

جو شخص اسم اللہ ہو ذات سے سبق پڑھتا ہے اس کے سر میں ہوا و ہوس مطلق نہیں رہتا۔ سر سے لے کر قدم تک سراسر نور ہوجاتا ہے اور جو شخص فنا فی اللہ ہوکر واصل ہوجاتا ہے باخدا، پھر نہ اسے اندیشۂ خوف رہتا ہے اور نہ امید و رجا۔ اور اس کے جثۂ اربعہ عناصر میں نفسانیت رہتی ہے نہ شیطان اور نہ شہوت و ہوا۔

ابیات

باتفکر خوش نویسی راز کی	قرب بخشی نور چشم باز کی
میرے سینے میں ہے درسِ معرفت	جو پڑھے اسکو وہ ہو عیسیٰؑ صفت
جو لکھے سینے میں عارف بالیقین	عامل و کامل ہو سالک عین بین
جو پڑھے اِک حرفِ باطن از خدا	عالم باللہ ہو عارف اولیاء

صفتِ توجہ توجہ عارفِ کامل

مرشد کامل وہ ہے کہ توجہ باطنی سے طالب کو تلقین کرے اور تلقین سے اسے یقین بخشے۔ اور جس طرح حیاتی میں طالب مرید کو تلقین کرے اس طرح عالم ممات یعنی قبر کے مقامِ برزخ میں بھی اسی طرح طالب مرید کی تلقین اور تعلیم کا سلسلہ جاری رکھے۔ اس بات سے تعجب نہیں کرنا چاہیئے کیونکہ اولیاء اللہ کو اس قسم کی توفیق حاصل ہوتی ہے کہ وہ اللہ تعالےٰ کے خزانوں کا خزانچی ہوتا ہے اَلرِّضَاءُ فَوْقُ الْقَضَآءِ۔ جو شخص اس نقشِ مکرم و معظم کو باطن میں دیکھ لے اور اسے لکھ لے، وہ بیشک کامل فقیر ہو جاتا ہے۔ نقش یہ ہے :

عارف کامل کی توجہ ہر مشکل کو کھول دیتی ہے۔ جو شخص اس قسم کی توجہ جانتا ہے تعجب نہیں کہ وہ ایک ہی توجہ سے عرش سے لے کر تحت الثریٰ تک تمام ربع سکون کو زیر و زبر کردے۔ یہ راستہ دعوت پڑھنے کا نہیں ہے بلکہ فقیر کی باطنی اور روحانی قوت کا نتیجہ ہوتا ہے

ایسا کامل فقیر ہر ملک ولایت پر غالب امیر اور صاحبِ اختیار ہوتا ہے جسے چاہے ملک ولایت بخشے اور جسے چاہے سلطنت سے معزول کر کے ملک سے نکال دیوے۔ یہ توفیق فقیر اہلِ ذات مثلاً فقیر باھُو فنا فی ہُو کو حاصل ہے۔ فقراء سے ڈرتا رہ کہ ہر خزانے اور ہر دولت کا تصرف اور ہر امراور حکم کا اختیار انہیں حاصل ہوتا ہے۔ اس نقش سے کامل کھولتا ہے اور عین بعین دکھاتا ہے۔ یقین جان۔ نقش مکرم یہ ہے :

یہ مقام تاج الانبیاء والاولیاء والاصفیاء والعرفاء ہے

جب[1] روحِ اعظم پہلے پہل وجود معظم آدم علیہ السلام میں داخل ہوئی تو اس نے کہا : یَا اللہ۔ یعنی روح آدم علیہ السلام کے وجود میں اللہ تعالیٰ کے نام سے داخل ہوئی سو قیامت تک کوئی شخص اسم اللہ ذات کی عظمت کنہ اور حقیقت کو نہیں پہنچ سکے گا پس مرشد اول طالب کو اسم اللہ ذات کی تلقین کرتا ہے۔ جب طالب اسم اللہ کو صحیح طور پر پڑھتا ہے تو مرشد کی توجہ سے حضور پُر نور میں پہنچ جاتا ہے۔

[1] انسانی روح کی فطرت اور خلقت اسم اللہ ذات سے بڑی ہے اور اسم اللہ ذات سے وجودِ آدم علیہ السلام میں داخل ہوئی ہے اور کامل انسان کی روح اپنی فطرت کے موافق اسم اللہ ذات کہتے ہوئے موت کے وقت وجود سے خارج ہوتی اور دریائے توحید اسم اللہ ذات میں بعد از موت غرق رہتی ہے پس جب انسان نے دُنیا میں اسم اللہ ذات کو کما کر اپنے آپکو اپنی فطرت کے موافق بنا لیا اور اسم اللہ ذات کا نور اسکی قوت بن گیا اس کے لیے بعد موت دریائے توحید نور اسم اللہ ذات بہشت بریں بن گیا اور وہاں وہ ذکر، اطاعت، عبادت، مراقبہ، مکاشفہ، وصل، مشاہدہ اور دیدارِ حق تعالیٰ اور دیگر باطنی اور روحانی لذات سے لطف اندوز رہتا ہے اور جو لوگ اپنی فطرت کے خلاف دنیا میں ذکرِ الٰہی سے اعراض کرتے ہیں دریائے توحید اسمِ اللہ ذات بعد از موت خشکی کے جانوروں کی مانند انکے حق میں ہلاکت اور عذاب کا ٹھکانہ بن جاتا ہے اور ہمیشہ اس دوزخ میں طرح طرح کے باطنی آلام اور عذابوں میں مبتلا رہتے ہیں نہیں دیکھتے کہ آگ سمندر کے حق میں بہشت بریں اور باقی تمام جانداروں کے لیے دوزخ ہے۔ فافہم سمندر ایک جانور کا نام ہے۔

یہ ان کامل عارفوں کا راستہ ہے جو روزِ ازل مقامِ الست کے تماشہ بین اور دیدارِ پُرانوار کے مست ہیں۔ ؎

طالب کر ورِد اسم اللہ کا ۔۔۔ یہ رفیق حق ہے دائم راہ کا

اس راہِ عیان کی ابتداء لاہوت لامکان ہے۔ احمق حیوان اس راہ کو کیا جانے۔ صورت ناموسِ اکبر اس برزخ اسمِ محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلّم میں دیکھے۔ اگر اس مقام میں آنکھ کھلے تو تصور مدام، تصرف تمام اور حضوری مجلس محمد علیہ الصلوٰۃ والسّلام حاصل ہو جائے۔

نقش مکرم اسمِ محمد صلّے اللہ علیہ وسلّم یہ ہے :

محمد صلّے اللہ علیہ وسلّم

تصورِ اسمِ محمد صلی اللہ علیہ وسلّم

تصورِ اسمِ محمد کے برزخ میں آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کی نظرِ فیض اثر سے ہر قسم کا جہل طالب کے وجود سے نکل جاتا ہے۔ یہ راستہ ہے فیض و فضل اس روزِ ازل کا۔ یہ علمِ نعم البدل ہے کہ اسمِ اعظم سے جمعیت مشاہدہ جمال لازوال با تفکر تصور وصال حاصل ہوتا ہے۔ جو شخص تصورِ اسمِ محمد صلی اللہ علیہ وسلّم سے تلقین حاصل کرتا ہے روزِ اوّل مجلس محمدی صلی اللہ علیہ وسلّم سے مشرف ہو جاتا ہے کہ مقامِ حضور مجلس محمدی صلّی اللہ علیہ وسلّم میں دُنیا، نفس اور شیطان لعین کو مطلق دخل نہیں ہوتا۔ اس راہ حاضرات اسم اللہ ذات سے تماشۂ مقامِ ازل، تماشۂ مقامِ ابد، تماشۂ تصرف گنجِ دُنیا و تماشۂ حشرگاہ و قیامت، حسابگاہِ عقبیٰ یعنی تماشۂ دوزخ و بہشت، حور و قصور وغیرہ و تماشۂ حضوری قربِ الٰہ طالب کی نظر اور مشاہدے میں آجاتے ہیں۔ مرشد کامل وہ ہے کہ اوّل اسمِ محمد صلّی اللہ علیہ وسلّم سے طالب پر مذکورہ بالا جملہ غیبی مقامات کھول دے۔ اس کے بعد طالب کو تلقین کرے تاکہ طالب صاحبِ اعتبار اور اہلِ یقین ہو جائے۔ اَلْوَقْتُ سَیْفٌ قَاطِعٌ ط وقت تیز تلوار کی طرح عمر کاٹنے والا ہے۔ ؎

عمر دم ہے تو نے کھوئی غم میں ہے ۔۔۔ مُردہ دل دنیا کے ہی ماتم میں ہے

وہ طالب احمق ہے جو مُرشد کے ساتھ علمِ معرفت کا مقابلہ اور تکرار کیے بغیر کہتا ہے کہ میرا مرشد کامل ہے اور دوام ہمراہ شامل ہے اور ظاہر باطن واقف احوال باعیان اور حقائق دان و غیب خوان ہے۔ اس طرح بے وجہ لاف زن طالب احمق و نادان ہے اور عاقبت میں خدا کی معرفت اور دیدار سے بے نصیب اور محروم رہ جاتا ہے کیونکہ غیب[1] دان و غیب خوان مطلق خاص اللہ تعالیٰ کی ذات ہے اور اسکے فضل و عطا سے حضرت سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔ کہ غیب الغیب لاریب جانتے ہیں۔ مُرشد پر طالب صادق کی یہ خدمت لازم ہے کہ جس طریق سے ہو سکے طالب کو اللہ تعالیٰ کے حضور میں پہنچادے اور باطن حضور پُر نور میں اسے خاص منصب اور مرتبہ دلادے۔ پس مرشد و طالب ہر دو مدعی و مدعا علیہ کی طرح ہوتے ہیں۔ بغیر حضوری قاضی قدرت اللہ طالبی اور مُرشدی کی حقیقت ہرگز مفہوم اور معلوم نہیں ہوتی۔ جب تک مُرشد طالب کو روزِ اوّل لاہوت اور لامکان میں غرق نہ کردے طالب کے وجود سے ماسویٰ غیر کا غم دُور نہیں ہوتا۔

تشریح رسید، دید، یافت، شناخت

مرشد کے لیے طالب کو چار مراتب عطا کرنے لازمی ہیں۔ اول مرتبہ رسید، دوم مرتبہ دید،

[1] علم غیب خاص مطلق اللہ تعالیٰ کو حاصل ہے جیسا قرآنِ کریم میں ہے: عَالِمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ کہ اللہ تعالیٰ جملہ عالمِ غیب اور عالمِ شہادت کو ہر وقت داخلی اور خارجی، تفصیلی اور اجمالی طور پر جانتا ہے، جیساکہ آیا ہے: هُوَ الْاَوَّلُ وَالْاٰخِرُ وَالظَّاهِرُ وَالْبَاطِنُ وَهُوَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ۔ یعنی وہ سب سے اوّل اور سب سے آخر ہے اور وہ کائنات مکان و زمان کو احاطہ کیے ہوئے ہے اور وہ ظاہر و باطن ہے اور یوں جملہ مکان کو گھیرے ہوئے ہے اور اس زمان اور مکان کو احاطہ کرنے کے علاوہ وہ جملہ زمانی اور مکانی حادثات اور واقعات سے واقف ہے اور اس کا علم دائم قائم ذاتی ہے اور اس علم میں کبھی نقص اور زوال واقع نہیں ہوتا۔ باقی انبیاء، اولیاء اور دیگر نیک لوگوں کو جس قدر علم بھی حاصل ہوتا ہے وہ سب عطائی ہے اور جس قدر کسی نبی یا ولی کا ظرف اور استعداد وسیع ہے اسی قدر اسے علم بھی زیادہ عطا کیا گیا ہے۔ وَفَوْقَ كُلِّ ذِيْ عِلْمٍ عَلِيْمٌ۔ ترجمہ: "ہر صاحبِ علم پر ایک دوسرے عالم کو فوقیت حاصل ہے"۔ اور علوم مختلف ہیں۔ وَاُوْتُوا الْعِلْمَ دَرَجَاتٌ۔ ترجمہ: "اور علم کے مختلف درجات ہیں"۔ چنانچہ ہر پیغمبر کو علیحدہ علم عطا ہوا ہے اور ولی کو الگ علم حاصل ہے اور رب اللہ تعالیٰ کے بحر العلوم سے بہرہ یاب ہیں۔

سوم مرتبہ یافت اور چہارم مرتبہ شناخت۔ رسید کیا ہے؟ دید کسے کہتے ہیں؟ یافت کس شے کا نام ہے؟ اور شناخت کا کیا مقام ہے؟ رسید معرفت و توحید تک پہنچنے کا نام ہے اور دید مشاہدہ قُرب تجرید بالتفرید کا مقام ہے اور یافت تمام رُوئے زمین کے خزائن کا تصرف تمام ہے اور اسی یافت میں جمعیت کُلّی ملام ہے اور شناخت نفس سے نفس اور رب سے رب پہچاننے کا کام ہے اور ان ہر دو سے بذریعہ ماہیت کنہ کن محرم ہونا اور ہم سخن ہونا فقر کا آخری مقام ہے۔

حدیث: مَنْ عَرَفَ نَفْسَهٗ فَقَدْ عَرَفَ رَبَّهٗ۔

ترجمہ: جس نے اپنے نفس کو پہچانا اُس نے اپنے رب کو پہچانا۔

حدیث: مَنْ عَرَفَ نَفْسَهٗ بِالْفَنَاءِ فَقَدْ عَرَفَ رَبَّهٗ بِالْبَقَاءِ۔

ترجمہ: جس نے اپنے نفس کو فناء سے پہچانا اس نے اپنے رب کو بقاء سے جانا۔

جب نفس فنا ہو جاتا ہے طالب قُرب حضوری حق تعالیٰ سے مشرف ہو جاتا ہے۔

اِذَا اَتَمَّ الْفَقْرُ فَهُوَ اللّٰهُ۔ طالب صادق باخبر کا یہ مرتبہ ہے کہ مجلس حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دوام زیرِ نظر ہو۔ مُرشد کامل وہ ہے کہ ہر قسم کی شدت، شامت اور ہر آفت و بلا اور جملہ معصیت شیطانی و آفات نفس و ہوا اور فقر و فاقہ دنیا اور تمام محنت و جفاء طالب کے وجود سے نکال دے۔ یعنی طالب سے ہر قسم کا رنج دُور کردے اور جُملہ تصرّفِ دینوی گنج اسے ایک ہفتے یا پانچ روز کے اندر عطا کردے۔ طالب صادق کی یہ علامت ہے کہ مرشد کے سامنے باادب لب بستہ جان و مال فدا کردے اور اپنے سقیم احوال کا ذکر اور سوال نہ کرے۔ اگر مرشد کامل ہے فوراً بغیر سوال طالب کو طرفۃ العین کے اندر حضور پُر نور میں فی الحال پہنچا دیتا ہے کہ جس میں دنوں، ہفتوں، مہینوں اور سالوں کی مطلق فرصت نہیں پڑتی۔ ایسے مُرشد کی نظر اور توجہ میں ایک لحظہ کی تدبیر کی تاخیر نہیں ہوا کرتی۔ مرشد کامل طالب کو ہر روز مقام قُرب اللہ میں نیا مشاہدہ اور نیا راز دکھاتا ہے۔ اگر مُرشد طالب کو ظاہر باطن اس قسم کی توفیق نہ بخشے۔ طالب کے لیے فرضِ عین ہے کہ ایسے ناقص مُرشد سے بیزار اور جُدا ہو جائے۔ ؎

بے مرشدوں کا راہنما ہوں حق نما — بے پیر کا ہوں پیر راہبر باخدا
مُفلسوں کو گنج بخشوں باکرم — جو ملے مجھ سے نہ ہوگا اس کو غم

اے طالب! پیری و مرشدی اور طالبی و مریدی کا مرتبہ حضور پُرنور نبویؐ سے طلب کر۔

ابیات :

مجھ کو محمدؐ نے کہا خُذ یَدی — رخصت ارشاد نبیؐ سے ملی

پیر ہوا رہبر و ہمدم مرا — رویتِ حق وِرد ہے دم دم مرا

حضرت زہرأؓ نے ہے بیٹا کہا — فقر کا میں خاتم و خاتم ہوا

کیوں نہ ہوں حسنینؓ کا میں خاکپا — مجلسی ہوں جملگی اصحاب کا

باہُوؒ کو یہ مرتبہ ہُو سے ملا — معنے ہیں باہُو کے سَدا باخدا

قَوْلُهٗ تَعَالٰی : وَهُوَ مَعَكُمْ اَيْنَمَا كُنْتُمْ۔

ترجمہ : "وہ تمہارے ہر وقت ساتھ ہے جہاں کہیں تم ہو۔"

جو شخص مراتب فنا فی اللہ میں غرق ہو جاتا ہے معرفت اور لاہوت ولامکان کا مقام اس پر کُھل جاتا ہے۔ ایسا عارف اپنی آنکھوں سے نادیدہ مقامات کی سیر کرتا ہے۔ جو شخص باتوفیق اسم محمد صلی اللہ علیہ وسلم میں آجاتا ہے اپنے آپ کو فوراً مجلسِ محمدی (صلی اللہ علیہ وسلم) میں پہچانتا ہے۔ ؎

اولیاء کو علم حاصل از حضور — ہے اِسی کا درس وحدت ذات نُور

تعجب نہ کر کہ صاحبِ تصور اپنا جسم اسم میں اس طرح گُم کر دیتا ہے جس طرح بسم اللہ کے اندر الف غائب اور مدغم ہے اور عارف جسم اور اسم کی راہ سے دریائے توحید میں غرق ہو جاتا ہے۔

؎ ایسے سالک کو ہے رویتِ حق روا — قُرب وحدت معرفت ہے حق عطا

جو شخص باطن حضور میں باتوفیق کامل ہے ظاہر اسے جُملہ گنج دینی و دنیوی کا تصرف حاصل ہے۔

شرح مراقبہ

جو شخص اول علم مراقبہ پاتا ہے اس کے دل میں جذبۂ محبت حق نماروا ہو جاتا ہے اور اس جذبۂ محبت سے سات قسم کی مجلسیں اس پر کھل جاتی ہیں اور حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر حضرت خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم تک جس قدر ارواحِ انبیاء و اولیاء ہیں سب سے ملاقی اور ہم مجلس ہوتا ہے۔ مراقبے کی ابتدا یقین سے ہوتی ہے اور مراقبہ رقیب شیطان سے دُور ہونے اور حبیب حقیقی تک پہنچنے کا نام ہے۔ جو

شخص مردود و مُرتد، بے یقین، بے اعتقاد، بے دین اور قیدِ شیطانِ لعین ہو اور کسی خانوادہ کے پیرو مرشد کامل پر اسے یقین نہ آئے اس کا علاج یہ ہے کہ مُرشد اسے مجلسِ حضوری میں مشاہدۂ نوری دکھاتا ہے۔ اس مشاہدۂ نوری حضوری سے اس کے ہفت اندام پاک اور صاف ہو جاتے ہیں۔ اس کے بعد تمام عُمر اسے مجاہدے اور ریاضت کی حاجت نہیں رہتی۔ اور جب اسے مشاہدۂ حضوری حاصل ہو جاتا ہے اس کے بعد وہ اہلِ یقین ہو کر فقر سے ہرگز بازگشت اور رجعت نہیں کھاتا اور مُرشد کی قید اور خدمت سے جی نہیں چراتا۔ اس قسم کا مراقبہ محرمِ اسرار ہے۔ ایسا صاحبِ مراقبہ لاہوت لامکان میں پہنچ کر نفس و شیطان کی قید سے آزاد ہو جاتا ہے۔ طالب مراقبے کے ذریعے قربِ رحمٰن میں داخل اور حق سے واصل ہو جاتا ہے۔ مراقبے کی قدر کیا جانیں وہ احمق نادان جو ابھی حبسِ دم کی فکر میں حیران اور پریشان ہیں۔ مراقبہ[1] موت سے تعلق رکھتا ہے۔ جو شخص تصور اسم اللہ ذات کے ذریعے مراقبے میں آجاتا ہے موت کے حالات کا مشاہدہ اس پر کھل جاتا ہے یعنی معائنہ جانکندن و حقیقتِ عذابِ قبر و جواب سوال مُنکر نکیر و حساب گاہِ میدان قیامت و گذر پُل صراط و دخول بہشت و نظارۂ حُور و قصُور زندگی میں دیکھ کر دیدارِ پروردگار سے مشرف ہو جاتا ہے۔ یہ ہے

---

[1] مراقبہ خواب اور موت کی طرح استغراق اور غیبت کا نام ہے جس سے انسان کے حواس ظاہری بند ہو جاتے ہیں اور باطنی حواس کھل جاتے ہیں موت سے انسان کا تعلق جسدِ عنصری سے ہمیشہ کے لیے ٹوٹ جاتا ہے لیکن خواب اور مراقبے میں طائرِ روح قفسِ عنصری کے ساتھ رشتۂ حیات و نفس کے ذریعے وابستہ رہتا ہے۔ خواب اور مراقبے میں اس کی رسی صرف ڈھیلی پڑ جاتی ہے۔ نیز خواب اور مراقبے میں یہ فرق ہے کہ خواب کے اندر انسان ہوش و شعور کھو دیتا ہے اور جو معاملہ خواب کے اندر انسان دیکھتا ہے اس وقت وہ یہ نہیں جانتا کہ جو معاملہ وہ دیکھ رہا ہے وہ خواب ہے یا بیداری لیکن مراقبے کے اندر انسان جو کچھ دیکھتا ہے اس وقت صاحبِ مراقبہ ہوش اور شعور کے ساتھ ہوتا ہے۔ دیگر خواب میں انسانی روح خیالات یا اثرات خارجی و داخلی کی رو میں بہہ جاتی ہے یا بحرِ عالمِ غیب میں بے جان تنکے یا لکڑی وغیرہ کی طرح بے اختیار ڈانواں ڈول پھرتی رہتی ہے لیکن صاحبِ مراقبہ سالک کی رُوح زندہ جاندار مچھلی یا آبی جانور کی طرح اپنے ارادے سے بحرِ عالمِ غیب میں اپنی منزلِ مقصود کی طرف تیر کی طرح چلی جاتی ہے اور جس طرح خشکی کے سفر کے لیے ریل گاڑی اور موٹر وغیرہ سواریاں الگ ہیں اور بحری و ہوائی سفر کے لیے کشتی، جہاز وغیرہ علیحدہ سواریاں اور مرکب ہیں اسی طرح باطن میں ہر منزل اور مقام کے لیے مختلف باطنی سواریاں ہیں جن پر اہلِ مراقبہ سوار ہو کر منزلِ مقصود تک پہنچ جاتا ہے۔

مرتبہ مراقبہ اہلِ حق الیقین واصل باللہ، صاحبِ مقام مُوْتُوْا قَبْلَ اَنْ تَمُوْتُوْا۔ اِس قسم کا مراقبہ مشقِ وجودیہ کی برکت سے معرفت اور قُربِ خدا تک پہنچا تا ہے۔ ؎

پیشہ خطرات دل سے دُور کر   دل کو وحدت ذات سے معمور کر

مراقبہ راہِ حق کا حقیقی وسیلہ اور رفیق ہے۔ مراقبہ ایک آگ ہے جو ہر شیطانی خطرے اور وسوسے کو اس طرح جلا دیتا ہے جس طرح آگ لکڑیوں کو جلا دیتی ہے۔ ؎

گر کروں میں شرح ان احوال کی   عبرت و حیرت میں پڑ جائیں سبھی

مراقبہ جوہرِ ایمان ہے کہ راہبر درگاہِ حضوری و مقربِ رحمٰن ہے۔ مقامِ نفس (ناسوت) کے لیے مراقبہ لطیفۂ نفس کے ذریعے کیا جاتا ہے۔ اور مقامِ قلب (ملکوت) کے لیے مراقبہ لطیفہ قلب کے ذریعے اور مقامِ روح (جبروت) کے لیے مراقبہ لطیفۂ روح کے ذریعے اور مقامِ ستر (لاہوت) کے لیے مراقبہ لطیفہ سِرّ کے ذریعے کیا جاتا ہے۔ اور مراقبہ عیان کا باعیان اور مراقبۂ ذکر کا ذکر سے ہوتا ہے۔ ذکر وہ ہے کہ لازوال ہو اور فکر وہ ہے کہ باوصال ہو، یہ راستہ شریعت کا ہے جو شخص مشاہدۂ حضوری اور بحرِ توحید فنا فی اللہ میں غرق ہو جاتا ہے اس کی روح کو اللہ تعالیٰ کے قرب سے اتنی لذت آتی ہے کہ اپنی جانِ عزیز اور مجملہ جہان کی لذات کو اس پر فدا اور تصدق کر دیتا ہے۔ اس مقام میں عاشق تمام مخلوق کی ملامت کو اُٹھا لیتا ہے اور اپنے معشوق کے سوا ہر چیز سے تارک و فارغ ہو جاتا ہے۔ اب اس کا نصب العین اور منزلِ مقصود محض حقیقی معشوق رہ جاتا ہے اور بے تعلق از جُملہ مخلوق ہو جاتا ہے۔ یہ مسلکِ ہمہ اوست در مغز و پوست ہے۔

بیانِ دعوتِ تیغ برہنہ

اگر کوئی[1] چاہے کہ علم دعوت اس کے عمل میں آجائے اور اس کے ورد وظائف میں تاثیر پیدا ہو اور اس کا عمل جاری

---

[1] بعض لوگ حضرت سلطان العارفین کی کتابوں میں اس دعوتِ روضۂ و قبر مبارک کا حال پڑھ کر فوراً اس کے پڑھنے کے لیے تیار ہو جاتے ہیں لیکن جب وہ اس دعوت کو بے اثر و بے نتیجہ پاتے ہیں، تو حیران رہ جاتے ہیں اور بعدہٗ طرح طرح کی بدگمانیوں میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔ دراصل یہ دعوت القبور کی انتہائی دعوت ہے۔ جب کبھی صاحبِ دعوت کو کوئی مشکل مہم پیش آجاتی ہے تو جس قدر وہ مہم اور کام اہم اور مشکل ہوتا ہے اسی قدر زبردست روحانی کی قبر پر دعوت پڑھ کر اس کی رفاقت اور حمایت

بقیہ اگلے صفحہ پر

ہو اور مؤکل فرشتے اس کے تابعدار اور فرمانبردار ہو جائیں اور کلام اللہ اس کے وجود میں تاثیر کرے اور جمعیت بخشے اور تمام مخلوقات کی رجوعات، مسخرات اور حاضرات اسے حاصل ہو اور مجلسِ محمدی صلی اللہ علیہ وسلم میں داخل ہو اور اس کی ہر مشکل مہم آسان اور حل ہو اور دنیا کا تمام تصرف اُسے حاصل ہو تو چاہیئے کہ تنہا کسی دشت بیابان میں جہاں پاک ریت یا خاک پاک ہو وہاں انگلی سے نقشہ روضہ مُبارک حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بمطابق نقشہ زمین پر بنائے اور حرمِ نبوی اور قبر مبارک حضرت سرورِ کائنات صَلَّی اللہُ علیہ وسلم کا نقشا اور نمونہ تیار کرے اور قبر مُبارک پر لکھے: قَبْرِ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدُ اللہِ صلی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمْ اور اس کے ارد گرد یہ آیت لکھے: اِنَّ اللہَ وَمَلٰٓئِکَتَہٗ یُصَلُّوْنَ عَلَی النَّبِیِّ یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَیْہِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا ۝ اور جب نقشہ تیار ہو جائے تو مذکورہ بالا آیت اِنَّ اللہَ وَمَلٰٓئِکَتَہٗ .... الخ تین بار پڑھے، اس کے بعد سہ (۳) بار کہے: اُحْضِرُوْا الْمُسَخَّرَاتِ یَا مَلِکِ الْاَرْوَاحِ الْمُقَدَّسِ یَا مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدُ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عِنْدَ اللہِ اس کے بعد سورۂ ملک پڑھے اور بعدہٗ تین دفعہ ضرب کلمہ طیب دل پر لگائے۔ اس کے بعد درود، لاحول اور کلمہ تمجید پڑھ کر آنکھ بند کرے اور مراقبہ کرے یہاں تک کہ خواب اور بیداری ایک ہو جائے۔ اِنشاء اللہ اگر اہلِ دعوت عاملِ کامل ہے تو بیشک روح پُرفتوح حضرت محمد

سے وہ مشکل حل کرائی جاتی ہے۔ فرض کرو کہ ایک ایسی مشکل مہم پیش آگئی ہے کہ جس کا بارگاہِ الٰہی سے حل کرانا سوائے استمداد و وسیلہ روح پُرفتوح حضرت سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم محال اور ناممکن ہے مثلاً بادشاہِ اسلام کفار کے ساتھ برسرِپیکار ہے اور اہلِ دعوت کو جلدی روح پُرفتوح حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حضوری اور فوری حمایت درکار ہے اور وہ جلدی روضۂ اقدس پر حاضر ہونے سے قاصر ہے تو یہ عارضی روضہ اور وقتی قبر اہل دعوت کے لیے اصلی اور حقیقی قبر اور روضے کا قائم مقام بن جاتی ہے کیونکہ حضرت سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم روح جسد الکونین ہیں۔ اور جب اہلِ دعوت منتہی یہ دعوت شروع کرتا ہے تو آنحضرت صَلَّی اللہُ علیہ وسلم تشریف فرما کر اہلِ دعوت کی ضرور دستگیری فرماتے ہیں، لیکن اہل دعوت عامل اور کامل ہو۔ اور دعوت القبور کی کلید اسے حاصل ہو اور ہر قبر پر دعوت پڑھ کر اسے حاضر کرنے میں ماہر ہو، لیکن خام ناتمام اور نفسانی آدمی یہ کام نہیں کرسکتا۔ یہ علمِ دعوت القبور کے منتہی عامل کا کام ہے۔

رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مع جمیع لشکر چار یار و اصحابِ کبار تشریف لا کر اہلِ دعوت کی دستگیری فرماتے ہیں اور اس کی مشکل مہم درگاہِ حق تعالیٰ سے حل کراتے ہیں اور اسے باطنی طور پر اپنے ساتھ شامل فرماتے ہیں۔ اس دعوت کو تیغِ برہنہ کہتے ہیں۔

نقشہ روضۂ مبارک یہ ہے :

مرشدِ کامل اس نقشِ روضۂ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مجلسِ حضورِ پُرنورِ نبوی میں طالب کو پہنچاتا ہے اور معرفت توحید حضوری سے اس مقام میں بہرہ یاب فرماتا ہے، لیکن مُرشد ناقص چِلّوں، مجاہدوں اور ریاضتوں میں طالب کی عُمرِ گرانمایہ گنواتا ہے۔

مُرشد فقیر عارف باللہ، واصل ولی اللہ پر فرضِ عین ہے کہ جو کچھ حق مرشدی و طالبی کا جانبین ہے ادا کرے۔ اور مطلق اہلِ دنیا کو تلقین نہ کرے۔ اور اگر کامل صاحب توفیق اہلِ دُنیا کو تلقین کرے تو حضرت ابراہیم ادھم رحمۃ اللہ علیہ کی طرح اسے دنیا سے باہر نکال لائے اور اسے نجس نجاست گندگی دنیا سے علیٰحدہ اور دُور کر دے۔ اور روزِ اوّل مجلس محمدی صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر حضور پُرنور کر دے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ولایت اور ہدایت کا منصب عطا کر دے۔ تاکہ طالب کے وجود میں کسی دنیوی مراد کا ارمان اور افسوس باقی نہ رہے۔ یہ ہے مُرشدِ کامل باعطا، صاحبِ فیض فضلِ خدا، بادشاہِ ہر دو سرا، نہ خدا اور نہ خدا سے یکدم جُدا، دوام مشرفِ لقا۔ جو مرشد

یا پیر روزِ اوّل طالب کو ان مراتب تک نہ پہنچائے، وہ احمق اور بے حیا ہے کہ اپنے آپ کو مُرشد کہلواتا ہے۔ یہ ہے مراتب قرب توحید از مشق وجودیہ مرقوم۔ اس سے معلوم کر لینا چاہیئے کہ یہ نقش جملہ مقامات تک پہنچاتا ہے۔ قال موافق حال جمیعت باوصال نہ از وہم خام خیال وہ شخص جانتا ہے جو معرفت کی توفیق اور تحقیق کے مرتبے کو پالیتا ہے۔ یہ مقامِ حضور ہے جہاں نفس، قلب، رُوح اور سِرّ سراسر نور ہے۔ نقش مکرم یہ ہے :

حق الیقین

اللہ

محمد صلے اللہ علیہ وسلم

نفس مطمئنہ با قلبِ سلیم
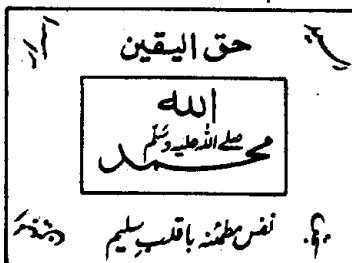
حضرت محمد رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نگاہِ لطف وکرم کی طفیل دریائے ژرف توحید سے گزرنے کا یہ مقام ہے۔ اس مقام میں نہ زمین نہ سما، اور نہ حیرت اور نہ ہوا مطلق نورِ وحدانیتِ خدا ہے۔ اور جو شخص اس دائرے میں حضرت سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی رفاقت سے غوطہ کھاتا ہے وہ شخص دُنیا سے تارک و فارغ ہو جاتا ہے۔ اور تمامیت فقر کو پہنچ جاتا ہے۔ مرتبہ اَلَمْ نَشْرَحْ لَكَ صَدْرَكَ کے مطابق اس کے سینے میں صفائی اور کشادگی آجاتی ہے۔ لَا يَمْلِكُوْنَ مِنْهُ خِطَابًا۔ اس کا مشعلِ راہ بن جاتا ہے اور اس میں فقیر اِنِّىْ جَاعِلٌ فِى الْاَرْضِ خَلِيْفَةً کی رُو سے خلعتِ خلافت پہن لیتا ہے۔ فَفِرُّوْٓا اِلَى اللّٰهِ اختیار کر لیتا ہے اور خیال فَفِرُّوْا مِنَ اللّٰهِ سے دل بیزار کر لیتا ہے۔ اے طالب! تجھے کیا درکار ہے طلبِ خدا یا طلبِ ہوا۔

شرح حاضرات اسم اللہ ذات

اوّل جب طالب اسم اللہ ذات کو فکر کی انگلی سے دل پر نقش کر لیتا ہے تاثیر اسم اللہ ذات سے سینہ روشن اور صاف ہو جاتا ہے اور خناس خرطوم مر جاتے ہیں۔ دل کی آنکھ کھل جاتی ہے اور طالب دل کے ارد گرد ایک وسیع میدان دیکھتا ہے۔ وہاں مجلس محمدی صلی اللہ علیہ وسلم

داخل ہوکر لاحول، سُبحان اللہ، والحمدُ للہ، کلمہ تمجید اور درود شریف پڑھتا ہے اس وقت مجلس محمدی صلی اللہ علیہ وسلم سے حکم ہوتا ہے کہ اے طالب! صاحبِ تصور، یہ خاص مجلس محمدی ہے۔ شیطان کی کیا مجال ہے کہ اس مقام میں پہنچے۔ اس طرح طالب حق اور باطل کو صاف طور پر معلوم کرلیتا ہے اور طالب دوام حضور مجلس محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہوجاتا ہے۔ گو ظاہری جُثّے سے عوام سے ہم سخن ہوتا ہے لیکن باطن میں اس کا وجود سراسر نُور اور اس کا ہر سخن اسرارِ حضور ہوتا ہے۔ اس کے بعد علم نعم البدل کو ظاہر و باطن تحقیق کرلیتا ہے۔

وضاحت علم نعم البدل

علم نعم البدل[1] یہ ہے کہ بعض دفعہ باطن میں مجلس محمدی صلی اللہ علیہ وسلم سے حکم ہوتا ہے لیکن وہ معاملہ بظاہر ظہور پذیر نہیں ہوتا۔ اس کی وجہ یہ ہوتی ہے کہ طالب ابھی تک پے در پے مقامات طے کرنے میں مصروف ہے۔ ابھی تک اپنے پُورے کمال کو نہیں پہنچا۔ جب طالب کے لیے ظاہر و باطن

[1] بعض دفعہ سالک کسی خاص دینی یا دنیوی مراد کے لیے باطن میں درخواست گزارتا ہے اور بعد ازاں سالک کو خواب یا مراقبے میں بشارت ملتی ہے کہ اسکی مراد پوری ہوگی لیکن بظاہر وہ مراد پوری ہوتی معلوم نہیں ہوتی۔ اسکی وجہ یہ ہوا کرتی ہے کہ اکثر دنیاوی مرادیں طالب کو مقاماتِ سلوک طے ہوجانے کے بعد ملا کرتی ہیں ورنہ وہ طے مقامات میں سُست اور کاہل ہو جاتا ہے اس واسطے اس دنیوی مراد کے حصول میں تاخیر ہوجاتی ہے کہ ابھی اس نے کچھ مقاماتِ سلوک طے کرنے ہوتے ہیں دیگر علم نعم البدل کے ذریعے مرشد کامل طالب کی ہر مراد دینی و دنیوی پوری کرلیتا ہے یہ کام بہت زبردست قوی ہمت اولیاء کا ہے۔ رسمی رواجی دوکاندار پیروں کا یہ کام ہرگز نہیں ہے۔ علم نعم البدل کے ذریعے بے نصیب کو نصیب پہنچانے کی صورت یوں کرتے ہیں مثلاً کسی طالب کے لیے دنیوی زندگی میں کوئی رنج اور تکلیف از قسم فقر و فاقہ وغیرہ مقدر ہوچکا ہے مگر طالب اسکی برداشت سے عاجز آچکا ہے اور اسے زیانِ ایمان کا خطرہ لاحق ہو رہا ہے تو مرشد کامل ایسے طالب کی نعمتِ آخرت کا کچھ حصہ اور متاعِ دارِ آخرت سے اس دنیا میں منتقل کروالیتا ہے اس طرح طالب کا حصۂ آخرت اگرچہ تھوڑا سا کم ہوجاتا ہے لیکن دنیا میں وہ کئی پشتوں تک دنیوی تنگدستی سے نجات پالیتا ہے جیسا کہ ایک روایت میں ہے کہ حضرت سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک عورت نے مرگی کے مرض کی شکایت کی۔ آپ نے فرمایا کہ اگر وہ چاہے تو اسے اس مرگی کی تکلیف کے عوض آخرت میں ایک عالیشان محل مل سکتا ہے یا اس کا مرض جاتا رہے لیکن دوسری صورت میں وہ محل اسے نہ ملے گا۔ اس پر اس نیک طینت خاتون نے عرض کیا کہ اسے مرگی منظور ہے اور وہ اس بشارت سے مطمئن اور مسرور ہے۔ جو مُرشد اسطرح راہِ نعم البدل نہیں جانتا اور مقام دنیا و عقبیٰ اور مقام ازل و ابد کے نعمائے تغیر و تبدل اوران میں تصرف کی توفیق نہیں رکھتا وہ مرشد کہلانے کے لائق ہی نہیں

حالت ایک ہوجاتی ہے اور جب دیدہ و نادیدہ مقامات یکساں نظر آتے ہیں تو طالب کو اس وقت اپنا مطلوبہ مقام مِل جاتا ہے۔ اس کے بعد اسے مرشد کی ضرورت اور احتیاج نہیں رہتی۔ طالب کو اول دل[1] کا معائنہ کرنا چاہیئے کہ دل کے اردگرد چار میدان ہیں۔ اوّل مشاہدۂ میدانِ ازل دوم مشاہدۂ میدانِ ابد، سوم مشاہدۂ میدانِ دنیا از عرش تا تحت الثریٰ اور چہارم مشاہدۂ میدانِ عقبیٰ۔ یاد رہے کہ نفس کے اندر لطیفۂ دل ہے اور دل میں روح اور روح میں سِرِّ اسرار و مشاہدۂ نورِ حضور، معرفت قُربِ اللہ و دیدار پروردگار ہے۔ مرشد کامل طالبِ صادق کو روزِ اوّل مشاہدۂ دل کے مرتبے کو پہنچا دیتا ہے لیکن مُرشد ناقص دن رات چلّے اور ریاضت کراتا ہے نقشِ صورتِ دل اور دل کے اردگرد میدان یہ ہیں۔ مُرشد کامل یہ مقام تصورِ اسم اللہ ذات سے کھولتا اور دکھاتا ہے۔

لا الٰہ اِلا اللہ
مفتاح یافتاح
للہ

میدانِ عقبیٰ

محمد رسول اللہ
قفل نصیب ازل
ھو

صفِ ارواح میدانِ ازل

میدانِ لاھوت لامکان

میدانِ مشاہدۂ دل ابد

اللہ

میدانِ دنیا

لہ

[1] اصطلاحِ تصوف میں دل گوشت کے اس گاؤدم لوتھڑے کا نام نہیں ہے جو سینے کے اندر بائیں طرف لٹکتا ہے بلکہ انسانی وجود کے جوہر اور مغز کو دل کہتے ہیں۔ اور یہ گوشت کا گاؤدم لوتھڑا اس نوری لطیفۂ دل کا محل اور مقام ہے۔ جیسا کہ انسان کا عنصری وجود ایک چند فٹ کا چھوٹا جسم ہے لیکن اسکے لطیف حواس کس قدر وسیع و بسیط اور طویل و عریض ہیں۔ مثلاً بصارت کی حس کو لو۔ انسانی آنکھ کا ڈھیلا اپنی جسامت اور حجم میں ایک انچ کے برابر ہے لیکن انسانی نظر اور بصارت پہاڑوں، زمین اور آسمان کو اپنی لپیٹ میں لے لیتی ہے۔ اسی طرح

بقیہ اگلے صفحہ پر

آخر فقر کی انتہا کیا ہے؟ فقر کی انتہا یہ ہے کہ تن پر لباسِ شریعت اور طریقت سے واقفِ احوال رہے اور دریائے حقیقت میں غوطہ کھاتے اور بحرِ معرفت سے اسرار کے موتی نکال لائے دم بدم میں اہلِ کرم اور صاحبِ توفیق محرمِ راز و اہلِ سخا وجود ہو صاحبِ مجلس مقامِ محمود اور فنا فی اللہ معبود۔ اے طالب! خبردار اور ہوشیار رہ۔ سالک کو ہر ایک مقام کا کشفِ حقیقت اور کیفیتِ راہ مفہوم ہونا چاہیئے۔ بعض اِس کشف میں راہِ قربِ مولیٰ حاصل کرتے ہیں اور بعض اس راہ میں گمراہ ہو کر مرتے ہیں۔ پس اوّل مرشد طالب کو ایک دم میں مشاہدۂ معراج کراتا ہے بعض کو ایک دن رات میں، بعض کو ایک ہفتہ، بعض کو ایک ماہ، بعض کو ایک سال اور بعض کو تمام عمر حیات اور ممات میں تا قیامت وصالِ جمیعت باجمال حاصل ہوتا ہے۔ فقر اللہ تعالیٰ کی قُدرت کا ایک راز ہے جس کی شرحِ دل اور خاطر سے ہو سکتی ہے نہ کہ حیطۂ تحریر و تقریر و دفاتر سے ہو سکتی ہے۔ نہ وہاں علم نہ دانش نہ مطالعۂ عقل و شعور ہے۔ نہ وہاں وہم و خیال نہ ذکر و مذکور ہے۔ مقامِ فقیر نُورٌ علیٰ نور، دوام بشوق مست و مسرور ہے۔ اس مقام میں ہدایت اور نہایت ایک ہو جاتی ہے۔ فقیر کی رُوح فرحت پذیر، قلب صفا روشن ضمیر اور نفس مُردہ اسیر ہو کر ابدی حیات حاصل کر لیتا ہے۔ اگر کبھی فقیر کسی دولت مند اہلِ دنیا مثل بادشاہ یا امیر کو تلقین کرتا ہے تو اسے اس طرح علم پڑھاتا ہے کہ تمام عمر لذّتِ دُنیا اور نفس کی ہوس و ہوا کو بھول جاتا ہے۔ یہ مرتبہ بھی مشقِ وجودیہ مرقوم کے ذریعے مجلسِ محمدی صلّی اللہ علیہ وسلّم سے حاصل ہوتا ہے۔ ؎

گر کردں میں شرحِ لذّت حق لقا — جان دے دیں طالبانِ باخدا

دل کے نوری لطیفے کے پانچ حواس سے دل کے اردگرد پانچ مقامات کا ادراک کیا جاتا ہے۔ جیسا کہ دل کے اِردگرد مذکورہ بالا دائرے میں دکھایا گیا ہے۔ یعنی مقامِ ازل، مقامِ اَبد، مقامِ دنیا، مقامِ عقبےٰ اور مقامِ لاہوت لا مکان۔ بعض رسمی دوکاندار پیر اپنے طالبوں اور مریدوں کو حبسِ دم کراتے ہیں اور انہیں کہتے ہیں کہ دل کی طرف متوجہ ہو۔ جب وہ دل کی طرف متوجہ ہوتے ہیں تو دلِ صنوبری یعنی گوشت کے لوتھڑے کے خون دھکیلنے کی حرکت اور اس کی آواز ٹپ ٹپ کو محسوس کرتے ہیں۔ تو یہ ناقص پیر انہیں کہتے ہیں کہ یہ ذکرِ قلب ہے اور تمام تن میں یہ حرکت اس ذکر کی جنبش ہے۔ حالانکہ اگر یہ ذکرِ قلب ہے تو یہ ذکر اور حرکت کلب میں بھی موجود ہے۔ غرض یہ ذکرِ قلب ہرگز نہیں۔ قلب جب ذکر کے ساتھ حرکت کرتا ہے تو اس سے اللہ تعالیٰ کا عرش جنبش کرتا ہے۔

ہے نصیب عاشقاں یہ ہر دوام — قوت قوت ہے لقا ان کی تمام
یہ ہے واصلانِ حق کا اصل مقام، کلام اور پیغام سے انہیں کیا کام۔

ابیات:

رند صفت عاشق دیدار ہو — سیرِ مقامات کو تُو دل سے دھو
ڈھونڈھ وصال اسکا کہ ہے لازوال — حق سے تُو غافل نہ ہو اے میرے لال

صِفتِ عاشق و معشوق

عاشق کی دو صفات ہیں۔ اول اس کا نصب العین ہو وصلِ معشوق، دوم، خیال میں نہ لائے ملامتِ مخلوق۔

ابیات:

دمبدم دیدار دیکھے ھر دوام — روح و دل ہو نور سالک کا تمام
اس کا گفتہ گفتۂ اللہ ہوا — درمیاں رہتا نہیں چون و چرا
کچھ سمائی جُثہ و تن کی نہیں — اصل توحید و فقیری ہے یہیں

جو شخص اس مقام پر پہنچتا ہے اس کا قدم شریعت میں، نظر طریقت میں، جمیعت حقیقت میں اور اس کا قرب معرفت میں ہوتا ہے۔ جو شخص فقرِ محمدی صلی اللہ علیہ وسلّم کا محرم ہے وہ ہے اصل مخدوم، خلافِ شرع فقیر ناقص ہر مقام سے محروم ہے۔ طالب مُست اور دیوانہ حق سے بیگانہ ہوتا ہے۔ اور طالب ہوشیار شاہراہِ شریعت کا شہسوار آخر کار عارفِ حق فرزانہ ہوتا ہے۔

قولہ تعالیٰ: قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِیْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ ط

ترجمہ: اے محمدؐ! میرے بندوں سے کہہ دو کہ اگر تم کو اللہ تعالیٰ کے ساتھ محبت ہے تو میری متابعت اختیار کرو، تم اللہ تعالےٰ کے محبوب ہو جاؤ گے۔

پس معلوم ہو گیا کہ جو فقیر اللہ تعالیٰ کا عاشق ہے وہ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم کا معشوق و محبوب ہے اور حضرت محمد رسول اللہ صَلّی اللہ علیہ وسلّم کا عاشق اللہ تعالیٰ کا معشوقؑ محبوب ہے۔ ؎

معشوق، عشق و عاشق تینوں ہوں جب کہ یکتا
ہجراں کی کیا حقیقت واں وصل کی نہیں جا

مراتبِ فقر

فقر کے تین مراتب ہیں: اوّل فنا فی اللہ، دوم فنا فی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم۔ سوم فنا فی الشیخ۔ جو شخص ان مراتب کو باتوفیق طے کر لیتا ہے اس کے وجود میں نفسِ امارہ فنا ہو جاتا ہے اور قلب زندہ ہو کر باتصدیق یکتا ہو جاتا ہے اور روح فرحت پا کر راہبرِ راہِ خدا ہو جاتی ہے۔ یہ ہے شانِ عاشق جاں فدا۔ ؎

نہیں ڈرتا ہے عاشق قائم — لَا یَخَافُوْنَ لَوْمَةَ لَائِمٍ

ایسے طالب غبی کا کیا علاج ہے جو اگر کسی پیر و مُرشد کے پاس جاتا ہے تو اسے کسی بزرگ کی تلقین پر یقین نہیں آتا ہے جس کے وجود میں نفسِ امارہ دائم رقیب ہو اور سب لوگ اسے بے نصیب کہیں، یعنی دوست ہم خانہ اور وہ اس سے کور چشم بیگانہ، اس کا علاج یہ ہے کہ مُرشد کامل ایسے مردودِ طریقت و مُرتدِ حقیقت طالب کا جُثہ تصوّر اسم اللہ ذات کی طے میں لپیٹ کر شعلۂ تجلّیِ انوار میں غرق کر دے اور دیدارِ پروردگار سے طالب کو مشرف کر دے۔ اس کے بعد طالب کو حاصل ہوتا ہے اعتبار اور مرشد اسے بخشتا ہے خزائن بیشمار۔ مرشد کامل، وسیلۂ درگاہ، پیشوائے راہ اور گواہِ قربِ الٰہ ایسا ہونا چاہیئے کہ اس کا طالب مشاہدۂ حق ذات کا ہمیشہ ناظر ہو اور مجلس محمدی صلی اللہ علیہ وسلّم میں دوام حاضر ہو۔ یہ ہے فقیر روشن ضمیر بر نفس امیر۔ مرشد منازلِ راہ سے آگاہ ان اوصاف سے متصف ہو کہ طالب گمراہ مردود اور مُرتد کو جمیعت بخشے اور حق کا راستہ دکھائے۔ ؎

مُرشد عنقا صفت ہو یا ہُما — طالب شہباز عارف جاں فدا

مرشد وہ ہے کہ بعد از آزمائش و امتحان جمیعت بخشندۂ جاوداں ہو۔ یہ نہ مرشد ہیں کہ خود پریشان ہیں اور ان کے طالب اہلِ وسوسہ ولدانِ شیطان ہیں۔ جن لوگوں کو کاملوں سے تلقین حاصل ہو وہ خوش قسمت اہلِ عرفان ہیں۔ کامل لوگ دُنیا میں دولت کے گنج یا کرم کی کان ہیں۔ ذکر کی اصل اور بنیاد مشق وجودیہ اسم اللہ ذات ہے کہ مردہ وجود کے ہفت اندام کو اس سے دائم حیات ہے۔ ذکر سے ذاکر کے دو گواہ ہیں۔ اوّل ذاکر خُفیہ ہم جلیس باخدا ہے بمقتضائے اَنَا جَلِیْسُ مَعَ مَنْ ذَکَرَنِیْ۔ دوم گواہ ذاکر ہمیشہ ہم صحبت اور ہم جلیس حضوری حضرت محمد مُصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلّم ہوتا ہے۔ بعض[1] اسی ظاہری وجود سے حضور میں حاضر ہوتے ہیں۔ بعض بجثۂ نفسِ مطمئنہ

[1] واضح ہو کہ حضرت محمد رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کی باطنی مجلسیں مختلف مقامات پر منعقد ہوتی ہیں۔ چنانچہ

بقیہ اگلے صفحہ پر

بعض بجثۂ قلبِ سلیم، بعض بجثۂ روح اہلِ صراطِ مستقیم اور بعض بجثۂ سر بحق تسلیم یا بجثۂ نورِ صفتِ کریم۔ بعض اہلِ حضور اپنے آپ کو جانتے ہیں اور بعض اپنے آپ کو نہیں جانتے لیکن ایک جُثہ ذاکر کا ہمیشہ مجلسِ محمد رسُول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم میں داخل رہتا ہے۔ اگرچہ جُثہ ظاہر سے عوام لوگوں سے ہمسخن و ہمکلام ہو۔

ابیات

ذکر ہے فریاد دائم باخروش — ہے بجائے آب ذاکر خون نوش
ذکر گر بے فکر ہو بے سُود ہے — حق حضوری ذکر کا مقصُود ہے
ذکر بس خالی نہ یہ آواز ہے — ذکر خفیہ قرب وحدت راز ہے
ذکرِ حق کا بس وہی دعویٰ کرے — ذکر سے جو نورِ حق پیدا کرے

بقیہ حاشیہ) آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کی عام باطنی مجلسیں رُوئے زمین پر ہر جگہ قائم ہوتی ہیں۔ ان مجالس میں عوام سلمین اور مؤمنین خواب یا مراقبے کے ذریعے حاضر ہوتے ہیں اور ان میں عام دنیوی امورات اور ظاہری معاملات طے پاتے ہیں۔ دوم مجلس آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کی مدینہ منورہ میں روضۂ اطہر کے اندر قائم ہوتی ہے۔ اس مجلس میں خواص زندہ قلب لوگ حاضر ہوتے ہیں۔ تیسری مجلس مکّہ معظمہ میں کعبۃ اللہ کے اندر منعقد ہوتی ہے بعض مجالس آسمانوں میں منعقد ہوتی ہیں۔ ایک مجلس مقام کرسی پر اور ایک مجلس مقام عرش عظیم پر قائم ہوتی ہے۔ ان سے اعلےٰ اور افضل نوری خاص الخاص عارف فقراء کی مجلس توحید کے مقام دریائے ژرف پر منعقد ہوتی ہے۔ سب سے آخری منتہی نوری اور حضوری مجلس جس سے بالا اور اعلےٰ اور کوئی مجلس نہیں ہے لاہوت لامکان کے بے چون و بے چگوں مقام پر منعقد ہوتی ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کے اہلِ دیدار عاشقوں کی اخص مجلس ہے۔ یہاں محض درسِ دیدار کا سبق بے کام، بے زبان اور بلا حروف صوت محض نظر و توجہ سے دیا جاتا ہے۔ ان مذکورہ بالا مجالس میں حاضرین مختلف باطنی جُثوں سے حسبِ استعداد حاضر ہوتے ہیں۔ اوّل بجثۂ نفس ناسُوت، دوم بجثۂ قلب، سوم بجثۂ روح، چہارم بجثۂ سر اور مزید بجثۂ خفی اخفیٰ، انا اور بجثۂ نور حضور عارف فقراء حضور ہوتے ہیں۔ ہر مجلس میں تعلیم و تلقین حسبِ مدارج مختلف ہے ان مجالس کا اندازہ عوام تو کیا خواص لوگ بھی نہیں لگا سکتے۔ ؎ ذوقِ ایں بادہ نیابی بخدا تا نچشی۔

اے طالب! حیات النبی (صلی اللہ علیہ وسلّم) اور ان مجالس کا انکار تجھے راندۂ درگاہ نہ کر دے۔

شرائطِ پیری و مُرشدی

پیری اور مُرشدی کے لائق وہ شخص ہے جو لوگوں کو تعلیم و تلقین اور خلقِ خدا کو رشد و ہدایت اور طالبوں کو دستِ بیعت اور ارشاد کی اجازت باطن میں حضرت محمد رسُول اللہ صَلّی اللہ علیہ وَسلّم سے حاصل کرے اور جُملہ اصحابِ کبار سے باطن میں مصافحہ اور مُلاقات کرے اور پنجتن پاک کی بخشش اور عطاء باطن میں حاصل کرلے۔ ایسے مرشد کامل سے جو طالب تلقین اور تعلیم حاصل کرے گا دنیا و آخرت میں طالبِ خدا، زندہ دل لازوال، غالب الاولیاء ہو کر کبھی نہ مرے گا۔ مُرشد بننا آسان کام نہیں ہے۔ ہر نفسانی جاہل احمق حیوان مُرشد نہیں بن سکتا۔ ؎

مرشد جاہل ہے بس شیطاں صِفت — مرشدِ عالِم ہے صاحبِ معرفت

یاد رہے کہ خدا تعالیٰ اور بندے کے درمیان سدِّ سکندری[1] کی طرح کوئی مادی دیوار حائل نہیں ہے اور نہ کوئی بُعدِ زمانی یا مسافتِ مکانی شامل ہے اور نہ کوئی راہِ طول طویل و دور دراز ہے بلکہ ربّ اور بندے کے درمیان محض ایک باریک معنوی پردۂ غفلت مثل پردۂ پیاز ہے۔ اس پردۂ پیاز کو توجہ اور نگاہ سے پارہ پارہ کرنا اس مُرشدِ کامل کا کام ہے جو کہ اللہ تعالیٰ کے سِرِّ قدیم کا محرمِ راز ہے۔ جو طالب اللہ لاہوت لامکان میں پہنچ جائے اور اس طرح کا عالم باللہ عارف ولی اللہ باعیان باطنی دنیا کا نظارہ کرے اسے کیا حاجت کہ آنکھیں بند کرکے مراقبہ کرے یا نمازِ نفل پڑھ کر استخارہ کرے۔ یاد رہے کہ کوئی جاہل آدمی خدا رسیدہ نہیں ہوسکتا

---

[1] اللہ تعالیٰ اور بندے کے درمیان محض غفلت کے معنوی حجاب حائل ہیں جس طرح انسان سو جانے سے خواب میں اپنے رفیقوں، خویشوں اور گھر کے ہم نشینوں سے دُور جا پڑتا ہے بلکہ اپنے جسم سے بھی غافل ہوجاتا ہے اس طرح گو اللہ تعالیٰ شاہ رگ سے زیادہ قریب ہے لیکن انسانی رُوح غفلت کی گہری نیند سوئی ہوئی ہے اور اپنی جان اور اپنے حقیقی جاناں سے دُور پڑی ہوئی ہے۔ جس وقت انسان ذکر اللہ سے بیدار اور ہوشیار ہوجاتا ہے تو فوراً مشرفِ دیدار ہوجاتا ہے اور جب انسانی رُوح کی باطنی آنکھ کھل جاتی ہے تو اسے اپنا آپ اور اپنے اردگرد کی تمام لطیف غیبی چیزیں نظر آجاتی ہیں۔ بغیر باطنی بیداری انسان خواب و خیال کی دنیائے موہوم میں گرفتار رہتا ہے اور اصلی حقیقی دنیا سے غافل رہتا ہے۔

تو میگوئی کہ من ہستم خدا نیست — جہانِ آب و گِل را انتہا نیست
من اندر حیرتم از دیدۂ تو — کہ چشمت آنچہ بیند ہست یا نیست

اور کوئی عالم اللہ تعالیٰ کو ظاہری آنکھ سے نہیں دیکھ سکتا۔ ہاں البتہ عارفان اور عاشقانِ الٰہی خواب یا مراقبے کے اندر یا بذریعۂ غرق باعیان بیشک باطنی آنکھوں سے اللہ تعالیٰ کا دیدار کرتے ہیں۔ ؎

نزدیک وہ محبوب ہے شہ رگ سے زیادہ — اندھوں کے لیے رات ہے خواہ دن ہو کشادہ
جو دیکھتے ہیں حق کو سدا رہتے ہیں خاموش — دعویٰ ہیں جو کرتے وہ ہیں نامرد ریاکوش
وہ آنکھ ہے نوری جسے دیدار کی توفیق — کیا آئے نظر کور کو کافر ہے جو زندیق
بے مثل کا دیدار ادا ہو نہیں سکتا — جو دیکھے دکھانے کے سوا ہو نہیں سکتا
بے مثل کے دیدار کی کیا دیوے نشانی — دیدار کو دیکھے وہ جو عارف ہے عیانی

اے عالم! عِلمِ کتاب اور مطالعہ پر تجھے ناز و فخر ہے حالانکہ خالی علم اللہ تعالیٰ کی راہ میں حجابِ اکبر ہے۔ فقیر صاحبِ طالع جس شخص پر نوازش کرنی چاہتا ہے بغیر مطالعہ اسے فوراً مشرفِ حضور فرما دیتا ہے۔ مجھے ان لوگوں پر سخت تعجب آتا ہے کہ جب وہ علم فضیلت حاصل کرلیتے ہیں خالی عِلم پر اکتفا کرکے بیٹھ جاتے ہیں اور مرشد صاحبِ وسیلت سے عِلمِ معرفت حاصل نہیں کرتے۔ یہ راہ علم و حلم و حکم کا ہے۔ یہ راستہ ہے جانبازوں کا اور یہ حِصّہ ہے محض عارف پاکبازوں کا۔ عالم زبانی کی کیا طاقت ہے کہ عالِمِ ربّانی کے سامنے دم مارے۔ شوق ایک آگ ہے یا درد ہے لا دوا۔ عاشقوں کی زندگی اور صحت ہے لقائے مولیٰ یہ ہے راہِ دوام بندگی۔ اور بغیر بندگی تمام زندگی مردہ دل کے لیے ہے سراسر شرمندگی۔ بلکہ مُردہ دل آدمی ہر دو جہاں میں روسیاہ ہے کہ اس کا دل خطراتِ شرک و کفر سے آلودہ اور تباہ ہے۔

صفاتِ کامل اہلِ دعوت

فقیر کے لیے دعوت[1] ورد وظائف مثلِ سلاح و ہتھیار ہیں اور اہلِ دعوت کامل بہادر و شجاعت شعار

---

[1] دعوت کی دو اقسام ہیں: ایک دعوت جمالی، دوم جلالی۔ دعوتِ جمالی رحم و شفقت، تسخیرِ قلوب اور مہر و محبّت کے جذبے سے پڑھی جاتی ہے اور دعوتِ جلالی قہر، غضب، غصّے اور جذبۂ انتقام سے پڑھی جاتی ہے۔ جس وقت اہلِ دعوت عامل قہر اور غصّے سے دعوت پڑھتا ہے تو ہر قسم کی غیبی مخلوق مثلاً جن، ملائکہ اور ارواح باطنی ہتھیاروں سے مسلح ہوکر اہلِ دعوت کے پاس حاضر ہوجاتے ہیں اور جس طرف اہلِ دعوت اشارہ

بقیہ اگلے صفحہ پر

مثل قائد وسپہ سالار ہیں۔ جو اہلِ دعوت، دعوت پڑھنے کے وقت باحضور ہوشیار ہے اسے کیا حاجتِ احتیاط وارد گرد حصار ہے۔ جو شخص کامل اہلِ دعوت ہے وہ ہرگز رجعت نہیں کھاتا اور شاگرد طالب اس کا دیوانہ اور مجنون نہیں ہوتا۔

بیت

کاملوں کے دم میں ہے دعوت تمام　　روزمرہ تاقیامت ھر دوام

جو شخص علمِ دعوت دور بدور، حفظ بحفظ، استماع باستماع اور الہام بالہام ہمراہ حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم وہمراہ جمیع انبیاء و اولیاء پڑھتا ہے اس کا کوئی کام اور مہم مشکل اور بند نہیں رہتا بلکہ جملہ مشکل مہمات کو ایکدم میں سرانجام فرمالیتا ہے۔ اس دعوت کو فَاذْكُرُوْنِیْٓ اَذْكُرْكُمْ کے مطابق تیغِ برہنہ کہتے ہیں۔ اس دعوت میں کوئی الہام، پیغام یا مؤکل جنوں نیست ملائکہ فرشتہ یا روحانی نہیں سما سکتے کیونکہ اس دعوت کے پڑھنے والے کو منجانب اللہ اور منجانب نبی اللہ ہزاراں ہزار اعلام اور پیغام ایک دم میں بذریعہ وحی القلب اور وحی الروح اور وحی السّر بطریقۂ آوُرد برُد پہنچتے رہتے ہیں اور ایسے کامل فقیر پر بیشمار غیب کی باتیں منکشف ہوتی رہتی ہیں اور ہر شخص سے باطن میں ہمسخن اور ہمکلام ہوتا ہے اور خلقت کو اپنے اوپر مبتلا اور شیدا کر کے طالب مرید بناتا ہے اور احوال وحقائق ماضی، حال و مستقبل صحیح طور پر بیان فرماتا ہے لیکن کشف اور آئندہ کے واقعات بتانے کا ایک استدراجی طریقہ کشفِ جنوت نیست

کرتا ہے یہ غیبی لوگ فوراً اس دشمن پر ٹوٹ پڑتے ہیں اور دشمن کو ہلاکت اور موت کے گھاٹ اتار دیتے ہیں نیز یہ بات یاد رہے کہ ان باطنی غیبی مخلوق کے پاس لوہے کے مادی ہتھیار نہیں ہوتے بلکہ عالم امر کے باطنی معنوی ہتھیار ہوتے ہیں جن کا ظہور بعد میں مادی طور پر ہوتا ہے اور جب ~~رحم اور شفقت~~ سے اہلِ دعوت عامل دعوت جمالی پڑھتا ہے تو یہ غیبی مخلوق طرح طرح کے تحفے تحائف مثلاً نقد وجنس ہاتھوں میں لیے ہوئے پیش ہوتے ہیں اور عامل جس کے حق میں حکم فرماتا ہے یہ چیزیں اس شخص کو عطا کی جاتی ہیں۔ بعد میں ظاہر طور پر وہ شخص ان عطیات کے سبب غنی، لایحتاج اور مالا مال ہو جاتا ہے۔

مادی طور پر ان غیبی عطیات کا ظہور مادی دنیا میں عالمِ اسباب کی صورت میں ظاہر ہوتا ہے کیونکہ علم غیب اصل ہے اور عالمِ شہادت یعنی مادی دنیا اس کا عکس اور سایہ ہے۔

اور جن شیاطین کے ذریعے بھی حاصل ہوتا ہے۔ محض اس پر غرہ نہیں ہونا چاہیئے کیونکہ یہ راستہ کمینہ زشت اہلِ بہشت سے دُور ہے۔ کامل مردوہ ہے جسے غیب دانی بذریعۂ کشفِ ربّانی عیاں طور پر نظر آوے اور صحیح طور پر بیان فرماوے اور جملہ مشکل مہمات بارگاہ حق تعالیٰ سے حل کرادے۔ اس قسم کے بینندۂ غیب کو کوئی عیب نہیں ہے۔ یہ مرتبہ عارفِ بے حجاب کا لاریب ہے۔ ہر سخن فقیر کا من جانب حضور اور ہر توجّہ فقیر کی سراسر نور اور وجود فقیر کا مغفور اور قلب اس کا بیت المعمور اور رُوح فقیر کی بفرحت شوق مسرور ہوتی ہے۔ باطن فقیر کا دائم قائم دوامِ حیات اور اس کا مرتبہ فنا فی اللہ ذات ہے۔ اس قسم کا مرتبہ فقیر کو برفاقت حضرت سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم حاصل ہوتا ہے۔ یہ ہے باطنی معراج اور مرتبۂ معراج قرآن سے حاصل ہوتا ہے جس شخص کو بغیر تلاوت قرآن عروج اور معراج حاصل ہو وہ نہ معراج ہے بلکہ استدراج ہے۔ معراج بھی ہر دوام نہیں ہوتا بلکہ مراتب بمراتب اور مقام بمقام ہوتا ہے بعض کو ہر صبح وشام ہوتا ہے بعض طالب مرشد کامل کی توجہ سے مقامِ استغراق وفنا فی اللہ کے مرتبۂ معراج میں استقامت تاقیامت حاصل کر لیتے ہیں۔ یہ محض مرشد کامل کی عطا ہوتی ہے۔ فقیر کے لیے اس سے بدتر اور کوئی بات نہیں ہے کہ نیک وبد عوام کالانعام، پُرشور وشر بدخصال، مُردہ دل نفسانی جاہل لوگوں سے گفتگو اور قیل و قال رکھے۔ اس سے فقیر کے دل کا ذوق شوق سرد اور افسردہ ہوتا ہے، اور شوق کی بجائے دل میں غم، کدورت، حجاب، خلل اور خطرات پیدا ہوتے ہیں جو کہ معرفت اللہ، قرب، حضور، وصال کے لیے حجاب بن جاتے ہیں۔ اس لیے کامل فقیروں نے ہمیشہ لوگوں سے بھاگ کر جنگلوں اور بیابانوں میں خلوت اختیار کی ہے اور دَوام سیر وسفر اپنے اُوپر لازم کر رکھی ہے۔ اور اہل قہر جاہل لوگوں سے بچنے کے لیے شہر میں داخل نہیں ہوتے۔ جیسا کہ آیا ہے: "اَلرِّجَالُ فِی الْقُرٰی۔ یعنی مردانِ خدا دیہاتوں میں ہوتے ہیں۔" اور بعض مجنونوں اور دیوانوں کا لباس پہن لیتے ہیں۔ وہ ظاہر میں لوگوں کے سامنے مجذوب اور باطن میں محجوب ہوتے ہیں۔ انھیں قرب یار میں سدا بہار ہے۔ قُوت اور قُوت ان کا دیدار ہے۔ بغیر دیدار بہشت بریں بھی زشت اور خوار ہے۔

نیز یاد رہے کہ جب تک طالب اللہ مُرشد سے مرتبۂ زندہ دل حاصل نہ کرے، ریاضتوں، مجاہدوں اور خلوتِ حجرۂ آب وگل سے ہرگز واصل نہیں ہوتا بلکہ ویسا مردہ دل بے حاصل رہتا ہے۔

حقیقتِ لطیفۂ قلب

دل[1] نہ یہ گوشت کا مضغہ اور لوتھڑا ہے جو خون اور خطرات سے بھرپور ہے بلکہ لطیفۂ دل وہ ہے جو معرفت، محبت اور مشاہدۂ حق ذات سے معمور اور پُرنور ہے اور صاحبِ دل دوام مشرف، بیدار اور غرق حضور ہے۔

---

[1] دل اور قلب انسانی جسم اور عنصری قالب کا جوہر صافی اور مغز ہے اور لطیفۂ دل تمام عنصری وجود کے ذرّے ذرّے میں اس طرح جاری اور ساری ہے جس طرح دودھ کے اندر مکھن۔ جس وقت عنصری وجود کا بیضۂ ناسوتی حرارت اسم اللہ ذات سے پختہ ہو کر اللہ تعالیٰ کے امر سے پھوٹ جاتا ہے تو اس میں سے لطیفۂ دل کا مُرغ لاہوتی زندہ ہو کر باہر آجاتا ہے۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ جس وقت آدم علیہ السلام پیدا ہوتے تو ان کا سر عرش سے ٹکراتا تھا۔ پھر جبریل علیہ السلام نے ایک مٹھی بھر مٹی اُٹھا کر ان پر ڈال دی سو وہ موجودہ انسانی شکل اختیار کر گئے۔ سو یہ بھی لطیفۂ دل کی عظمت کی طرف اشارہ ہے۔ دوسری حدیث میں درج ہے کہ جب کوئی مومن آدمی ذکر اللہ کرتے کرتے سو جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے ذکر سے ایک پرندہ پیدا کرتا ہے جس کے ستّر ہزار سر ہوتے ہیں اور ہر سر میں ستّر ہزار زبانیں ہوتی ہیں اور وہ ہر زبان سے ذکر اللہ کرتا ہے اور اس کا ثواب ذاکر کو پہنچتا ہے۔ اس سے بھی مراد یہی ہے کہ جب کوئی ذاکر زبان سے ذکر اللہ کرتے کرتے سو جاتا ہے تو کثرتِ ذکر سے ظاہری حواس اس ذکر کو قلب کے باطنی لطیفے کی طرف منتقل کر دیتے ہیں اور دل اس ذکر کو اختیار کر لیتا ہے اور کبھی وہ ذکر لطیفۂ دل سے لطیفۂ روح کی طرف منتقل ہو جاتا ہے۔ سو اس پرندے سے مراد روح کا مُرغِ لاہوتی ہے اور اس کا سر بمنزلۂ لطیفۂ قلب ہے۔ جب دل کا لطیفہ ایک بار اللہ کہتا ہے تو ظاہری زبان سے ستّر ہزار دفعہ اللہ کہنے کے برابر ثواب ملتا ہے اور جب لطیفۂ روح اللہ کہتا ہے تو لطیفۂ دل کے ستّر ہزار دفعہ ذکر اللہ کہنے کے برابر ثواب پاتا ہے۔ سو یہی لطیفۂ روح وہ مرغِ ہزار داستان ہے جو ستّر ہزار سر اور ہر سر میں ستّر ہزار زبانیں رکھتا ہے اور بوقتِ ذکر مُرغِ ہزار داستان کی طرح گویا ہوتا ہے۔

ابیات

چرخ است حلقۂ در دولت سرائے دل — عرش است پردۂ حرم کبریائے دل

دل آنچناں کہ ہست اگر جلوہ گر شود — اطلس سپہر بگرد قبائے دل

گرگے کہ زیرِ پوست بجونِ تو تشنہ است — یوسف شود زپرتوِ نورِ صفائے دل

ما خود چہ ذرہ ایم کہ نُہ محملِ سپہر — رقص الجمل کنند زبانگِ درائے دل

دست از کتاب خانہ کہ افرنگیاں بشو — صد شہر عقل گردِ سرِ روستائے دل

پس دل کی کیا صُورت ہے اور دل کو کس عقل و تمیز سے جانچا اور معلوم کیا جاتا ہے جو شخص دل و جان سے اللہ کا طالب ہے اس کی نظر علمِ دل کے حروف، الفاظ اور ہمیشہ صفحۂ دل کے مطالعہ پر لگی رہتی ہے جو کہ لوحِ محفوظ سے مرقوم ہے اور کچھ باطن میں علوم غیبی لاریبی ہیں، سب کی حقیقت اہلِ دل کو معلوم اور مفہوم ہے۔ جو شخص کتابِ دل کا مطالعہ کرتا ہے، قیامت تک مستِ اُلست رہتا ہے۔ علمِ دل درسینہ ہے، جو شخص علمِ دل سے بے بہرہ ہے، وہ جاہل بے تصدیق نابینا، اہلِ نفاق پُر حسد و کینہ ہے۔ دل اللہ تعالےٰ کے لطف کا ایک غیبی لطیفہ ہے۔ یہ لطیفہ فطرتاً ہمیشہ متوجہ بخدا اور راجع بمقام فنا فی اللہ اور انوارِ تجلّیات ذات کے مشاہدہ میں محو اور مستغرق رہتا ہے۔ صاحبِ دل ہمیشہ اللہ تعالےٰ کے مشاہدے کا مشتاق، اس کی لقاء کا پیاسا اور اس کے دیدار پُرانوار کا متمنی اور طلبگار رہتا ہے۔ زندہ دل ہر وقت بالیقین صاحبِ اعتبار اور عیان بین نظار رہتا ہے۔ ؎

دل ہے براقِ احمدؐ یا دُلدلِ علیؓ — دل زندہ خاص ہوتے ہیں صاحبِ نظر ولی

ولایتِ دل اس قدر وسیع اور عظیم الشان ملک ہے کہ اللہ تعالیٰ کے تمام ملک اس میں سما جاتے ہیں لیکن دل ازروئے عظمت و وسعت کسی مملکت میں نہیں سماتا۔ طالب مرید قادری کا دِل جس وقت جنبش میں آتا ہے تو صاحبِ دل کو اللہ تعالیٰ مشاہدۂ حضوری جمال دکھاتا ہے۔ بعض دیگر طریقوں کے طالب مرید بذریعہ جنس طریقۂ ذکر اختیار کرتے ہیں لیکن یہ طریقہ ذکر پُراز خطرات و مجموعۂ پریشان خیالات ہوتا ہے۔ یاد رہے کہ طریقۂ قادری میں تصورِ اسم اللہ ذات کا طریقہ آفتاب کی طرح ذاتی انوار سے روشن اور درخشاں ہے اور دیگر طریقوں والے چراغ کی طرح جسمانی ریاضتوں اور ظاہری کسبوں کی روشنی حاصل کرنے میں کوشاں ہیں۔ چراغ کی کیا قدرت ہے کہ آفتاب کے سامنے دم مارے اور روشنی دکھائے۔ ؎

دل کو جنبش ہو تو وہ عرش ہلا دیتا ہے — دل کو جنبش ہو تو مولیٰ سے ملا دیتا ہے

دل کی جنبش سے سگِ نفس فنا ہوتا ہے — دل کی جنبش سے ہی ایمان عطا ہوتا ہے

دل کو ہو ذکر سے جنبش تو دکھا دیۓ لی — جنبشِ ذکر ہی بندے سے ملا دے مولیٰ

دل کے بادل سے ہو انوار کی بارش جاری — اہلِ دل بزمِ نبیؐ کے ہیں سدا درباری

دل کی جنبش سے ہوں یہ نفس و ہواسب کافور
راہنما اور رفیقِ ازلی ہے یہ نور

جنبشِ دل سے ہے دیدار کا جلوہ ہوتا
ذکر بے نور ہو تو وقت ہے ذاکر کھوتا

ذکر سے ملتی ہے توحید خدا کی توفیق
ذکر سے بزمِ نبیؐ ہوتی ہے حاصل تحقیق

صفتِ پیر دستگیر و طریقۂ قادریہ

ہر طریقہ اور خانوادہ کو جو باطنی نعمت اور دولت ملی ہے وہ حضرت پیر دستگیر محبوب سبحانی حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی قدس سرہ کے حضور پُر نور سے ملی ہے۔ جو شخص طریقۂ قادری کا منکر ہے وہ دنیا و آخرت میں مردود ہے۔

ابیات

ہر طریقہ خانوادہ ہے غلام
سب ہیں تابع قادری کے ہر دوام

نقشبندی کو نہ تابِ ہمسری
قادری کو دی ہے حق نے برتری

خواجگانِ چشت بھی ہیں خاکپا
سہروردی ہیں غلامِ جاں فدا

بندۂ حق ہو کہ ہو اُمتِ نبیؐ
جملگی ہیں خاک بوسِ قادریؒ

قول[1] حضرت شاہ محی الدین رضی اللہ عنہ: قَدَمِیْ هٰذِہٖ عَلٰی رَقَبَةِ کُلِّ وَلِیِّ اللّٰہِ۔ ترجمہ:

[1] حضرت پیر دستگیر قدس سرہ کا فرمانِ حق ترجمان کہ میرا یہ قدم ہر ولی کی گردن پر ہے، ہر زمانہ ماضی، حال اور مستقبل میں برابر نافذ اور جاری ہے جیسا کہ آپ اپنے قصیدے میں فرماتے ہیں ؎

وَوَلَّانِیْ عَلَی الْاَقْطَابِ جَمْعًا
فَحُکْمِیْ نَافِذٌ فِیْ کُلِّ حَالٖ

ترجمہ: "اللہ تعالیٰ نے مجھے تمام جہان کے اقطاب کا والی، غوث یعنی سردار بنایا ہے اور میرا یہ حکم ہر حال، ماضی اور مستقبل میں نافذ ہے۔" آپؓ چونکہ فقرِ محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کے وارث ہیں لہٰذا جس طرح حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم ختم الانبیاء اور افضل المرسلین ہیں اسی طرح حضرت پیر دستگیرؓ ختم الاولیاء اور افضل المتصرفین اہلِ تکوین ہیں۔ آپ غوثِ دوام اور قطب الاقطاب جاوید ہیں۔ آپ کے بعد جس قدر غوث دنیا میں آئیں گے سب آپ کے طفیلی، جانشین اور نائب ہونگے اور آپ کے قدم مبارک کی مہرِ ولایت و غوثیت ہر غوث کے کندھے پر ثبت ہوگی، جس کا کندھا اور گردن اس مہرِ خاتمِ ولایت سے خالی ہے وہ نہ فقر کا مالک ہے نہ کسی ولایت کا والی ہے۔ ہر ولی کا قدم کسی خاص نبی کے قدم پر ہوتا ہے۔ مثلاً بعض ولی عیسوی مشرب تارک، فارغ صاحبِ تجرید و تفرید

بقیہ اگلے صفحہ پر

میرا قدم ہر ولی کی گردن پر ہے۔" حضرت پیر دستگیرؓ کے قدم کے نیچے جملہ اولیاء اللہ کے گردن رکھنے اور جھکانے کا حکم ایک آزمائش اور امتحان تھا۔ جیسا کہ ملائکہ اور فرشتوں کو امتحاناً حکم ہوا تھا کہ آدمؑ کو سجدہ کریں۔ حضرت پیر دستگیرؓ کے طالب مرید خاص فنا فی اللہ ذات ابتداء سے انتہا تک اہلِ نجات دوامِ حیات، اولیاء اللہ متبرکات ہوتے ہیں۔ حضرت پیر دستگیرؓ کی کرامات انبیاء اور مُرسلین کے معجزات کی طرح ابدالآباد تک جاری اور رواں ہیں۔ کیونکہ آپ کی جُملہ کرامات مقامِ معرفت اور وصال سے قُدرتِ الٰہی کے نشان ہیں اور اس کا مبدا و معاد نورِ ذات حضرت سرورِ کائنات صَلّی اللہ علیہ وسلم ہے۔ جُملہ اوّلین و آخرین اولیاء اللہ نے جس قدر کرامات دکھائیں یا حالات پائے ہیں سب گنجِ معجزاتِ محمدی صَلّی اللہ علیہ وسلم سے لائے ہیں۔

ابیات

جو کوئی دعویٰ کریں ہیں سر ہوا
ہم تو لائے ہیں حقائقِ مُصطفےٰ

قادری کے سہ مراتب سہ نشان
باعیان درلامکان و جانفشاں

اگر طالب مرید قادری عاقل باشعور ہے اس کتاب کا مطالعہ بیشک اس کے لیے وسیلۂ حضور ہے۔ بعض[1] طالب مرید قادری کو مؤکّل فرشتے بحرِ ظلمات میں چشمۂ آبِ حیات پر لے جاتے ہیں

(بقیہ حاشیہ) بعض سلیمانی مشرب صاحبِ عزوجاہ و روضہ و خانقاہ ہوتے ہیں بعض داؤدی مشرب سماع سنتے ہیں لیکن حضرت پیر دستگیرؓ محمدی مشرب حقیقی طور پر فقرِ محمدی صَلّی اللہ علیہ وسلّم کے وارث ہوتے ہیں۔ چنانچہ آپ فرماتے ہیں ؎

وَکُلُّ وَلِیٍّ لَّہٗ قَدَمٌ وَّاِنِّیْ
عَلٰی قَدَمِ النَّبِیِّ بَدْرِ الْکَمَالٖ

ترجمہ: اور ہر ولی کا (کسی نبی کے قدم پر) ایک قدم ہوتا ہے لیکن میرا قدم اپنے جدِ بزرگوار حضرت محمد مصطفےٰ صَلّی اللہ علیہ وسلم کے قدم مبارک پر ہے جو کہ کمالاتِ ولایت کے بدرِ کامل ہیں۔ پس طریقۂ قادری سب طریقوں سے افضل و اعلیٰ ہے۔

[1] ایک دفعہ یہ فقیر اپنے گھر کے پاس والی مسجد میں مراقبہ کیے بیٹھا تھا کہ یکایک میرے وجود سے ایک مجرّد لطیفہ نکل کر پیچھے کی طرف چلا جسے مؤکّل فرشتہ اٹھائے ہوئے تھا۔ چنانچہ وہ مؤکّل مجھے بحرِ ظلمات میں لے گیا جہاں میں نے یاجوج ماجوج کو پہاڑ در پہاڑ، فوج در فوج اور ایک دوسرے کے اوپر نیچے ہوتے ہوئے موج بہ موج دیکھا۔ ان کے کان خرگوش کی مانند تھے، وہاں اس فقیر پر مطابق تحریر حضرت سُلطان العارفین رحمۃ اللہ علیہ روشنی ہوگئی جس سے یہ معلوم کیا کہ یہ فقیر گمنام ہوگا۔ چنانچہ آج تک یہی حالت ہے۔ خمول اور گمنامی میں بڑا حظ اور لطف پاتا ہوں اور شہرت کو حق سے دوری کا موجب جانتا ہوں۔ دیگر دل کے اردگرد چار مقام ہیں یہ مقام دنیا کی طرف باطن میں رفتار اُلٹے پاؤں

بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر

اگر بحرِ ظلمات میں اس پر روشنی ہو جائے تو وہ فقیر خلقت میں گمنام ہو جاتا ہے اور خضر علیہ السّلام کی طرح دوام سیر و سفر میں رہتا ہے۔ فقیر عالم باللہ اور عارف ولی اللہ کو معرفت میں چار منصب اور چار قسم کے تصرفات حاصل ہوتے ہیں۔ ایک منصب اور تصرّف علم دعوت، جس کے ذریعے فقیر ایکدم میں نہایت مشکل سے مشکل کام اور صعب ترین بستہ مہم کو کلیدِ دعوت سے کھول لیتا ہے۔ دوم منصب اور تصرّف ذکر دوام اور فکر مدام ہے کہ جس سے فقیر ہمیشہ مجلس محمدی صلّی اللہ علیہ وسلّم میں جاتا اور وہاں سے پیغام لاتا ہے۔ سوم منصب اور تصرّف باطن میں گنج معرفت اور مشاہدہ ہے کہ جس سے فقیر اللہ تعالیٰ کی نظر میں دوام منظور اور الہام کے ذریعے اللہ تعالیٰ کے ساتھ ہم سخن اور صاحبِ ذکر مذکور اور اہلِ حضور رہتا ہے اور مقامِ فنا فی اللہ میں اس طرح دوام غرق اور محو، مست مسرور رہتا ہے کہ مستی اس کی ہوشیاری اور خواب بیداری بن جاتی ہے۔ ایسا عارف ہمیشہ دوام دل بیدار تماشابین مشاہدۂ انوار ہوتا ہے۔ اَلتَّعْظِيْمُ لِاَمْرِ اللّٰهِ تَعَالٰى وَ الشَّفْقَةُ عَلٰى خَلْقِ اللّٰهِ تَعَالٰى وَ تَخَلَّقُوْا بِاَخْلَاقِ اللّٰهِ تَعَالٰى۔ چہارم منصب یہ ہے کہ اس کی تلقین اور ارشاد مثلِ محک اور کسوٹی کی طرح ہو کہ طالب صادق، اہلِ حق کو اختیار کرے طالب ناقص کاذب، اہلِ باطل کو رد کرے۔ مرشد کامل یہ چاروں منصب طریقۂ قادری میں طالب کو عطا کرتا ہے کیونکہ مرشد کامل کو ان ہر چہار منصب میں بے شمار تصرفات اور لازوال جمیعت اور بے حد توجہ اور نظر حاصل ہے۔ یہ ہے مرتبۂ عاشق نظار۔

ابیات

اے طالبِ مولا تری گردن کو اڑا دوں — سر دے کے چلا آ تجھے محبوب ملا دوں

جو طالب صادق ہیں وہ ہرگز نہیں ڈرتے — ہیں عشق میں زندہ وہی پہلے جو ہیں مرتے

طالب خود پسند مرشد کے آگے سالہا سال خدمت میں گزارنے کے بعد بھی بے ادبی کے سبب معرفت اور وصال سے محروم رہتا ہے کیونکہ وہ ہر وقت مرشد کے سامنے اپنی خدمت کا احسان جتاتا ہے ایسا طالب بدبخت حضرت عزرائیل علیہ السّلام کی طرح مرشد کی جان لبوں پر لے آتا ہے۔

پیچھے کی طرف اور مقام عقبٰے کی طرف آگے، مقام ازل کو دائیں اور مقام ابد کو بائیں جانب ہے۔

کیونکہ اس قسم کے نفسانی طالب کا ہمیشہ مرشد کے سامنے شکوہ شکایت پیش کرنا شیوہ بن جاتا ہے۔

بیت

طالب اگر صادق ہے تو مجھ سے طلب اللہ کر — یکدم تجھے واصل کروں کچھ غم نہ کچھ پرواہ کر

مرشد کامل ہر منصب اور نصیب توجہ اور نظر سے عطا کرتا ہے اور علم معرفت اللہ تعالیٰ کے حضور میں سینہ بسینہ، قلب بہ قلب، روح بہ روح اور سِر بہ سِر کھولتا ہے اور اس توجہ اور تلقین بالیقین سے طالب روشن ضمیر اور لایحتاج کونین پر امیر ہو جاتا ہے۔ اور اِذَا تَمَّ الْفَقْرُ فَهُوَ اللّٰهُ کے مرتبے پر فائز ہو کر فنا فی اللہ کامل فقیر بن جاتا ہے۔

شرحِ انتقال

انتقال طریقت میں حالتِ سکر کے مقام مُوْتُوْا قَبْلَ اَنْ تَمُوْتُوْا کے احوال کو کہتے ہیں کیونکہ اس فیض و فضل نعم البدل کی عطا روزِ ازل سے ہے بعض طالب مرتبۂ انتقال سے شرک اور کفر کے گڑھے میں گر کر مردود اہل زوال ہو جاتے ہیں بعض دفعہ سالک باطن میں حُسنِ مخلوق مثلِ طفل یا امرد خوبرو جوان معشوق باموزوں خط و خال و حسن و جمال دیکھتا ہے یا عکسِ معکوس حور و قصور بہشت بہار انہار کا بطور مثال خواب یا مراقبے میں نظارہ کرتا ہے جسے وہ دیدار خیال کرتا ہے لیکن دراصل یہ دیدار نہیں ہے اور جو طالب تصورِ اسم اللہ ذات کے ذریعے قُربِ حضور پروردگار بے مثل و بے مثال انوار دیدار پروردگار دیکھے اور اس پر طالب کو اعتبار نہ آئے ایسے طالب کو تمام عمر قرآن مجید یا تفسیر و احادیث و اقوال جملہ مشائخ سنائے جائیں مگر اس قسم کے طالب بے دین و بے یقین کو ہرگز اعتقاد و اعتبار نہیں آتا۔ اس کا علاج یہ ہے کہ ایسے طالب کو مرشد باتوفیق مجلس محمدی صلی اللہ علیہ وسلّم یا مجلس شاہ محی الدین میں حاضر کرے۔ اور حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم یا حضرت شاہ محی الدین رضؓ جب ایسے طالب کو تلقین باتاثیر فرماتے ہیں تو طالب مرتبۂ شقاوت سے گزر کر مرتبۂ سعادت میں آجاتا ہے اور مقامِ مردود سے مقامِ محمود میں پہنچ جاتا ہے اور جملہ مقصود حاصل کر لیتا ہے۔ پیر و مرشد اس طرح کامل باتوفیق چاہیئے ناقص مرشد کسی کام کا نہیں۔ یاد رکھ اے طالب! کہ جہاں لاہوت، لامکان اور مقامِ راز ہے وہاں نہ سرور ہے نہ آواز ہے نہ وہاں صوم نہ صلوٰۃ، نہ حج نہ زکوٰۃ اور نہ مقام اور نہ جائے درجات ہے فقط فنا فی اللہ بعینہٖ

عین نُورُاللہ ذات ہے لازوال۔ یہ ہے مرتبۂ معرفت و مرتبۂ فنا و بقا و مرتبۂ وصال۔ ؎

جو کہ طالبِ حق لقا پاوے لقا — مُنکرِ دیدار کافر بے حیا

مردانِ خدا کا یہ راستہ باتوفیق ہے، طالبِ حق جس وقت بے سر ہوتا ہے تو اسرارِ حق کو پالیتا ہے۔

ابیات

گر تُو چاہے دیکھنا رویت خدا — سر فدا کر دیکھ لے رویت لقا

بے زبان ہم سخن ہونا حق سے جان — مرتبۂ لاہوت یہ ہے لامکان

جب تو بے سر ہوگا اے طالب خدا — رویتِ حق ہوگی تب تجھ پر روا

اس مرتبے کو مرتبۂ غرق کہتے ہیں۔ بمقتضائے وَاذْكُرْ رَبَّكَ إِذَا نَسِيْتَ ؕ یاد کر رب کو کہ تو (سب کچھ) بھول جائے۔

حدیث : مَشْیٌ عَنِ الرَّأْسِ بِدُوْنِ الْاَقْدَامِ ؕ

ترجمہ: "باطن میں بجائے پاؤں کے سر کے بل چلنا ہے۔" یہ ہے مرتبۂ فقر تمام۔ اِذَا تَمَّ الْفَقْرُ فَهُوَ اللهُ۔ اللہ تعالٰے کے دیدار کا کونسا گواہ ہے۔ اللہ تعالیٰ کے دیدار کا گواہ تصورِ اسم اللہ ذات ہے۔ اَلْاِلْهَامُ وَحْیُ النَّفْسِ عَنِ اللهِ تَعَالٰی۔ اَلْاِلْهَامُ وَحْیُ الْقَلْبِ عَنِ اللهِ تَعَالٰی۔ اَلْاِلْهَامُ وَحْیُ الرُّوْحِ عَنِ اللهِ تَعَالٰی۔ اَلْاِلْهَامُ وَحْیُ السِّرِّ عَنِ اللهِ تَعَالٰی ؕ الہام اللہ تعالٰے کی طرف سے نفس، قلب، روح اور سِرّ کے ذریعے ایک قسم کی وحی ہوا کرتی ہے نفس، قلب، روح اور سِرّ جب اللہ تعالیٰ کی توفیق سے بذریعۂ تصورِ اسم اللہ ذات نُور ہو جاتا ہے تو طالبِ دیدار مشرف حضور ہو جاتا ہے۔ یہ ہے مرتبۂ باطن معمور، وجود مغفور۔ قولہٗ تعالیٰ:

لِيَغْفِرَ لَكَ اللهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْۢبِكَ وَمَا تَاَخَّرَ ؕ ترجمہ: البتہ معاف کر دے گا تیرے اللہ تعالیٰ اگلے اور پچھلے گناہ۔

نیز شرحِ اِنتقال — بعض طالب طریقت میں شیطانی باطل موہوم تجلی دیکھتے ہیں اور اسے دیدار سے منسوب کرتے ہیں معرفت[1] اور دیدار کا وسیلہ

[1] موت کی دو قسمیں ہیں: ایک موت صوری اور مادی، دوم موت معنوی اور رُوحانی۔ صوری اور مادی موت

بقیہ اگلے صفحہ پر

موت ہے۔ طالب جب پُلصراط موت سے سلامتی کے ساتھ گزر جاتا ہے تو دوست دوست سے مِل جاتا ہے۔

حدیث : اَلْمَوْتُ جِسْرٌ يُوْصِلُ الْحَبِيْبَ اِلَى الْحَبِيْبِ ؕ

ترجمہ : موت ایک پُل ہے جو دوست کو دوست سے ملاتا ہے۔

لَا يَخَافُ الْحَبِيْبُ الْحَبِيْبَ وَلَا يُعَذِّبُ الْحَبِيْبُ الْحَبِيْبَ ؕ

ترجمہ : دوست دوست سے نہیں ڈرا کرتا کیونکہ دوست کبھی دوست کو تکلیف اور عذاب نہیں پہنچاتا۔

اس قسم کے مراتب کو مُوْتُوْا قَبْلَ اَنْ تَمُوْتُوْا کہتے ہیں۔

بعض[1] انتقال اسے کہتے ہیں کہ ایک شخص جب مرجاتا ہے تو اس کی جگہ دوسرا شخص جانشین بنتا ہے تو کہتے ہیں کہ سابق بزرگ کی روح اس نئے جانشین کے جسم اور تن میں

بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ

کو تو ہر شخص جانتا ہے لیکن معنوی اور روحانی موت کو سوائے فقراء اور عارفین کے اور کوئی شخص نہیں جانتا۔ عام لوگ کسی ناگہانی حادثے یا بیماری سے جس وقت مرتے ہیں تو انکے جسدِ عنصری سے رُوح نکالی جاتی ہے۔ بعدہٗ وہ رُوح تمام برزخی مقامات کو طے کر کے مقامِ علیین یا مقامِ سجین میں پہنچادی جاتی ہے اور عذاب جانکندن، سوال جواب منکر نکیر اور عذابِ قبر وغیرہ سے فارغ ہو کر قیامت تک قبر کے مقام برزخ میں رہتا ہے۔ بعدہٗ حساب کتاب، روزِ قیامت، حشر نشر و پُل صراط سے گزر کر بہشت یا دوزخ میں چلا جاتا ہے لیکن فقیر عارف زندگی میں اسم اللہ ذات کی گرمی سے بیضۂ ناسُوتی کو گرما کر اس میں رُوحِ مرغ لاہوتی کو زندہ کر لیتا ہے۔ اس وقت رُوح اپنے اختیار سے جسدِ عنصری کو چھلکے اور لباس کی طرح اتار کر باہر آجاتی ہے اور تمام برزخی مقامات کو خواب یا مراقبے میں طے کر کے بہشت قربِ وصال میں جا داخل ہوتی ہے۔

[1] تناسخ آواگون اور حلول کا عقیدہ بالکل باطل، سراپا غلط اور مضحکہ خیز ہے۔ یہ باطل عقیدہ عام طور پر ہندوؤں میں مروج ہے۔ یہ لوگ کہتے ہیں کہ ہر انسانی روح موت کے بعد حسبِ اعمال اِسی دُنیا میں کسی اچھے یا بُرے نئے جسم اور جسد میں داخل کی جاتی ہے یعنی جب کوئی نیک آدمی مرجاتا ہے تو اس کی روح اس دنیا میں کسی بڑے امیر یا بادشاہ کے گھرانے میں نیا جنم لیتی ہے اور کوئی بدعمل آدمی مرتا ہے تو اس کی روح بسبب اپنے بُرے اعمال کسی حیوان، درندے یا کیڑے مثلاً کُتے، سؤر، گدھے، گدھ

بقیہ اگلے صفحہ پر

حلول کرگئی ہے۔ اِس قسم کے باطل عقیدے والوں کو اہلِ اوتار اور اہلِ تناسخ مُشرک، کفار اہلِ نار کہتے ہیں۔ ان بدمذہب لوگوں کے باطل عقیدے سے ہزار بار استغفار کرنا چاہیے۔

یا پتو وغیرہ یعنی اسی دنیا کے کسی ذلیل حیوان کے جُثّے میں داخل کی جاتی ہے اور اسی طرح وہ اپنے سابق جُثّے کے بداعمال کی سزا پاتی رہتی ہے۔ سو یاد رہے کہ اللہ تعالیٰ اس طرح ظالم اور بے انصاف ہرگز نہیں ہے کہ بداعمال یا نیک اعمال تو زید کرے اور اس کی سزا یا جزا بکر پاوے اور انسان کے بُرے اعمال کی سزا غیر مکلف اور غیر جنس حیوانوں کو برداشت کرنی پڑے۔ اللہ تعالیٰ ہر انسان کی طرف ایک نئی صفت سے متجلی ہوا ہے اس لیے اختلافِ رنگ ورائے واقع ہوا ہے۔

ع   ہر گلے را رنگ و بُوئے دیگر است

اور ہر انسان میں علاوہ دیگر صفات کے اللہ تعالیٰ کی صفتِ بے مثلی بھی موجود ہے جس کی وجہ سے ہر انسان دیگر تمام انسانوں سے متمیز اور مختلف ہے اور آدم علیہ السّلام سے لے کر آج تک جس قدر انسان ہوئے یا قیامت تک ہوں گے ہر ایک شکل شباہت، خط وخال، صُورت وسیرت بلکہ آواز اور رچال غرض ہر فعل اور صفت میں باقی تمام انسانوں سے مختلف ہوتا ہے اگرچہ دنیا میں بعض لوگوں کی شکلیں آپس میں کسی قدر ملتی جلتی ہیں لیکن پھر بھی ان میں تھوڑا بہت اختلاف ضرور ہوتا ہے۔ یہ اس لیے ہے کہ اللہ تعالےٰ اپنی صفت بے مثلی کے ساتھ تمام کائنات میں جلوہ گر ہے اور اللہ تعالیٰ کی یہ صفت ارواح میں بھی شامل اور داخل ہے سو اگر ایک ہی رُوح کو مختلف قالبوں میں ڈالا جائے تو اللہ تعالیٰ کی مذکورہ صفت عالمِ شہادت اور عالمِ غیب میں کارفرما نہیں رہ جاتی جبکہ یہ بالکل محال اور ناممکن ہے۔ اِنسان کو انتقالِ صفاتی ہر وقت لاحق ہے لیکن اِنتقال ذاتی محال اور ممتنع ہے۔ انسان منی سے خون، خون سے مضغہ، مضغہ سے جنین، جنین سے بچہ، جوان اور بوڑھا ہو جاتا ہے یعنی اس کے اوصاف ہر وقت بدلتے رہتے ہیں لیکن اس کی ذات، شخصیت اور انانیت وہی رہتی ہے۔ انسان ارتقاء کے یہ مختلف مدارج جماد، نبات، حیوان، انسان اور آگے فرشتے یا شیطان کی صورت میں پے در پے طے کرتا ہے۔ جیسے مولانا روم صاحب فرماتے ہیں ؎

از جمادی مُردم و نامی شُدم   وز نُما مُردم بہ حیواں سر زدم
مُردم از حیوانی و مردم شُدم   پس چہ ترسم کہ زمردن کم شدم
جُملۂ دیگر بمیرم از بشر   تا برآرم از مَلائک بال و پر
بارِ دیگر از ملک قرباں شوم   آنچہ اندر وہم ناید آں شوم

بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر

اصل انتقال عارفین وفقراء اہلِ وصال لوگوں کا ہے، جبکہ فقیر عارف ولی اللہ معنوی موت

پس عدم گردم عدم چوں ارغنوں   گویدم اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن ''

دیگر حاکمِ وقت یا جج جب کسی مجرم کو مختلف جُرموں کی پاداش میں سزا دیتا ہے تو ہر جُرم کی سزا الگ الگ بتا کر جتا کر سناتا ہے تاکہ اُسے ہر جرم کی سزا کا احساس ہو اور آئندہ وہ اس قسم کے جُرم سے اجتناب کرے۔ لیکن بقول اہلِ تناسخ سزا پانے والی چیز بالکل اوّل تو دوسری مخلوق ہوتی ہے۔ دوم اسے اس بات کا علم اور احساس نہیں ہوتا کہ اسے فلاں بدعمل کی سزا دی جا رہی ہے۔ سوم اگر ہر جُثّے کو اپنے پچھلے جسد کی سزا ملتی ہے تو سب سے پہلے جُثّے کو کس جرم یا نیک عمل کی پاداش میں اختیار کیا گیا تھا حالانکہ اس سے پہلے کوئی جسم ہی نہیں تھا۔ دیگر آج تک تمام دُنیا میں کوئی ایک بھی ایسا شخص نہیں ہوا جسے اپنے سابق جسد اور جسم کا ادراک یا علم ہوا ہو۔ اور ہندوؤں کی بعض کتب میں جو چند فرضی حوالے دیئے بھی گئے ہیں وہ سراپا غلط، بے بنیاد اور سفید جھوٹ ہیں سلیم العقل اور حق شناس آدمی ایسی لغو اور بے بنیاد حکایتوں پر کبھی اعتبار نہیں کرتا۔ انسانی مادی دماغ نے چونکہ مادی دنیا کے عالمِ اسباب میں پرورش پائی ہے اور ہر کام میں اپنے آپکو مادے، مایے اور سبب کا محتاج پاتا ہے اس لیے اس نے اللہ تعالیٰ کی غیر مخلوق قادر قدیر ذات کو بھی اپنے اوپر قیاس کر لیا ہے اور مخلوق کی پیدائش میں اسے مادے اور روح کے مایے، مسالے کا محتاج ٹھہرا لیا ہے اور اسے کمہار کی حیثیت دے رکھی ہے (نعوذ باللہ) اور مادے اور رُوح کو بمنزلہ مٹی اور پانی کے مقرر کر دیا ہے کہ یہ چیزیں بھی اسکے ساتھ قدیم ہیں اور وہ انہیں بار بار توڑتا اور جوڑتا ہے۔ اگر مادہ اور روح بفرضِ محال خدا کی طرح قدیم ہیں تو (نعوذ باللہ من ذالک) ممکن ہے کہ یہ دونوں مِل کر کبھی خود خدا میں بھی تصرف کرنے لگ جائیں۔ غرض یہ عقیدہ بالکل باطل، لغو اور بے ہودہ ہے دیگر بعض مذاہب کے اندر حلول کا عقیدہ رائج ہے۔ یہ حلول دو طرح کا مانا جاتا ہے۔ ایک تو یہ کہ اللہ تعالےٰ زمین پر اتر کر کسی پیغمبر، بزرگ یا اوتار کے روپ اور بھیس میں پیدا ہو کر لوگوں کو ہدایت اور فیض پہنچاتا ہے۔ ہندوؤں میں اس قسم کے اوتار مثلاً رام چندر اور کرشن وغیرہ ہیں۔ اور عیسائی بھی حضرت عیسٰے علیہ السّلام کی نسبت یہی عقیدہ رکھتے ہیں۔ دوم حلول اس طرح کا مانا جاتا ہے کہ جب کوئی پیغمبر یا روحانی پیشوا اس دنیا سے اِنتقال کر جاتا ہے تو اہلِ حلول کے مطابق اس کی روح اپنے بعد آنے والے جانشین میں حلول کر لیتی ہے اور وہ اس دوسرے قالب کے اندر رُشد وہدایت کا کام شروع کر دیتی ہے۔ جیسا کہ رومن کیتھولک عیسائیوں میں پوپ کو عیسٰے علیہ السّلام کا اوتار سمجھا جاتا ہے۔ بُدھ مذہب والوں میں بھی ایسا ہی عقیدہ مروج ہے کہ ساکی منی گوتم بدھ تبت کے ہر نئے لاما گرو کے بھیس میں اپنا چولا بدلتے ہیں۔ اور شیعہ مذہب کے اسماعیلی

بقیہ اگلے صفحہ پر

کے بعد ترقیِ درجات اور عروج مقاماتِ باطنی حاصل کرتا ہے۔ بعض کو انتقال بذریعۂ مراقبہ،

اور آغاخانی فرقے والے ہر نئے مذہبی پیشوا کو حضرت علی کرم اللہ وجہٗ کا اوتار سمجھتے ہیں۔ آج کل بعض صوفیائے کرام کے خانوادوں میں بھی اس غلط عقیدے کا رواج ہوتا چلا جارہا ہے۔ جب کسی خاندان کا کوئی برگزیدہ اور مقبول الٰہی بزرگ گزر جاتا ہے تو وہ اس کے بعد آنے والے سجادہ نشینوں کی نسبت یہی عقیدہ رکھتے ہیں کہ اس بزرگ کی رُوح اپنے پچھلے سجادہ نشینوں میں حلول کر لیتی ہے اور وہ یوں خود بخود بغیر محنت و ریاضت اور بلا علم و لیاقت بنے بنائے اور گھڑے گھڑائے مادر زاد ولی اللہ بن جاتے ہیں حالانکہ یہ عقیدہ قطعاً غلط اور باطل ہے۔ ہاں البتہ کاملوں کی صحبت تربیت، تعلیم و تلقین اور توجہ اپنی اولاد طالبوں اور مریدوں میں اثر کرتی ہے بشرطیکہ وہ اثر قبول کرنے والے، باقاعدہ مجاہدہ اور ریاضت کرنے والے ہوں بعض بزرگ بعد از موت طالبوں اور مریدوں کو اپنی قبروں سے تعلیم و تلقین اور توجہ اور فیض پہنچاتے رہتے ہیں۔ اور اسی طرح اللہ تعالیٰ بھی اپنے خاص خاص بندوں کی طرف اپنی ذاتی، صفاتی، اسمائی اور افعالی انوار کی تجلیات سے جلوہ گر اور متجلی ہوتا ہے۔ اس کی مثال ایسی ہوتی ہے جیسا کہ آفتاب کسی شفاف جسم مثلاً آئینے یا پانی میں اپنی شعاع ڈالتا ہے تو وہاں دیکھنے والے کو صاف طور پر ہو بہو ایک مجسّم آفتاب نظر آتا ہے حالانکہ آفتاب اپنی جگہ پر قائم رہتا ہے محض اس کا عکس اور پرتو نظر آتا ہے، پس اللہ تعالیٰ کا معاملہ اپنے خاص خاص بندوں کے ساتھ اور خدا کے برگزیدہ بندوں کا معاملہ اپنے خلفاء اور جانشینوں کے ساتھ اسی طرح کا ہوتا ہے۔ دیگر جب سے اسلام میں منصبِ حکومت، ریاست، خلافت، امامت اور ولایت نسب اور نسل میں محدود اور محصور کر دیا گیا ہے اور انتخابِ امیر و فقیر میں ظاہری، باطنی لیاقت، استحقاق اور استعدادِ سیادت کو نظر انداز کر دیا گیا ہے تب سے عالمِ اسلام میں سیاسی، اقتصادی، مذہبی، روحانی انحطاط، زوال اور فساد پیدا ہو گیا ہے۔ اور نااہل، ناقص نفسانی دنیوی حاکموں اور رسمی، رواجی دینی پیشواؤں کے ہاتھوں اسلام پستی اور زوال کے درکِ اسفل میں گر گیا ہے خاص کر مذہب اور روحانیت کے معاملے میں نسب اور نسل کو کچھ دخل نہیں ہے۔ ؎

کاندریں راہ فلاں ابن فلاں چیزے نیست

قولہٗ تعالیٰ: وَ اِذَا نُفِخَ فِی الصُّوْرِ فَلَآ اَنْسَابَ بَیْنَھُمْ۔ ترجمہ: "جس وقت صور قیامت پھونکا جائے گا تو اس وقت نسب اور نسل کے تمام رشتے منقطع ہو جائیں گے۔" وہاں کوئی رشتہ اور خویش فائدہ نہیں دے سکے گا۔ صرف اپنا عمل کام آئے گا۔ مخدوم جہانیاں جہاں گشت صاحب فرماتے ہیں:

بِجَدٍّ لَا بِجَدٍّ کُلَّ مَجْدٍ وَلَا جَدٌّ بِلَا جَدٍّ بِمَجْدٍ

بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر

بعض کو بذریعۂ خواب، بعض کو بذریعۂ عیاں اور بعض کو بذریعۂ استغراق حاصل ہوتا ہے کیونکہ عارف ولی اللہ باطنی طور پر ایکدم میں ہزار احوال بدلتا ہے۔ کبھی مرتبۂ فنا لَا اِلٰہَ میں ہوتا ہے، کبھی مرتبۂ بقاء اِلَّا اللہُ میں چلا جاتا ہے اور بعض دفعہ مرتبۂ محمد رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) میں مقامِ نُور حضور اور مرتبۂ لقاء میں پہنچ جاتا ہے۔ انتقالِ جُثّۂ مماتی قبر ہے اور انتقالِ جُثّۂ حیاتی دنیا اور ہے اور انتقال باقربِ تصوّرِ ذاتی الگ ہے۔ اِنتقالِ نفس، انتقالِ قلب، اِنتقالِ رُوح اور اِنتقالِ سِر علیحدہ علیحدہ ہیں۔

معانی الفاظ: جَدٌّ بمعنی دادا، جِدٌّ بمعنی کوشش اور مَجْدٌ بمعنی بزرگی۔ (ترجمہ) کوشش سے (حاصل ہوتی) ہے نہ کہ باپ دادا سے ہر بزرگی، اور نہ کسی کا دادا بغیر کوشش اور محنت کے بزرگی کو پہنچا ہے۔

اس واسطے نبی علیہ الصّلوٰۃ نے فرمایا ہے: نَحْنُ مَعْشَرُ الْاَنْبِیَاءِ لَا نَرِثُ وَ لَا نُوْرَثُ۔ یعنی ہم انبیاء کو نبوت نہ وراثت میں ملی ہے نہ ہم اسے بطور ورثہ اپنے وارثوں کے حوالے کر سکتے ہیں بلکہ یہ محض اللہ تعالیٰ کا فضل ہے جسے چاہے عطا کر دے۔ یہی حال ولایت کا ہے۔ ہاں البتہ مال اور دولت دنیوی اگر پیغمبروں یا ولیوں سے رہ جائے تو ان کے وارثوں کو وہ مال ملتا ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: وَ وَرِثَ سُلَیْمٰنُ دَاوٗدَ۔ سو یہ وراثت حکومت اور سلطنت کی تھی۔ اور نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اپنے والد حضرت عبداللہؓ کا مال وراثت میں ملا تھا۔ اسی طرح آپ سے باغِ فدک اور دیگر مال بطور وراثت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اہلِ بیت کو ملا تھا اور انھیں ملنا چاہیئے تھا۔ اگر بسندِ حدیث مذکورہ بالا یہ مادی وراثت روک دی گئی تھی تو یہ اجتہادی غلطی سمجھی جائے گی۔ آج ہمارے دین اور روحانیت، حکومت پر نسب اور نسل کا دیو بہت بُری طرح سوار ہے اور اسلامی دنیا اس بدعت کے بوجھ تلے دبی جا رہی ہے۔ ہماری خانقاہیں، مساجد اور کچہریاں محض نسبی اور نسلی کٹھ پتلیوں کے ہاتھوں میں ہیں اور ان نااہل ظالموں نے ان مقدس مقامات کو اپنی نفسانی اغراض کی کمین گاہ اور دنیوی مقاصد کی شکار گاہ بنا رکھی ہے جب تک ہمارے دین اور دنیا کی باگ ڈور بذریعہ عام اور آزاد انتخاب مستحق اور حقدار، لائق فائق لیڈروں اور پیشواؤں کے حوالے نہیں کی جائیگی، اسلام ہرگز ترقی نہیں کرے گا۔ اسلام میں سب سے پہلے امامت اور خلافت کا منصب غلط طور پر بذریعہ وراثت یزید کے حوالے کیا گیا اور یہاں سے یہ بڑی بھاری بدعت شروع ہوئی اور محض یہی چیز اسلام کے زوال کا باعث بنی اور بنی رہیگی۔ قولہٗ تعالیٰ: تَکَادُ السَّمٰوٰتُ یَتَفَطَّرْنَ مِنْهُ وَتَنْشَقُّ الْاَرْضُ وَ تَخِرُّ الْجِبَالُ ھَدًّا اَنْ دَعَوْا لِلرَّحْمٰنِ وَلَدًا۔

ابیات

ہیں طریقت میں ہزاروں اِنتقال — جانیں کیا ان اِنتقالوں کو جہال
جو ہیں گزرے اِنتقال وقال سے — ملتے ہیں وہ ایزد متعال سے
ذکرِ حق حق سے ہے اور حق حق نما — ذکر سے بنتے ہیں ذاکر اولیاء

آج کل دنیا میں قحط الرجال ہے اور دنیا میں طالبِ صادق عنقا مثال ہے طالبانِ حق کو میری طرف سے صاف اعلان ہے کہ جو مراد مجھ سے طالبِ حق طلب کرے مجھے سوگند خدا و رسولِ خدا ہے کہ طریقۂ قادری میں اللہ تعالیٰ نے مجھے وہ قوت اور توفیق بخشی ہے کہ میں طالب مرید کو ہر دینی و دنیوی اور ظاہری و باطنی مراد تک پہنچا دوں گا۔

ابیات

ایک بھی طالبِ صادق نہ ملا دنیا میں — جو ملا جان کا دشمن ہی ہوا دنیا میں
پہلے کرتے ہیں وہ دعویٰ غلامی دل سے — پھر عداوت میں وہ شیطان سے ہیں بڑھ جاتے

قولہ تعالیٰ: يَا بَنِيٓ اٰدَمَ اَنْ لَّا تَعْبُدُوا الشَّيْطٰنَ ۚ اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ ۔

ترجمہ: اے بنی آدم! شیطان کی اطاعت نہ کر، وہ تیرا ظاہر دشمن ہے۔

ایسے ناقص نالائق طالب کمینے کتوں کی طرح ہوتے ہیں۔ داناؤں نے کہا ہے:

"لَا تَتْرُكِ الدُّرَّ فِيْ فَوَاهِ الْكَلْبِ ۔ ترجمہ: کتے کے منہ میں موتی نہ ڈالو۔"

طالبانِ قادری اہلِ حضور کو راستہ حضور سے کھلتا ہے اور سب باطنی معاملات اپنی آنکھوں سے دیکھتا ہے۔

ابیات

ہر اہلِ نظر خاص حضوری ہے دوامی — جو کھاتا ہے ہو جاتا ہے وہ نور تمامی
جس راہ میں دیدار نہ ہو ہے وہ غلط راہ — آنکھیں ہی تو دیدار کی خاطر ہوئیں ہمراہ
شاہد ہیں یہ دو چشم لقا کے لیے تیرے — شاہد کے تو معنی بھی ہیں خود دیکھنے والے
اندھوں کو دکھاؤں تو وہ کیا دیکھتے ہیں خاک — یہ خاک کے پتلے ہیں وہ ہے نور فقط پاک
جو دیکھنے والے ہیں وہ دعوے نہیں کرتے — وہ راز کے محرم ہیں غلط دم نہیں بھرتے

حدیث: مَنْ عَرَفَ رَبَّهٗ فَقَدْ كَلَّ لِسَانُهٗ ۔ جس نے رب کو پہچانا اس کی زبان (شرح اور بیان سے) گنگی ہو جاتی ہے۔

ابیات

فرض واجب سُنّت وہم مستحب — سب کی غایت ہے حضوری رازِ ربّ
یہ نمازِ دائمی تو کر ادا — پر نہ ہوں وقتی نمازیں بھی قضا

مَنْ لَّمْ يُؤَدِّ فَرْضَ الدَّائِمِ لَمْ يُقْبَلْ مِنْهُ فَرْضُ الْوَقْتِ ۔ ترجمہ: جو شخص فرض دائمی ادا نہیں کرتا اللہ تعالیٰ اس کے وقتی فرض یعنی نماز پنجگانہ بھی قبول نہیں کرتا۔

حدیث: "لَا صَلٰوةَ اِلَّا بِحُضُوْرِ الْقَلْبِ ۔"

ترجمہ: جب تک دل اللہ تعالیٰ کے ساتھ حاضر نہ ہو نماز ہرگز صحیح نہیں ہوتی۔

عارفوں کو نماز کے وقت مشاہدۂ انوار، بحضور دیدار پروردگار دل میں پیدا اور ہویدا ہوتا ہے۔ اس لیے "اَلصَّلٰوةُ مِعْرَاجُ الْمُؤْمِنِيْنَ ۔ ترجمہ: نماز مومنوں کے لیے معراج ہے" آیا ہے۔

شرح دم: دم مختلف ہوتے ہیں۔ چنانچہ دم طریق، دم توفیق، دم تحقیق، دم دریائے عمیق، دم صدیق، دم تصدیق، دم غریق اور دم زندیق۔ محقق اہلِ دعوت ایکدم میں ہر قسم کے دم کو تحقیق کر لیتا ہے اور دعوتِ دم کے ذریعے ہر مشکل حل کر لیتا ہے خواہ وہ توجہ مہر و محبت ہو اور خواہ توجہ قہر و غضب ہو۔ اس طرح کامل اہلِ دم تمام عالم کو توجہ سے فنا کی گھاٹ اتار دیتا ہے اور اگر چاہے تمام جہان کو اللہ تعالیٰ کے خزانوں سے بہرہ ور اور فیض عطا کرتا ہے۔ ایسے کامل شخص کو دعوت پڑھتے وقت دائرہ پُر کرنے اور عدد حساب و بروج ستارگان وغیرہ کی کچھ احتیاج نہیں رہتی۔ علم سونے چاندی یا نقدی کی طرح ہے اور فقر و معرفت فولادی تلوار کی مانند ہے۔ جو کام تلوار سے نکلتا ہے وہ سونے اور چاندی سے نہیں نکلتا۔

ولایت کی کئی قسمیں ہیں: ولایت باگنجِ غنایت، ولایت عینِ عنایت، ولایت فیضِ فضلِ رحمت ہدایت، ولایت با مطالعہ علم حکایت اور ولایت دُنیا پُر شکایت۔ ہر ایک ولایت مُرشد کامل قادری طالبِ صادق کو تلقین کے ساتھ عطا کرتا ہے۔

شرح توجہ: توجہ کی بھی کئی قسمیں ہیں لیکن جملہ توجہات ایک ہی توجہ کے اندر آجاتی

ہیں جس وقت فقیر خدا کی طرف متوجہ ہوتا ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے" : یَا اَسْعَدُ عَبْدِیْ اِسْعَلْ مَاتَشَاءُ تُعْطَ ۔ یعنی مانگ مجھ سے جو کچھ تیرا جی چاہے۔ اے میرے نیک بخت بندے، تجھے وہ چیز عطا کی جاوے گی"۔ پس ایسے فقیر کی ہر توجہ اور وہم قبولیت سے خالی نہیں ہوتی بلکہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ اور حضوری حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم میں منظور اور مقبول ہوتی ہے

شرح حضوری

حضوری کی بھی بہت قسمیں ہیں۔ شرفِ حضوری بجثۂ نفس، شرفِ حضوری بجثۂ قلب، شرفِ حضوری بجثۂ روح، شرفِ حضوری بجثۂ سِرّ اور شرفِ حضوری بجثۂ نُور۔ چنانچہ حضوریٔ الہام بذریعہ آواز، حضوریٔ معرفت محرم راز، اہلِ حضوری باشعور در نماز، حضوریٔ غرق جانباز، حضوریٔ عیاں باںگاہ، حضوریٔ باشعور و ہم آگاہ اور حضوریٔ فنا فی اللہ بقا باللہ صاحبِ مشاہدات تجلیات، عین باعین، رمز بارمز توجہ باتوجہ، شعلۂ تصوّر باتصوّر، شعلۂ تصرّف باتصرف، شعلۂ تفکّر باتفکّر۔ مرشد کامل قادری علم نور حضور کے ذریعے جملہ حضوریات کی تعلیم دیتا ہے اور تلقین حضور سے طالب کو اہلِ یقین کر دیتا ہے۔

ابیات

یہ علم ہی کچھ اور ہے قُرب و حضور کا	وہ علم بڑھانا ہی ہے عقل و شعور کا
قربِ خدا کا گنج ہے یہ علمِ باطنی	کبر و منی نہ ہو جسے عالم وہ ہے ولی

اوّل طالب و مرشد، استاد و شاگرد اور پیر و مرید اپنا انصاف آپ کر لیں اور اپنی انسانیت و آدمیت ثابت کر لیں۔ وہ ہے صحیح انسان جو مکمل طور پر ہو عبدالرحمٰن یعنی بندۂ اللہ تعالےٰ اور متصف بجمیع صفاتِ حق سُبحان یعنی حلم میں حلیم، حکمت میں حکیم، علم میں علیم، باعظمت عظیم، کرم میں کریم، اہلِ قلبِ سلیم بصراط المستقیم ہو اور وعدۂ ازل پر ثابت قدم اور مقیم ہو۔ قولہٗ تعالےٰ : اَوْفُوْا بِعَهْدِیْٓ اُوْفِ بِعَهْدِكُمْ ط

ترجمہ: "تم میرا عہد پُورا کرو میں تمہارا عہد پُورا کروں گا"۔ یہ ہے وعدۂ صادق قدیم، ولی اللہ غالب بر نفس شیطان رجیم، صاحبِ نعمت منعم نعیم، ہمیشہ حق کی طرف مائل اور باطل سے بیزار، صاحبِ خلقِ عظیم ہو۔ ایسے صاحبِ غرق کے وجود میں غیر کی غیرت اور

غلاظت نہیں رہتی۔ جو شخص ان مذکورہ بالا صفات سے موصوف ہے، وہ بیشک اشرف المخلوقات انسان ہے ورنہ مطلق صُورت انسان و سیرت حیوان باحرص طمع پریشان ہے۔

ابیات

آدمی کو عقل و اَدب دو گواہ	خاص کے ہیں معرفت و قُرب و جاہ
خاص حضور اور ہو کشف القبور	تَم ہے یہاں عقل ختم ہے شعور

اگر آسمان اور زمین کو سونے اور چاندی سے بھر دیا جائے ایسی تمام دولتِ دُنیا سے عارف کامل فقیر کی ایک بات زیادہ عزیز اور قیمتی ہے۔ غرض کامل عارف آدمی کو اللہ تعالےٰ کی قدرت سے قوّت اور توفیق حاصل ہوتی ہے۔ کامل آدمی اللہ تعالیٰ کی قدرت کے اسرار میں سے ایک سِر ہے۔ اَلْاِنْسَانُ سِرِّیْ وَ اَنَا سِرُّهٗ ۔ قولہٗ تعالیٰ : وَعَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَالَمْ يَعْلَمْ ط اِس مرتبے والا عالم باعمل حضرتِ انسان ہے۔ قولہٗ تعالےٰ : اَلرَّحْمٰنُ عَلَّمَ الْقُرْاٰنَ ط یہ شان عالمِ انسان کی ہے۔ قولہٗ تعالیٰ : وَعَلَّمَ اٰدَمَ الْاَسْمَاءَ كُلَّهَا ط کا مصداق اور متخلق بجمیع نیک اخلاق بھی حضرتِ انسان ہے۔ وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِیْٓ اٰدَمَ ۔ اہلِ عزت و تکریم کامل عارف حضرتِ انسان ہے۔ وَنَحْنُ اَقْرَبُ اِلَيْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِيْدِ ط صاحب قرب اقرب قریبِ رحمٰن بھی حضرتِ انسان ہے۔ لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰى تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ ط صاحبِ تصرف و اہلِ سخاوت بھی حضرتِ انسان ہے۔ وَفِیْٓ اَنْفُسِكُمْ اَفَلَا تُبْصِرُوْنَ ط صاحبِ بصارت و بینائی حضرتِ انسان کی شان ہے۔

شرح اسم اعظم

اِسمِ اعظم وہ اسم ہے کہ جُملہ علوم و معارف اس ایک اسم میں مندرج ہیں اور پھر اسی ایک اسم سے ہی ظہور پذیر ہوں۔ وہ

---

[1] اللہ تعالےٰ کے جملہ اسماء ایک خاص صفت کے حامل ہیں مثلاً اسم رحمٰن و رحیم صفت رحم کا حامل ہے اور اسم قہار و جبار قہر اور جبر کا مظہر ہے و علیٰ ہذا القیاس لیکن اسم اللہ جملہ صفات کا جامع ہے۔ ہم کہتے ہیں کہ اے رحیم رحم کر، اے کریم کرم کر، اے علیم علم عطا کر دے لیکن یوں نہیں کہہ سکتے کہ اے رحیم علم عطا کر، اے علیم رحم کر یعنی ہر اسم ایک خاص صفت سے متصف ہے۔ لیکن ہم کہہ سکتے ہیں کہ اے اللہ رحم کر، اے اللہ علم عطا کر، اے اللہ معافی دے وغیرہ لفظ اللہ جملہ صفات کا مظہر اور جامع ہے دیگر لفظ اللہ سے پہلے حرف کو

بقیہ اگلے صفحہ پر

اِسمِ اعظم اسمِ اللہ ہے۔ اور کلمہ طیب کو بھی اسی اسمِ اعظم اسمِ اللہ ذات سے شرف اور عزت حاصل ہے اور اسمِ اللہ، اسمِ لِلّٰہ، اسمِ لَہٗ اور اسمِ ھُو اسی اسمِ اعظم کے مختلف مظاہر ہیں۔ جو شخص کلمہ طیب لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ کو کنہ کن سے پڑھتا ہے ہر علم سے واقف اور ماہر ہوجاتا ہے۔ لَا فَرْقَ بَیْنَ الْحَیْوَانِ وَالْاِنْسَانِ اِلَّا بِالْعِلْمِ ط "حیوان اور انسان میں فرق صرف علم کا ہے۔" عالم علم عین محض علمِ عین پڑھتا ہے اور علمِ عین جانتا ہے۔ ؎

گر پڑھے تو علم کُتب صد ہزار　　　ہے غرض بس معرفتِ پروردگار

عالم بے معرفت شیطان کی مانند ہے اور عالم با معرفت حضرت آدم علیہ السلام کی طرح ہے۔

شرحِ علمِ دعوت

علمِ دعوت میں کامل عامل کل وہ ہے کہ ایک دم میں اور ایک ہی قدم پر ہر مشکل بغیر رجعت اور بغیر سلب کھول دیتا ہے عالم باللہ ولی اللہ صاحبِ دعوت اللہ تعالیٰ کے حضور میں جس وقت توجہ سے دعوت پڑھتا ہے قرب تصور اور تصرف سے جملہ احوال ماضی، مستقبل اور حال سے واقف ہوجاتا ہے۔ بہتر یہی ہے کہ جو کچھ وہ جانے اور پڑھے زبان سے نہ کہے کیونکہ اس کی زبان مثلِ تیغ برہنہ (ننگی تلوار کی طرح) ہے۔ کہ موذی واجب القتل کفار، مشرکین اور منافقین کو قتل کر دیتی ہے۔ کامل اہلِ دعوت کو وِرد وظائف شروع کرتے ہی جملہ حالات اور واقعات لوحِ محفوظ کے مطالعہ سے روشن اور معلوم ہوجاتے ہیں۔ بعدہٗ لوحِ محفوظ کے مطابق فرشتے مؤکل اہلِ دعوت کو آواز دیتے ہیں۔ یہ دعوت بھی خام ناتمام ہے۔ علمِ دعوت میں عامل کامل روشن ضمیر عالم باللہ وہ ہے کہ جب وِرد وظائف دعوت شروع کرتا ہے تو تمام ارواحِ انبیاء واولیاء اس کے پاس حاضر ہو جاتے ہیں اور مجلسِ محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کے اندر جملہ ارواح اس کے گرد حلقہ باندھ کر اس

دُور کر دیا جائے تو لِلّٰہ رہ جاتا ہے۔ اسی طرح لِلّٰہ سے پہلا لام دُور کرنے سے لَہٗ اور پھر لَہٗ سے لام دُور کرنے سے ھُو رہ جاتا ہے اور لفظ کے معنی نہیں بگڑتے۔ دیگر کلمہ طیب، کلمہ شہادت، کلمہ تمجید وغیرہ اور سورۃ قرآنی، سورۃ فاتحہ، آیت الکرسی وسورۃ اخلاص وغیرہ کو شرافت اسی اسمِ معظم کی وجہ سے ہے۔ اذان، تکبیر تحریمہ، ذبح جانور، سجدہ کے وقت، ہر کام شروع کرتے وقت بسم اللہ اور اللہ اکبر میں اِسی اسمِ اعظم کو ادا کیا جاتا ہے۔

کے ہمراہ دعوت پڑھنے میں متفق اور شریک ہوجاتے ہیں۔ ایسا اہلِ دعوت اللہ تعالیٰ کی نظر میں منظور ہو کر فوراً بارگاہِ الٰہی سے الہام پاتا ہے اور جس مقصود اور مطلوب کے لیے باطن میں حضور سے حکم ہوتا ہے فوراً ظاہر میں ظہور پذیر ہوجاتا ہے۔ یہ ہے غالب الاولیا، شہسوارِ قبور۔

ابیات

جسے قبر سے قُرب قرآں ہُوا　　　خزائن کا مالک وہ اِنساں ہوا

وہ دعوت کا عامل ہے اہلِ وصال　　　بلا رجعت وسلب ہے لازوال

ہے باھُوؒ کو عزت خدا سے مِلی　　　میرے ھُو سے دنیا ہے ساری ہِلی

اِس قسم کا عامل کامل اہلِ دعوت کسی اولیاء اللہ روحانی کی قبر پر دعوتِ قرآنِ مجید قُلْ ھُوَ اللّٰہُ اَحَدٌ مقامِ قرب الٰہی میں باطنی زبان سے پڑھتا ہے۔ اور ظاہری عنصری جسم اور ظاہری گوشت کی زبان سے نہیں پڑھتا کیونکہ یہ ظاہری زبان اکثر نیک و بد گفتگو لایعنی کے سبب پاک قرآن پڑھنے کے قابل ہی نہیں ہے۔ بلکہ زبانِ قلب سے پڑھتا ہے[1] اور اپنی

---

[1] اللہ تعالیٰ نے شانِ قرآن کی نسبت اسی قرآن میں فرمایا ہے: "اگر ہم اس قرآن کو جانبِ پہاڑ پر نازل کریں تو اس کے نور کی ثقالت اور عظمت وجلالیت سے پہاڑ ریزہ ریزہ ہوجائے۔" لیکن نفسانی لوگ دن رات قرآنِ مجید پڑھتے ہیں اور ٹس سے مس نہیں ہوتے۔ وجہ یہ ہے کہ قرآن ان کے حلقوم اور گلے سے نیچے نہیں اترتا اور جب تک نورِ قرآن انسان کے بطنِ باطن میں داخل نہ ہو تو نہ وہ جزوِ بدن بنتا ہے اور نہ اس سے روحانی اور باطنی طاقت اور قوت پیدا ہوتی ہے۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ بہت لوگ قرآن پڑھتے ہیں لیکن قرآن انہیں لعنت کرتا ہے۔ ان کی مثال ایسی ہے کہ جیسے ایک شخص روٹی کھانے لگا ہے لیکن بجائے مُنہ کے نوالے اپنے گریبان میں ڈالتا جاتا ہے۔ ایسے آدمی کو اس کھانے سے کیا نفع پہنچ سکتا ہے۔ قرآن اگر پاک زبان اور حقیقی شان سے پڑھا جائے تو واقعی اس میں اس قدر باطنی برقی پاور اور قوت ہے کہ پہاڑوں کے پرخچے اڑا دے۔ کسی نہایت مفید دوا مثل اکسیر کو کاغذ کے پرزے پر لکھنے اور اسے بار بار پڑھنے سے کیا فائدہ ہوسکتا ہے جب تک اسی دوا کو لے کر کھایا نہ جائے۔ خالی کارتوس کو ہاتھ میں لے کر کسی شخص کے اوپر پھینکنے اور اسے بندوق سے چلانے میں کس قدر فرق ہے۔ اسی قرآن میں وہی کلیمی تجلی مخفی اور پنہاں ہے جس نے کوہِ طور کو ریزہ ریزہ کر دیا تھا۔ قولہٗ تعالیٰ: فَلَمَّا تَجَلّٰی رَبُّہٗ لِلْجَبَلِ جَعَلَہٗ دَکًّا وَّخَرَّ مُوْسٰی صَعِقًا ط یعنی جس وقت اللہ تعالیٰ نے کوہِ طور کی طرف اپنی کلیمی تجلی (بحالتِ عریاں) ڈالی تو اسے ٹکڑے ٹکڑے کر دیا اور موسیٰ علیہ السلام غش کھا گئے۔

صُورتِ قلب سے سُنتا ہے۔ یا زبانِ رُوح سے پڑھتا ہے اور صُورتِ رُوح سے اسے سُنتا ہے۔ ؎

وجُودِ آدمی ہے گنج یا ہے کانِ کرم جو معرفت سے ہے واقف وہ اہلِ دم ہے ختم

قولہٗ تعالیٰ : وَ نَفَخْتُ فِيْهِ مِنْ رُّوْحِيْ۔

اس طرح اہلِ دعوت عامل کامل بحرِ قرآن مجید میں دل کی کشتی سے داخل ہو کر اس طرح طوفانِ جوشِ دعوت برپا کرتا ہے کہ خانۂ کعبہ مکرّمہ، مدینہ منورہ، عرش و کرسی، لوح و قلم اور جملہ باطنی کائنات میں ایک سخت تہلکہ اور زلزلہ آجاتا ہے، اور اگر قہر و جلالیت سے دعوت پڑھتا ہے تو جملہ غیبی مؤکلات، جنّ، ملائکہ اور ارواح میں ایسا کہرام مچ جاتا ہے اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ گویا قیامت برپا ہے اور چودہ ۱۴ طبق زیر و زبر ہو رہے ہیں۔ اور اگر جمالیت و رحمت کے جذبے سے دعوت پڑھتا ہے تو کُل کائنات کی غیبی مخلوقات یعنی جنّ، ملائکہ اور ارواح حیرت اور عبرت سے ہاتھ پر ہاتھ ملتے اور عش عش کرتے رہ جاتے ہیں اور اہلِ دعوت کے اِرد گرد جمع ہو کر جزع فزع اور گریہ و نالہ میں اس کے ہمنوا اور ہم آہنگ ہو جاتے ہیں اور قسم قسم کے تحفے تحائف غیبی ہاتھوں میں لے کر پیش کرتے ہیں۔ ایسے اہلِ دعوت عامل کامل فقیر کا اوّل مرتبہ و منصب قربانی مقرب ربانی ہے۔ دوم مرتبہ سلطانی، نفس فانی صاحبِ نظرِ عیانی ہے۔ سوم مرتبہ روحانی ساکنِ لاہوت ناظرِ لامکانی ہے۔ جو سالک لاہوت لامکان میں پہنچ جاتا ہے تو اسے تمام کائنات شش جہات رائی کے دانے یا مچھر کے پَر کے برابر نظر آتا ہے۔ جو فقیر ہمیشہ مشرفِ مشاہدۂ دیدار ہے اسے علمِ مطالعۂ کتاب کا بحث و تکرار کیا درکار ہے۔ ؎

میری قسمت میں حضوری نور ہے حق سے میرا ذکر اور مذکور ہے

جب مَیں نے اللہ تعالیٰ کے حضور میں آیاتِ قرآن مجید کا دور اور تکرار کیا تو دنیا زنِ فاحشہ کو تین طلاقیں دیں۔ اس فقیر کی نظر میں شاہانِ دُنیا نہایت حقیر، عاجز اور مستحقِ خیرات، مسکین اور محتاج کی طرح ہیں، اور امراء ہفت ہزاری نواب قیدِ نفس میں خراب ہیں۔

ابیات

مَیں ہوں فقیر مالک گنجینہ صد ہزار اے طالبِ حق ہو مری جانب تو راہگذار

فقیرِ کامل کے لیے مرتبۂ بادشاہی کا حصُول نہایت آسان کام ہے۔ ؎

ہر طریقہ کو کیا ہے چھان بین جیسے زر کو پرکھے صراف ذہین

اِبتدار و انتہارِ طریقۂ قادریہ

ہر طریقہ اور خانوادے کی انتہار طریقۂ قادری کی ابتدار کو نہیں پہنچ سکتی ہے۔ اگرچہ وہ تمام عمر چلّہ اور ریاضت میں سر پتھر پر مارتا رہے کیونکہ طریقۂ قادری کی ابتدار میں مقامِ مشاہدۂ حضور ہے اور انتہار قادری عقل و قیاس سے دُور فنا فی اللہ نور ہے۔ جو طریقۂ قادری کے ساتھ برابری کا دعویٰ کرتا ہے وہ احمق اور بےشعور ہے۔ طریقۂ قادری میں تکلیف و تقلید، نفس کی مستی و ہستی اور انا کی خود پرستی مطلق نہیں ہے۔ ؎

خام کی مستی ہے از وہم و خیال مست کو ہشیار کرتا ہے وصال

کامِل قادری عین نما ہے، عین کشا، عین صفا، عین بقا اور عین لقار ہے۔ نہ خدا نہ خدا سے یکدم جدا ہے۔ قادری عنایت میں غنی ہے۔ قادری کو بخشش از حضور قُربِ نبی ہے۔ ؎

الٰہی! مجھ کو کبھی مائلِ سوال نہ کر وصال بس ہے پئے طلب جاہ و مال نہ کر

گا ہے گا ہے غلباتِ عشق اور فرطِ سکرِ حضوری کے سبب طالبانِ قادری سرود و سماع میں آجاتے ہیں۔ ان کا سماع اور وجد اصلی، حقیقی راہبرِ مشاہدۂ خدا ہوتا ہے۔ نہ از شرِ نفسِ شہوت وغیرہ ہوتا ہے۔ جو شخص اس تصنیف کو ازروئے صدق و یقین پڑھے گا وہ ضرور اس کی حقیقت کو پہنچ کر اسے حق جانے گا۔ کور چشم، بے دین اور بے یقین اسے ہرگز نہیں مانے گا۔ ؎

کُل و جُز کو ایک کلمہ جان تو ایک تک اِک لے چلے بے جستجو

اے برادر! فقرار کے ساتھ حسد، غیرت اور کینہ نہ رکھ۔ ورنہ غیب الغیب غضبِ الٰہی میں مُبتلا ہوگا۔ طالب حاسد اور مرید منافق مرشد کے لیے محض موجبِ خطرات و پریشانی و سراسر باعثِ تکلیف ہوتا ہے۔ ایسا طالب مرید مُرشد کے حق میں مثل جاسوس یا اہلِ وسوسہ مثلِ خناس و شیطان ہے۔ یا مثل خارِ چشم یا جس طرح جسم اور جان میں تیر کا پیکان ہوتا ہے کیونکہ مرید بے یقین و بے دین اکثر تابع نفس و شیطان لعین ہوتا ہے یا مانندِ ولدان زنا یا تخم شورہ زمین ہوتا ہے۔ نہ ہر سر لائقِ بادشاہی ہے اور نہ ہر دل میں گنجِ اسرارِ الٰہی ہے۔ نہ ہر پتھر میں لعل ہے اور نہ کیمیا اکسیر

بنانے کے قابل ہر جڑی بُوٹی اور نہال ہے۔ نہ ہر زبان پر تفسیر و احادیث کا قیل وقال ہے۔ نہ ہر انسان کا وجُود لائقِ دیدار و وصال ہے اور نہ ہر فقیر روشن ضمیر لازوال ہے اور نہ ہر جاہل مثل اُبوجہل جہالت متوال ہے، نہ ہر اہلِ دنیا مثلِ قارون بخیل، مانع زکوٰۃ مال ہے نہ ہر فرزندِ آدم نیک احوال ہے۔ جمیعت باجمال ہے جس نے اس کتاب سے نعمت حاصل نہ کی وہ بدبخت اور خام خیال ہے۔ ایسا شخص شقی ازلی اور ابدی محروم ہے اگرچہ لوگوں میں مشہور و معروف بزرگ و مخدوم ہے۔ حدیث : اَلْاٰنَ کَمَا کَانَ۔

قولہٗ تعالیٰ : "یَفْعَلُ اللّٰہُ مَا یَشَآءُ وَ یَحْکُمُ مَا یُرِیْدُ"

ترجمہ : اللہ تعالیٰ جو چاہتا ہے کرتا ہے اور آخر وہی ہوتا ہے جو اسکا ارادہ ہوتا ہے۔

قولہٗ تعالیٰ : "اَحْسِنْ کَمَا اَحْسَنَ اللّٰہُ اِلَیْکَ"۔ ترجمہ : اے دولتمند! تو بھی لوگوں کے ساتھ اپنے مال سے اسی طرح احسان کر جس طرح اس مالکِ حقیقی نے مال عطا کر کے تجھ پر احسان کیا ہے۔

ابیات

گر معرفت و وحدتِ حق ہے تجھے منظور — دِل مُرشدِ کامل کا سمجھ گنج سے معمُور

پارس ہے وجود اسکا تو اکسیر نظر ہے — چھوئے جسے دیکھے جسے لاریب وہ زر ہے

مُرشد ہے وہ کامل جو غنی تجھ کو بنا دے — جھوٹا ہے وہ مرشد جو کہے کر نہ دکھائے

پہچانِ مُرشدِ ناقص

یقین[1] جانیئے کہ مرشد زن مرید، قبلۃ النساء نفسانی، اہلِ ہوا کسی کام نہیں آتا۔ ہر پیر خام ناتمام مثلِ حجام کو میری طرف

[1] آجکل مکار، عیار، رسمی رواجی، دوکاندار پیر دنیا میں حشرات الارض کی طرح پھیلے ہوتے ہیں۔ زہد اور تقویٰ کے لباس میں بڑے سے بڑے اکبر الکبائر گناہ کا ارتکاب درپردہ ایسے پُرامن طریقوں سے کرتے ہیں کہ کسی کو وہم و گمان بھی نہیں ہوتا کسی نے کیا اچھا کہا ہے ؎

یہ درندوں کا جہاں یہ وحشیوں کی کائنات — خون آشاموں کی بستی غاصبوں کی کائنات

جس جگہ مذہب فروشی کا لقب ہے رہبری — جس جگہ ہے کار فرما زُھد کی جادوگری

پنڈلیوں تک خرقۂ زہد و ورع آیا ہوا — اور آنکھوں میں رعونت کا نشہ چھایا ہوا

(بقیہ اگلے صفحہ پر)

سے تنبیہ اور اعلام ہے کہ اگر وہ طالب مرید کے لیے بمنزلۂ باطنی مرکب و سواری بن کر انہیں درگاہ حق تک نہ پہنچائیں گے تو وہ روزِ قیامت ضرور روسیاہ اور سخت شرمسار ہوں گے۔ دُنیا میں رسمی رواجی پیر بن کر لوگوں کو گمراہ کرنے سے بڑھ کر اور کوئی کبیرہ گناہ نہیں ہے۔ پیر خام اور مرشد ناقص و ناتمام طالب مرید کو ذکر فکر مراقبہ، بادشاہ و اُمراء کو مسخر اور مطیع کرنے کے لیے ورد وظائف اور عدد کے موافق نقش و نقوش، دائرے پُر کرنے کے طریقے اور ترکیب وغیرہ بتایا کرتا ہے کیونکہ وہ باطن میں قُربِ اللہ اور مجلس محمد رسُول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم سے بالکل بے بہرہ اور بے نصیب ہوتا ہے۔ ایسا مرشد دنیا و آخرت میں شرمندہ اور روسیاہ رہتا ہے۔ طالب مرید کو چاہیئے کہ ایسے پیر و مُرشد کی پیروی چھوڑ دے اور کسی پیر کامل کو تلاش کرے۔

اے طالب عاقل! پیر و مرشد کامل کی خدمت افضل ہے۔ مُرشد ناقص سہ[3] طلاق دینے کے قابل ہے کہ مرشد ناقص عورت سے بھی نامرد ہے اور بے کمال۔ ایسے مرشد ناقص خام کے طالب مرید معرفت سے محروم رہتے ہیں اور بے وصال۔ یہ ہے نقش اُم العلوم کہ ہر قسم کا علمِ معرفت اور حکمتِ توحید اس نقشِ مکرم سے ہو جاتے ہیں معلوم۔ جس شخص نے اسم اللہ جلّ جلالہٗ کی کنہ اور حقیقت پائی وہ طالب مرید ولی اللہ مخدوم ہے اور جو شخص اسم اللہ جل جلالہٗ کا منکر ہے وہ جُملہ گنج تصرفاتِ باطنی سے محروم ہے۔ اسم اللہ ذات دوام فی الفور حضور پُرنور اور قرب اللہ ذات میں پہنچا دیتا ہے اور جُملہ مشکلات کھول دیتا ہے۔ ایک لاکھ ستر ہزار مختلف زنار نفس کو باطن میں پہنائے گئے ہیں۔ بعض زنار ہیں شرک کے، بعض کُفر، بعض نفاق، بعض کبر کے، بعض حرص، بعض طمع وغیرہ کے۔ یہ زنار اسم اللہ ذات کے تصور سے جل کر خاک اور خاکستر ہو جاتے ہیں اور طالب اس راہِ برزخ اسم اللہ ذات سے قُربِ حضوری وصالِ حق تعالیٰ سے واصل ہو جاتا ہے اور آخر مجلسِ محمدی صلّی اللہ علیہ وسلّم اور لاہوت لامکان میں داخل ہو جاتا ہے۔ چنانچہ نُور فی النور باعیان، اس جگہ نہ جسم ہے نہ جان، اِن مراتب کو کیا جانے خام ناقص

معصیت کوشی کے پیکر نفس سرکش کے مرید — خلد کے تاجر خدا کو بیچنے والے پلید

آہ یہ دنیا جہاں خوفِ خدا کچھ بھی نہیں — ہے بدی کو اوج، نیکی کا صلہ کچھ بھی نہیں

اس زمیں پر سانپ اور اژدر برسنے چاہئیں — برق گرنی چاہیئے، پتھر برسنے چاہئیں

احمق حیوان۔ نقش مکرم اسم اللہ ذات یہ ہے :

نقش اسم محمدی صلی اللہ علیہ وسلم یہ ہے کہ اہلِ تصور اسم محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر جان فدا، نثار اور تصدق کردیتا ہے اور اس نقش محمدی صلی اللہ علیہ وسلم سے ہزار بار ایکدم میں چہرۂ پُر انوار محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کے مشاہدے اور دیدار سے مشرف ہوجاتا ہے۔ اسوقت طالب درجۂ یقین، اعتقاد و اعتبار کو پہنچ جاتا ہے۔ یہ ہے محض بخش فیض فضل مشتق طالب کے لیے ازاں روزِ ازل نقش مبارک اسمِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم یہ ہے :
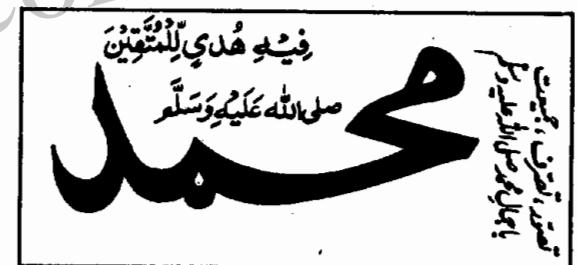
"فیض البرکات تصور باذکر مذکور اسم محمد صلی اللہ علیہ وسلم چار حروف سے مرکب ہے۔ تصور حرف میم سے مجلس محمدی صلی اللہ علیہ وسلم اور تصرف حرف ح سے حضور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور تصور حرف میم ددم محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے محو فی الفو محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور تصرف حرف دال سے دم بادم ہر نفس ہمسخن با محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہوتا ہے۔

اہلِ محبت آئینۂ محبت کے ذریعے مشرف حضور ہوتا ہے اور اہلِ حضور کو حضوری عین مراد اور موجب جمیعت ہے۔ جو شخص حضور اور دیدار سے مشرف مدام ہے اُسے مذہب اور مِلت سے کیا کام ہے یعنی نفس فنا، قلب صفا اور روح بقا ہو۔ یہ فقیر مذہب اہلِ رفض و

ملتِ خوارج سے بیزار ہے کیونکہ یہ فقیر خاص سُنّی مذہب اور محبِ چار یار ہے۔ جس شخص کو انتہائی مرتبے کی آرزو ہو کہ جس وقت چاہے دیدار پُرانوار حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مشرف ہو اور اصحابِ کبارؓ و پنجتن پاکؓ کی صحبت اور مجلس سے بہرہ ور ہو اور حضرت شاہ محی الدین قدس سرہٗ کی ملازمت میں شگوفۂ دل شگفتہ ہوجائے تو اس نقش مکرم سے اس مقام کو دیکھے اور پائے۔ نقش مکرم یہ ہے اے عارف صاحبِ یقین :

ابوبکر صدیقؓ بدلِ صدق	عمر خطابؓ عدل برنفس	عثمان بن عفان باحیا و باایمان	علی ابن ابی طالبؓ اہل علم وسخاوت
امام حسنؓ نیک احسن	امام حسینؓ احسن الخلق	فاطمۃ الزہراؓ سیّدۃ النساء	شاہ محی الدینؒ ارشاد توحید

یہ راستہ نقش کا نقاش کے لیے بمنزلۂ کلید ہے کیونکہ اس کی اصل توحید ہے۔ عارف جس قفل مطالب میں یہ کلید ڈالے گا اسے کھول لے گا۔ کامل لوگ راستے کے واقف ہیں اور مکمل لوگ اس راہ کو دیکھتے ہیں اور جامع اکمل لوگ اس سے جمیعت حاصل کرتے ہیں۔ اسم اللہ ذات کی توجہ اور توفیق سے انسان طالب اور اسم لِلّٰہ سے طریقِ مطالب اور اسم لَہٗ سے غالب اور اسم ہُو سے طے جملہ مراتب ہوتے ہیں۔ جو شخص اِن اسماء سے راہِ عظمت المعظم فقر کی نگاہ نہیں کھتادہ فقر کی راہ نہیں جانتا۔ نقش مکرّم یہ ہے :

اللّٰہ	لِلّٰہ
لہ	ھو

فقیر کامل کی توجہ ننگی تلوار کی طرح کام کرتی ہے۔ تصور دل پر زخم لگاتا ہے اور تصرف مرہم لگاتا اور کرم کرتا ہے۔ جو شخص اس دائرے کو دوام نظر میں لاتا ہے۔ دو جہان کے دسترخوان سے نعمت کھاتا ہے اور میدانِ لانہایت سے گوئے سعادت لے جاتا ہے اور زندہ فی الدارین ہوجاتا ہے۔ یہ نقش دائرہ مفتاح الارواح وکلید توحید، تجرید و تفرید، نور حضور، قرب قدرت امر حکم،

فنا بقا، صاحبِ علمِ دعوتِ قبور اور فقیرِ کامل اہلِ تصورِ حضور کا مقام ہے۔

مزید شرح و اقسامِ دعوت

دعوت کی تین قسمیں ہیں: اول دعوتِ نفسی جس کے ذریعے عزیمتِ اسمارِ الٰہی پڑھتا ہے کہ جس سے جنونیت کو قید اور تصرف میں لاتا ہے۔ دوم دعوتِ قلبی کہ جس کے ذریعے فرشتے، موکلات اور مومن مسلمان جنات کی حاضرات اور تسخیرات کی جاتی ہے۔ ایسا عامل تمام عمر حیوانات جلالی و جمالی و کمالی سے پرہیز کرتا ہے اور صاحبِ احتیاط رہتا ہے۔ اگر جلالی جمالی اشیار کھاتا ہے تو اسی وقت غسل کرتا ہے۔ اس قسم کی دعوت پڑھنے سے شرک، کفر، نفاق اور استدراج کے آثار وجود میں پیدا ہوتے ہیں۔ سوم دعوتِ روحی، کہ جس سے جملہ ارواح انبیار و اولیار، غوث، قطب، اوتاد، ابدال اور شہدار کی حاضرات کی جاتی ہے۔ یہ دعوت وہ شخص پڑھتا ہے جو تصورِ حضوری اسم اللہ ذات جانتا ہے۔ ایسے صاحبِ دعوت کا عمل قیامت تک جاری رہتا ہے۔ دیگر عاملِ دعوتِ قبور کشف الارواح شہسوار اور نظار ہوتا ہے کہ ایک ہفتہ کے اندر مشرق سے مغرب تک تمام روئے زمین کے ملکوں اور ولایتوں کو قید تصرف اور قبضۂ تسخیر میں لے آتا ہے۔ اور تمام لوگ کیا عوام اور کیا خواص سب اس کے حکم کے مطیع اور فرمانبردار ہو جاتے ہیں۔ کامل عامل صاحبِ دعوتِ قبور باتوفیق اور اہلِ تصورِ اسم اللہ ذات حضور ہفت اندام مجثۂ نور کے ساتھ جس وقت کسی ولی اللہ کی قبر پر جاتا ہے اور دعوت کی ننگی تلوار اٹھا کر یہ فرماتا ہے: اُحْضُرُوْا یَا مَلِیْكَ الْاَرْوَاحِ الْمُقَدَّسِ لِلْمُسَخَّرَاتِ قُمْ بِاِذْنِ اللّٰهِ ۔ روحانی فوراً جثۂ ظاہر اور وجودِ ظاہر کے ساتھ قبر سے نکل کر سامنے آتا ہے اور السلام علیکم کہتا ہے۔ اہلِ دعوت وعلیکم السلام کہہ کر اہلِ قبر روحانی کے ساتھ دست مصافحہ کر کے ظاہر وجود سے ملاقات کرتا ہے۔ جو کچھ تصرفات خزائنِ غیبی لاریبی بھائی بتاتا ہے چشمِ ظاہر سے اہلِ دعوت کو دکھاتا ہے۔ اہلِ دعوت اس میں سے جس قدر خرچ کرتا ہے کبھی کم نہیں ہوتا بلکہ روز بروز بڑھتا جاتا ہے۔

دیگر دعوت پڑھنے کا طریق یہ ہے کہ اہلِ دعوت زبانِ ظاہر سے کلام پڑھتا ہے اور باطن میں مجلسِ حضوری کے اندر قوتِ باطنی سے اہلِ دعوت کی قلبی یا روحی زبان گویائی اختیار کر لیتی ہے اور ظاہری زبان بولنے سے بالکل بند ہو جاتی ہے۔ اہلِ دعوت قبور اور صاحبِ تصورِ حضور جملہ

حیوانات جلالی و جمالی اور ہر قسم کے لذیذ کھانے کھاتا ہے اور دل کے روشن آئینے کی توجہ اور وحدت کے دہم سے کام کرتا ہے۔ چنانچہ ایکدم میں جملہ مہمات سرانجام کر لیتا ہے خواہ وہ مہم کتنی ہی مشکل ہو۔ آخر دعوت کی انتہار یہ ہے کہ عامل ارواح انبیار و اولیار اللہ کے ساتھ بالکل متحد اور یک وجود ہو جاتا ہے۔ چنانچہ نفس بالنفس، قلب بالقلب، روح بالروح۔ لَحْمُكَ لَحْمِیْ وَدَمُكَ دَمِیْ۔ ایسا عامل کامل جس وقت وِرد وظائف اور دعوتِ قرآن مجید شروع کرتا ہے جملہ انبیار و اولیار اللہ اس کے اردگرد حلقہ باندھ کر اس کے ہمراہ دعوت پڑھنے میں شریک ہو جاتے ہیں۔ ایسے عامل کے لیے دعوت پڑھنی روا ہے۔ دعوت پڑھنا ہر احمق، بوالہوس سر ہوا کا کام نہیں ہے۔ اہلِ دعوت کامل فقیر کل و جز پر حاکم اور امیر ہو جاتا ہے۔ ایسا کامل علم دعوت بدم تمام بقلب دوام اور بروح ہر مقام پڑھتا ہے۔ یہ راستہ پاک نوری جان یعنی باطنی نوری جثے کے قدموں سے طے ہوتا ہے جس پر دو جہان تصدق و جان فدا ہیں۔

طالب کو چاہیئے کہ اول نورِ ایمان حاصل کرے اور شیطان کو مغلوب کرے اور نفسِ حیوان کو حکم میں لا دے جس شخص کے وجود میں حروف اسم اللہ ذات یا حروف اسمار نود و نہ ۹۹ نام باری تعالیٰ یا سی حروف تہجی یا حروف کلمہ طیب لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ یا حروف اسم محمد صلی اللہ علیہ وسلم یا اسمِ حضرت ابوبکر صدیقؓ یا اسم حضرت عمر بن الخطابؓ یا اسم حضرت عثمان بن عفانؓ یا اسم حضرت علی ابن ابی طالب کرم اللہ وجہہٗ یا حروف بسم اللہ الرحمٰن الرحیم تاثیر کرے تو اسے ان اسمار العظام کی تاثیر سے جمعیت حاصل ہو جاتی ہے اور وہ شخص لایحتاج ہو جاتا ہے اور حضور میں پہنچ جاتا ہے۔ ایسے عامل صاحبِ مشق کا وجود گنجِ طلسمات ہے اور اس طرح کے صاحبِ معرفت مقرب الحق کے ہفت اندام نور ہو جاتے ہیں۔ چنانچہ اس کی نظر نور، قلب نور، خواب نور، بیداری نور، خوراک نور ہو جاتا ہے۔ ایسا فقیر صاحبِ نور، صاحبِ دل مثلِ آئینہ روشن ضمیر اگر دوزخ کی آگ میں چلا جاوے تو اس نور کی تاثیر اور ٹھنڈک سے مقام دوزخ سرد اور نیست و نابود بلکہ خاکستر ہو جاتا ہے۔ ایسے اہلِ دیدار جب بہشت میں داخل ہوتے ہیں تو اس کی نظر میں حور و قصور، بہشت زشت معلوم ہوتے ہیں۔ یہ ہیں مراتب عاشقان یک وجود دوام فنا فی اللہ معبود نقش مکرم سی حروف دمشق وجود یہ ہفت اندام و اسمار نود و نہ ۹۹ نام باری تعالیٰ یہ ہے:

اہلِ دعوت حاکم امیر، کُل و جز پر غالب کامل فقیر ہے۔ علم دعوت بدم دوام، بقلب روح تمام بہر مقام کا یہ مرتبہ ہے :

تصور تفکر ا حاضرات کلید	ب	ت	ث	ج
ح	خ	د	ذ	ر
ز	س	ش	ص	ض
ط	ظ	ع	غ	ف
ق	ک	ل	م	ن
و	ھ	لا	ء	ی

نقش وجودیہ کشائندۂ عقدۂ معرفت توحید بالیقین است۔ نقش مکرم یہ ہے :

الله
لا اله الا الله محمد رسول الله
ھو ھو
سره
ھو ھو
لا اله الا الله محمد رسول الله
مجلس محمدیؐ
الله
معراج ﷺ الله بالتفکر
شعلۂ انوار
الله
مشرف دیدار
شعلۂ انوار
الله
الله
محمدؐ
مشرف دیدار
الله
علم لدنی
عالم الغیب و الشھادة
ھو الرحمٰن الرحیم
الله
محمدؐ
الله
محمد رسول الله
الله
چشم باحیاں لاہوت لامکاں
قلب سلیم
الله
صدر دل محمد
تجلۂ انوار
الله
حضور پروردگار
تجلۂ انوار
الله
حضور پروردگار
تجلیات
الله
فنائی الذات
وصال
الله
معرفت لازوال

نقش وجودیہ اسماء نودونہ ۹۹ نام باری تعالیٰ یہ ہے :

ھو الله الذی لا الٰہ الا ھو۔ یا اَللّٰہ

تصور تصرف یارحمٰن تفکر توجہ	یارحیم	یاملک	یاقدوس	یاسلام	یامُؤمن	یامھیمن	یاعزیز	یاجبّار
یامتکبّر	یاخالق	یابارئ	یامصوّر	یاغفّار	یاقہّار	یاوھاب	یارزاق	یافتّاح
یاعلیم	یاقابض	یاباسط	یاخافض	یارافع	یامعزّ	یامذل	یاسمیع	یابصیر
یاحکم	یاعدل	یالطیف	یاخبیر	یاحلیم	یاعظیم	یاشکور	یاعلی	یاکبیر
یاحافظ	یامقیت	یاحسیب	یاجلیل	یاکریم	یارقیب	یامجیب	یاواسع	یاودُود
یامجید	یاباعث	یاشھید	یاحق	یاوکیل	یاقوی	یامتین	یاولی	یاحمید
یامحصی	یامبدی	یامعید	یامحی	یاممیت	یاحَیّ	یاقیوم	یاواجد	یاواحد
یااحد	یاصمد	یاقادر	یامقتدر	یامقدم	یامؤخر	یااوّل		
یاآخر	یاظاھر	یاباطن	یاوالی	یامتعالی	یابرّ	یاتوّاب	یامنتقم	یاسطیع
یارؤف	یا ملک الملک	یا ذالجلال والاکرام	یامقسط	یاجامع	یاغنی	یامغنی	یامعطی	یامانع
یاضار	یانافع	یانُور	یاھادی	یاباقی	یاوارث	یارشید	یاصبور	یامن لیس کمثلہ شیئٌ

نقشِ ولایت ہادی ہدایت لانہایت یہ ہے :

الله جل جلاله	محمدؐ
ابوبکرؓ	عمرؓ
عثمانؓ	علیؓ

اگر طالب چاہے کہ روزِ اول ہی قُربِ معرفت اور حضور سے مشرف ہو جاوے اور غرقِ دریائے فنا ہو اور کل و جز مقامات ابتداء و انتہا یکبارگی اس پر کُھل جاویں اور جامع جمعیت ہو تو مرشد کامل کو چاہیئے کہ تصوّرِ اسم اللہ ذات یا نقش دائرۂ اسم اللہ ذات سے طالب پر وہ مقام کھول دے کہ طالب کے جو مطالب ہوں وہ سب اُسے مشروحاً حاصل ہو جائیں اور علم حضور سے حضور بخشے اور جملہ حجب حجابات اور ظلمات سے طالب کو نکال دیوے۔ قولہٗ تعالیٰ :

اَللّٰهُ وَلِیُّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا یُخْرِجُهُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ ط عارف فنا فی اللہ نورانی عالم باللہ سیرانی جب علمِ اسرار پڑھتا ہے تو سراسر پردۂ حجاب اس کے سامنے سے اٹھ جاتے ہیں اور سر سے لے کر قدم تک اس کے تمام جسم پر قطرات مطرات انوار کی بارش ہوتی ہے، یہ ہیں مراتب ہمہ اوست در سرِ مغز و پوست، دوام پیوستہ یک وجود با دوست۔

اے طالب! اگر تو آنکھیں رکھتا ہے تو دیدار دیکھ بالیقین۔ اور اگر تو کورِ چشم ازلی ہے تو طلب جیفۂ مردار دُنیا کیا کر اے بے دین۔

حقیقتِ دنیا

خدا اور بندے کے درمیان پردہ اور حجاب محض محبت دنیا اور طلبِ دنیا ہے اور بس۔ تمام آفات اور بلاؤں کو اگر ایک جگہ جمع کیا جائے تو ان سب کی کنجی یہی دنیا ہے۔ دنیا سے غرض اور مقصود انسان کے لیے صرف ایک قرصِ نان ہے لیکن حُبّ اور حرصِ دنیا فریب دہندۂ جہان ہے۔ عاقل کو اتنا ہی کافی ہے تمام روئے زمین کے غیبی خزانے جس قدر دنیا میں موجود ہیں وہ سب ولی اللہ فقیر کی قید اور تصرف میں ہیں چنانچہ کسی معمولی ادنیٰ شخص کو بادشاہ ظل اللہ کا منصب عطا کرنا فقیر کامل

قادری عارف ولی اللہ نظار کے لیے بہت ہی آسان کام ہے۔ فقرا اس لیے مراتبِ دنیا سے اعراض کرتے ہیں کہ ان کا دل دنیا فانی سے سرد ہو جاتا ہے اور باطنی دولتِ روحانی اور توشۂ آخرتِ جاودانی سے تسلّی اور جمعیت حاصل کر لیتے ہیں کہ ایکدم دولتِ قربِ الٰہی بہتر از ہزارہا سال کی بادشاہی ؎

پس از سی سال ایں معنی محقق شد بخاقانی — کہ یکدم با خدا بودن بہ از ملکِ سلیمانی

بیت سلطان العارفین سلطان باہوؒ :

شاہانِ جہان میرے غلاموں کے ہیں غلام — میں حاضر درگاہ ہوں ہر صبح و ہر شام

مرتبۂ دنیا سراسر ذلّت ہے اور مرتبۂ فقر جاودانی عزت ہے۔ قولہٗ تعالیٰ :

"تُعِزُّ مَنْ تَشَآءُ وَتُذِلُّ مَنْ تَشَآءُ"۔ فقیر اہلِ دعوت شہسوارِ قبور غالب الاولیا کسی جنگل یا ریگستان میں دریا کے کنارے یا کسی ولی اللہ کی قبر پر جب دعوت پڑھتا ہے تو دونوں جہان میں اپنی دعوت سے تہلکہ اور زلزلہ ڈال دیتا ہے اور جملہ عالمِ غیب رُوحانی لطیف مخلوق میں کہرام مچ جاتا ہے۔ چنانچہ جملہ ارواح غم، افسوس اور حیرت میں آجاتے ہیں۔ اور جملہ مؤکلات فرشتے عبرت کھا کر غش غش کرنے لگ جاتے ہیں اور جملہ جنونیت قید اور حسرت میں پڑ جاتے ہیں۔ حتیٰ کہ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم بمعہ جملہ اصحاب کبارؓ و حضرت امام حسنؓ و حضرت امام حسینؓ و حضرت شاہ محی الدینؓ تشریف لا کر اہل دعوت کی دستگیری فرما کر اس کی مشکل مہم بارگاہِ الٰہی سے حل کرا دیتے ہیں۔ اور اسے اشارت کامیابی و بشارت کامرانی سے سرفراز فرما دیتے ہیں اور جملہ مطالب دارین اپنی آنکھوں سے دکھا دیتے ہیں۔ اس کے بعد جب کبھی اہلِ دعوت ورد وظیفہ بطورِ دعوت پڑھنے کا ارادہ کرتا ہے فرشتے مؤکلات حاضر ہو اس کی مشکل مہم بارگاہِ الٰہی سے حل کرا دیتے ہیں۔ ابیات :

مرد کے منصب ہیں اور اپنے مقام — دعوت دم ہو تو ہیں منصب تمام

کامل[1] عامل اہلِ دعوت دشمن کو دم میں اس طرح پکڑ لیتا ہے کہ اس ایکدم میں دشمن کو

---

[1] اہل دعوت دم اپنا دم جملہ مخلوقات ہژدہ ہزار عالم سے ملا کر ہر ایک نبی، ہر ولی، ہر فرشتے اور ہر جن و انس سے اتحاد پیدا کر کے اس سے اپنے معاملات میں اور کاروبار میں مدد لے سکتا ہے۔ مثلاً اہل دعوت دم

بقیہ اگلے صفحہ پر

ہلاک کردیتا ہے محض کامل قادری ہی اسی طرح محرم دم دوام ہے اور کامل قادری ہی کے ایکدم میں تسخیرِ عالم تمام ہے۔ اس قسم کے اہلِ دعوت دم نوش سانپ کی طرح ہوتے ہیں کہ جس کسی کو اپنے دم میں پکڑ لیتے ہیں۔ پس اسی ایک دم میں اس کا کام تمام کرلیتے ہیں۔ اس کا دم حاکم یا

کا اگر کسی مردہ کو زندہ کرنے کا ارادہ ہوتا ہے تو وہ اپنا دم حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے ملا کر ان کی روحانیت کی حاضرات کرتا ہے اور اس سے اتحاد پیدا کرکے اس کی باطنی طاقت اور روحانی ہمت سے مردہ کو زندہ کرلیتا ہے۔ اسی طرح ہر نبی کی مخصوص روحانی طاقت سے استفادہ کرتا ہے، اور جب اسے قرآنِ کریم کے اصلی حقیقی معنی اور شانِ نزول معلوم کرنا مطلوب ہوتا ہے تو حضرت جبرائیل علیہ السلام سے دم ملا کر قرآنی علم اور حقیقت کو پالیتا ہے۔ اور اگر کسی واجب القتل دشمن کو ہلاک کرنا مقصود ہو تو حضرت عزرائیلؑ سے دم ملا کر دشمن کو ہلاک کردیتا ہے۔ وعلیٰ ہذا القیاس۔ کیونکہ باطن میں ہر نبی، ولی، فرشتہ اور جن ایک خاص روحانی طاقت کا حامل ہے اور اسی سے خاص کام نکل سکتا ہے۔ لِکُلِّ فَنٍّ رِجَالٌ یعنی ہر فن اور کام کے لیے آدمی مقرر ہیں۔ نہیں دیکھتے کہ اگر کسی کا کپڑا پھٹ جائے تو اسے دھاگے کی سوئی سے سیا جا سکتا ہے۔ اس کے بغیر دنیا کے تمام اوزار اس کے لیے بیکار ہیں۔ غرض باطنی اور روحانی دنیا میں ہر نبی، ولی، فرشتہ اور جن ایک مخصوص روحانی طاقت اور ایک ممتاز باطنی قوت اور امرِ الٰہی کا مالک مختار اور مجاز ہے اور اسی کی وساطت اور وسیلے سے وہ خاص کام کیا جا سکتا ہے۔ اہلِ دعوت دم جملہ غیبی علوی اور سفلی مخلوقات سے اپنا دم ملا کر اتحاد پیدا کرلیتا ہے اور ان سے کاروبار میں مدد لیتا ہے۔ حضرت بایزید بسطامیؒ فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ راستے میں ایک کیڑا میرے پاؤں کے نیچے آکر ہلاک ہوگیا۔ مجھے بہت افسوس ہوا اور میں اسکے دوبارہ زندہ ہونے کے لیے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں ملتجی ہوا۔ میری استدعا قبول ہوئی۔ اسی وقت حضرت عیسیٰؑ کی روحانیت میری طرف بھیجی گئی۔ چنانچہ ان کی وساطت سے اس کیڑے کو زندہ کیا گیا۔ جب عامل منتہی اہلِ دعوت دم کے مرتبے کو پہنچ جاتا ہے تو اسے کسی مشکل مہم یا کام کے لیے زبانی طور پر دعا و کلام وغیرہ نہیں پڑھنی پڑتی نہ ہونٹ اور زبان ہلانی پڑتی ہے بلکہ وہ محض توجہ، دم اور ہمت سے جس کام کے لیے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ کی طرف متوجہ ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ اپنی قدرت کاملہ سے فوراً اس کام کی تکمیل کا انتظام اور بندوبست فرمادیتے ہیں جیسا کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جب تبدیلی قبلہ کے لیے آسمان کی طرف منہ پھیر کر ارادہ کیا تو اللہ تعالیٰ نے فوراً وہ ارادہ پورا کردیا۔ کَمَا قَالَ عَزَّ ذِکْرُہٗ: "قَدْ نَرٰی تَقَلُّبَ وَجْهِكَ فِي السَّمَاءِ فَلَنُوَلِّيَنَّكَ قِبْلَةً تَرْضٰهَا۔" ترجمہ: اے نبی! ہم نے تبدیلی قبلہ کے لیے استدعا کے طور پر آپ کا منہ آسمان کی طرف پھرتے دیکھ لیا ہے، پس ہم نے وہ قبلہ تیرے لیے مقرر کردیا جسے تو چاہتا ہے۔

بادشاہ کا گویا اٹل حکم ہوتا ہے۔ کامل قادری کی نظر میں تصرف گنج ہائے الٰہی غیبی لاریبی بے شمار ہوتے ہیں۔ اس لیے وہ ہر قسم کی مدد معاش اور طمع اہل دُنیا امراء و بادشاہ سے بے نیاز ہوتے ہیں۔ فقیر کے لیے ابتدا میں تصرف آزمائش نان ہے۔ بعدہٗ تصرف آزمائش جہان ہے۔

حدیث: اِنَّ اللّٰهَ يُجَرِّبُ الْمُؤْمِنِيْنَ بِالْبَلَاءِ كَمَا يُجَرِّبُ الذَّهَبَ بِالنَّارِ۔

ترجمہ: اللہ تعالیٰ آزماتا ہے مومنوں کو بلا اور آفات سے جس طرح سونے کو آگ میں آزمایا جاتا ہے۔"

فقیر درویش عارف ولی اللہ عالم باللہ، پیر و مرشد استاد، اہلِ ولایت، غوث قطب اور صاحبِ منصب ابدال، اوتاد تب واصل باللہ ہوتے ہیں جبکہ وہ تصرفِ ظاہری اور تصرف باطنی ہر دو حاصل کرلیتے ہیں کہ ان جملہ مراتب کو جمعیت داریں کل کہتے ہیں۔ تصرف[1] ظاہری یہ ہے کہ جو کچھ سونا، چاندی نقد و جنس دنیا میں موجود ہے سب اپنی نظر مثل اکسیر اور قوت علمِ تکسیر سے

---

[1] تصرفات دو قسم کے ہیں: تصرفِ ظاہری اور تصرف باطنی۔ تصرفِ ظاہری یہ ہے کہ علم تصورات یعنی علمِ اکسیر اور علم دعوات علم تکسیر سے مؤکلات سفلی اور مؤکلات علوی کے ذریعے عوام اور خواص لوگوں کے قلوب کو مسخر کرکے انہیں اپنا مطیع، فرمانبردار اور طالب مرید بنالیتا ہے اور ان سے ہر قسم کی خدمت لیتا ہے۔ یہ بھی ایک قسم کی ظاہری غنایت ہے۔ دوم ان مؤکلات کے ذریعے باطن میں قسم قسم کے علوم و فنون مثلاً مجرب نقوش، علمِ جفر اور صنعت وغیرہ بنانے کے ہنر سیکھ لیتا ہے اور دنیا سے لامحتاج ہوجاتا ہے۔
سوم تصور اسم اللہ ذات اور دعوت القبور سے عامل ولی اللہ کی باطنی آنکھ کھل جاتی ہے اور زمین کے نیچے پرانے دفینے اس پر منکشف ہوجاتے ہیں۔ ان میں سے جس قدر چاہتا ہے لے لیتا ہے۔
چہارم جب ولی اللہ ان باطنی نعمتوں اور روحانی لذتوں سے لطف اندوز ہوتا ہے تو تمام دنیوی عارضی فانی لذات سے اس کا دل سرد ہوجاتا ہے اور ان اشیاء سے اُسے کوئی محبت نہیں رہ جاتی۔ چنانچہ دولت باطنی سے اس کا دل مستغنی ہوجاتا ہے۔ تصرف باطنی یہ ہے کہ ولی اللہ اللہ تعالیٰ کے مشاہدے اور دیدار میں مستغرق ہوجاتا ہے یا مجلس حضرت سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم میں ہمیشہ کا حضوری ہوجاتا ہے۔ دنیا اور عقبیٰ کے جملہ نعماء اور تمام لذات اس باطنی لذتِ دیدار اور لذتِ حضور احمد مختار صلی اللہ علیہ وسلم کے مقابلے میں بالکل ہیچ ہیں۔

دنیاست بلاخانہ و عقبےٰ ہوس آباد — حاصلِ ایں ہر دو بیک جو نستانیم
اہلِ عقبےٰ سود برد ند طالب دنیا زیاں — گرمی بازار او سود و زیانِ من بسوخت

اپنے قبضے اور تصرف میں لے آتا ہے۔ یہ تصرفِ دنیا فقیر کے لیے ظاہر موجبِ غنایت بن جاتا ہے، اور تصرفِ باطن یہ ہے کہ فقیر اوّل تماشۂ مقامِ حسابگاہ یوم الحشر پر نگاہ رکھے اور دن رات خوفِ خدا کے سبب درد و الحاح سے آہ آہ کرتا رہے۔ اس کی جان کباب کی طرح بریاں ہو اور آنسوؤں کی بجائے اس کی آنکھوں سے خون رواں ہو۔ بعدہٗ تصرف تماشۂ عقبیٰ بہشت سے زندگی میں لطف اندوز ہو اور حور و قصور و نعماء بہشتی سے باطن میں بہرہ ور ہو جائے اور دل میں اُسے آخرت کی نسبت کوئی غم اور فکر باقی نہ رہے اور نیز تصرف مقامِ ازل حاصل کرے اور آوازِ اَلَستُ بِرَبِّکُم سن کر جملہ ارواح کی صف میں کھڑے ہو کر بلیٰ کا جواب دے دیوے اور نیز تصرف مقامِ ابد کا مشاہدہ کرے۔ مرشد کامل طالب صادق کو ان چار مقام کی سیر او مشاہدہ کراتا ہے اور ان کا تصرف دلاتا ہے کیونکہ ان چاروں تصرفات میں جمیعت نفس از قسم نان و جمیعت ہر مکان و زمان جملہ جا موجود ہے۔ دنیا کی جملہ لذات چار قسم کے ہیں۔ اول ذائقہ انواع و اقسام کے طعام اور لذیذ لذیذ کھانوں کا۔ دوم لذتِ شہوت مجامعت زن، سوم لذتِ حکم و حکومت بادشاہی۔ چہارم لذتِ علم مطالعہ نیک آگاہی۔ یہ چاروں قسم کی لذات کم بخت، کم طالع، بے نصیب نفسانی آدمی اختیار کرتا ہے اور اسے مرغوب و مطلوب ہوتے ہیں۔ یہ مذکورہ بالا قسم کے تصرف ناقص ہیں بلکہ اس قسم کے عارضی، فانی، ناقص تصرفات خوشی وقتی نفس ہیں۔ طالب اللہ کو چاہیے کہ یہ تصرفات اپنے اوپر حرام کرے۔ تصرف پنجم حقیقی معرفتِ الٰہی اور مشاہدۂ دیدار ہے کہ جمیع لذاتِ فانی دنیا اور لذاتِ حور و قصور عقبیٰ سے زیادہ خوشگوار اور پائیدار ہے۔ کامل کو مرتبۂ حیات اور تصرف عالمِ ممات کے تجربے اور مشاہدے باطن میں ہدایت لانہایت سے حاصل ہوتے ہیں۔ چنانچہ مشاہدۂ تلخی ممات و حساب کتاب عذابِ قبر عالمِ ممات، گزر پُل صراط ممات و دخول بہشت عالمِ ممات اور حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دستِ مبارک سے شراباً طہوراً نوش فرمانا اور عالمِ ممات اور عذابِ قبر سے زندگی میں نجات پانا اور صورِ اسرافیل اور وزنِ اعمال وغیرہ جملہ احوالاتِ عالمِ ممات ہر دم اور ہمیشہ صحیح طور پر طالب زندگی میں تجربہ اور مشاہدہ کر لیتا ہے اور دوام صحبتِ انبیاء و اولیاء اللہ حاصل کر لیتا ہے۔ اسے جمیعت باطنی کہتے ہیں۔ جس شخص کو یہ مذکورہ بالا جملہ تصرفات اور ان کے نظارے اور حصول کی توفیق از راہِ تحقیق حاصل نہ

ہو جائے، وہ ہرگز فقیر نہیں ہے۔

ابیات

قبر میں جثہ کو جانیں لوگ عام — لیک باہر پھرتے ہیں کامل مدام
ہیں کبھی توحید میں گاہ با نبیؐ — جثۂ نوری ہے رکھتا ہر ولی
قبر میں گر عرش پر رہتے ہیں وہ — سیر جسم نور سے کرتے ہیں وہ
جثۂ نوری خاک میں ملتا نہیں — کھائے کیسے نور کے پُتلے زمیں
اولیاء کو قبر ہے باغِ بہشت — بے خبر اس حال سے ہیں اہلِ زشت
قبر سے باہر نکل کر اولیاء — جن سے چاہیں بات کرتے ہیں سدا
دل سے دیتا ہے دلیل الہام سے — دل کو فرحت یار کے پیغام سے
واقف ہیں اس حال سے صاحبِ نظر — خاک دیکھے کور چشم بے خبر
مرشدِ کامل نہ جس کو ہو ملا — قبرِ عارف سے ہے ہوتا اولیاء
اولیاء کا جس جگہ تو نام لے — ہوئے حاضر اور تجھے الہام دے
ہے مقامِ رُوح بالا لامکاں — نُور حاضر نور ہو بے جسم و جاں

جو ان مراتب تک پہنچ جاتا ہے اس کے لیے موت و حیات برابر ہو جاتے ہیں۔ کیونکہ بجثۂ نور لامکان میں حضور خداوندی میں پہنچ کر دیدارِ پروردگار سے ایسا مشرف ہوتا ہے کہ مراتبِ حیات و ممات کو بھی فراموش کر دیتا ہے۔ یہ مراتب "ہمہ از اوست در مغز و پوست" کے ہیں اللہ بس ما سوی اللہ ہوس۔

دعوتِ تیغ برہنہ جاننا چاہیے کہ قبر پر دعوتِ تیغ برہنہ ہر وہ شخص پڑھتا ہے جو یا تو صاحبِ توفیق حضور ہو یا احمق بے شعور ہو۔ صاحبِ حضور اولیاء اللہ

---

[1] کامل اہلِ دعوت تو قبر پر اس لیے دعوت پڑھتا ہے کہ وہ اس کا اہل ہوتا ہے اور وہ اہلِ قبر سے خزانہ حاصل کر سکتا ہے لیکن احمق دعوت کے نتائج سے لاعلمی کے باعث اور اس کام کو آسان سمجھ کر دعوت پڑھتا ہے اور بجائے فائدہ کے رنج و مصیبت سے دوچار ہوتا ہے کسی بھی خزانے تک رسائی کے لیے قوت و اہلیت درکار ہوتی ہے جبکہ احمق ان سے تہی دامن ہوتا ہے۔ ایسا شخص اگر اہلِ قبر کو بلا وجہ تنگ کرے تو اہلِ قبر

بقیہ اگلے صفحہ پر

کی قبر سے خزانہ حاصل کر لیتا ہے جبکہ بے شعور رجعت کھا کر موت کی گھاٹ اتر جاتا ہے۔

ابیات

قبر پر دعوت پڑھوں ہوں شہسوار — ہاتھ میں تلوار مثلِ ذوالفقار
عامل و کامل ہوں اور صاحبِ نظر — اہلِ رُوحانی کو ہے اس کی خبر

رجعتِ قبر لادوا ہے مگر کامل فقیر، عامل صاحبِ قرب کی توجہ اس کی دوا ہے۔

شرحِ علمِ دعوت وہی دل حقیقتاً دل کہلانے کا مستحق ہے جو کسی کامل مردِ خدا کی قوتِ توجہ سے آب ہو سکے ورنہ بصورتِ دیگر دل پانی اور مٹی کا مجموعہ اور لوتھڑا ہے۔

بیت

گرچہ ہے مقبول اے زاہد تری تسبیح کا شور — پر صفائی آہ و دردِ آلودِ رنداں سے ہے اور

عالم عامل صاحبِ دعوت دو حالتوں کا حامل ہوتا ہے یعنی ظاہر زبان سے وِردِ وظائف سے دوچار ہوتا ہے اور بباطن حضوری و معرفت اللہ سے ہمکنار ہوتا ہے۔ اہلِ دعوت اگر یہ صفا نہیں رکھتا تو وہ رجعت کھا کر اپنے خون کا وبال اور زوال اپنی گردن پر لیتا ہے۔ عامل صاحب دعوت دو مناصب رکھتا ہے۔ ایک تصرّف کے ساتھ قبور پر دعوت پڑھتا ہے، دوسرا تصوّر اسم اللہ ذات کے ذریعے حضوری جاتا ہے اور اس کے ہفت اندام معرفتِ اللہ سے نُور ہو جاتے ہیں۔ ایسا عامل کامل صاحبِ دعوت ظاہر زبان سے سورۃ مزمل پڑھتا ہے اور بباطن خود کو حضور مجلس محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم میں پہنچا دیتا ہے۔ علمِ دعوت پڑھنے والا دو حکمتوں سے خالی نہیں ہوتا۔ اگر ایک ہفتہ کے اندر مشرق تا مغرب اور جنوب تا شمال ہر ملک اور سلطنت کو تصرف میں لے آئے اور تمام عالم کو پکڑ لے تو وہ کامل عالم ہے اور اگر علمِ دعوت کے پڑھنے سے مجنون اور دیوانہ ہو کر ہلاک ہو جائے تو وہ ناقص اور خام ہے۔ عامل کامل صاحبِ دعوت کے لیے دو علوم گواہ ہیں جن تک رسائی انتہائی مشکل اور کٹھن راہ ہے

(بقیہ حاشیہ گزشتہ صفحہ) غضبناک ہو کر جاہل دعوت خواں کو نقصان سے ہمکنار کرتا ہے لہٰذا اس علم سے ناآشنا کو دعوت پڑھنے کی جرأت نہیں کرنی چاہیے۔

ایک یہ کہ مثلِ نرِ شیر مرد شہسوار اور قاتلِ تیغ برہنہ ذوالفقار بردار ہو اور دوسرا عارف نظار ہو۔ جو کوئی اس طرح کی دعوت پڑھتا ہے، اس کے وِرد و وظائف شروع کرتے ہی مؤکل فرشتہ بارش کے قطروں کی طرح اس کے روبرو سُرخ طلائی اشرفیاں اس قدر برساتا ہے کہ پڑھنے والا اس خزانے پر تصرف پا کر عمر بھر کے لیے لایحتاج ہو جاتا ہے۔ اس قسم کے علمِ دعوت کو تصرف عوام کہتے ہیں۔ عالمِ علمِ دعوت جس قدر چاہتا ہے اس میں تصرف کرتا ہے۔ یہ ابتدائی مرتبہ فقیر لایحتاج کا نہ کہ فقیر گداگر کا جو ہر دَر پر سوال و صدا کرتا ہے۔ فقیر باجمعیت عطا کرنے والا ہوتا ہے۔ اس کا دل غنی اور قوی ہوتا ہے۔ وہ بحضورِ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ناظر ہوتا ہے اور تصرف میں ہوشیار ہوتا ہے تاہم اللہ تعالیٰ کے ایسے بے شمار خزانوں پر تصرف کے باوجود وہ ان میں سے ایک درہم اپنی ذات کے لیے جائز نہیں جانتا۔ عاملِ دعوت کے لیے دو عمل ہیں یعنی تصرف توفیق اور تصورِ تحقیق۔ جبکہ عالم دعوت اور عاملِ علمِ دعوت، کاملِ علمِ دعوت، مکمل علمِ دعوت اور جامع علمِ دعوت کے لیے بھی دو علم ہیں یعنی اوّل نیّت دوم نماز۔ عامل دعوت وہ ہے کہ جو جیسے ہی دعوت کے لیے وِرد وظائف شروع کرتا ہے روئے زمین پر موجود صاحبانِ ولایت اور مشرق و مغرب، شمال و جنوب یعنی چاروں کونوں بلکہ شش جہات کے جملہ اولیاء اللہ کلیاتِ ولایت ہاتھ میں لیے ہوتے آتے ہیں اور اس کے سامنے پیش کرتے ہیں۔ اگر صاحبِ دعوت تمام دنیا کو حتیٰ کہ ملکِ سلیمانی اور ہفت اقلیم کو ایک ہفتے کے اندر تصرف اور قبضے میں لے آئے تو یہ امر باعثِ حیرانی نہیں ہونا چاہیے بلکہ اس امر پر یقین و اعتبار کرنا چاہیے۔ وہ کونسا علم اور عمل ہے جو ہر ایک پر غالب ہے جو روزِ اوّل نصیبِ طالب ہے اور جو باعثِ حصولِ جملہ مطالب ہے، وہ ہے علم بتصورِ حضور توفیق اور تصرفِ قبور تحقیق۔ معلوم رہے کہ تمام عمر علمِ کتاب و تفسیر اور مسائلِ فقہ و حدیث سے نفس خبیث اصلاح پذیر نہیں ہوتا خواہ کوئی شب و روز علم کے مطالعے میں مصروف رہے۔ ہزاروں دعوتیں اور بہت سے وظائف پڑھے، بے شمار مراقبے اور ذکر اذکار کرے، لاتعداد لشکر جمع کرے اور بے حد خزانوں پر تصرف ہو جائے اِن تمام امور سے فقیر کامل کی ایک توجہ بہتر ہے کیونکہ جو فقیر کامل قُربِ حضوری مولا سے ایسی توجہ جانتا ہے تو اس کی توجہ تا قیامت روز بروز ترقی کرتی ہے اور اس کی توجہ توفیق و تحقیق کم نہیں

ہوتی۔ پس توجہ کامل کیا ہے اور صاحبِ توجہ عالمِ باعمل کون ہوتا ہے؟ وہ جو ہر علم پر عامل ہو نہ کہ وہ جو محض علم کا حامل ہو۔ قَالَ علیہ السلام: "اَلْعِلْمُ لِلْعَمَلِ وَلَا لِلْبَحْثِ وَلَا لِلتَّفَخُّرِ۔ یعنی علم برائے عمل ہے نہ کہ برائے بحث و فخر ہے۔" جاننا چاہیئے کہ علمِ دعوت میں جس کا دم اور دل متوجہ پروردگار مدام ہے اس کا مخلوق کی طرف رجوع کرنے سے کیا کام ہے۔ اولیاء اللہ[1] جاں بلب جبّل مردہ ہوتے ہیں۔ لہٰذا وہ اہلِ دنیا کے دروازے پر قدم نہیں دھرتے اور اگر دھرتے ہیں تو یہ امر حکمت سے خالی نہیں ہوتا۔ قُربِ[2] خداوندی سے بے خبر آدمی حقیقتاً جاہل ہے خواہ عالم ہی ہو۔ یہ راستہ محض قیل و قال کا نہیں مشاہدۂ حضوری احوال کا ہے۔ غنی[3] اگر سوال کرے تو حلال و روا ہے کہ جمعیت کی غنایت کے باعث وہ باخدا ہے لیکن اس کے برعکس مفلس کا سوال کرنا حرام ہے جس سے وہ کفر، کذب اور شرک میں مبتلا ہو جاتا ہے۔

قال النبی علیہ السلام: اَلسَّوَالُ ذِلٌّ وَلَوْ کَانَ اَبَوَیْہِ۔

یعنی سوال کرنا باعثِ ذلت ہے اگرچہ اپنے ماں باپ سے ہو۔" ؎

دلاتا ہے دیتا ہے مولا نصیب جو سائل کو روکے ہے اہلِ رقیب

قولہٗ تعالیٰ:

"وَ اَمَّا السَّآئِلَ فَلَا تَنْهَرْ۔" یعنی سائل کو مت جھڑکو۔"

---

[1] اولیاء اللہ بلحاظِ خواہشاتِ نفس معنوی طور پر مردہ ہوتے ہیں۔ بایں وجہ وہ اہلِ دنیا کے دروازے پر نہیں جاتے، اور اگر کبھی جاتے ہیں تو خواہشِ نفس کے پیشِ نظر نہیں جاتے بلکہ کسی حکمت کے تحت جاتے ہیں۔

[2] ظاہری علم باطنی علم کے لیے معاون اور وسیلہ ہے۔ اس سے باطن کو سمجھنے کی کوشش کی جائے تو ٹھیک ہے لیکن اسکو مقصود تصور کر کے اسی پر اکتفا کر لینا جہالت کے مترادف ہے۔

[3] غنی اطمینان و جمعیت کے باعث حقیقتاً سوال سے بے نیاز ہوتا ہے۔ یہاں دل کی غنایت مراد ہے۔ ایسے غنی کے پیشِ نظر مسبب یعنی اللہ کی ذات ہوتی ہے نہ کہ سبب اور مخلوق۔ وہ سبب کو محض مسبب کی دین و عطا کا موجب جانتا ہے۔

لہٰذا اس کا سوال کرنا حلال و روا ہوتا ہے جبکہ دل کا مفلس سبب کو ہی دین و عطا کا ذریعہ خیال کرتا ہے بنابریں وہ کفر و شرک کا مرتکب ہوتا ہے۔

سخی[1] کا دل دو انگشتِ رحمانی میں ہوتا ہے جبکہ بخیل کا دل دو انگشتِ شیطانی میں ہوتا ہے تو خود کو کن میں شمار کرتا ہے۔ بخلِ قارونی کو دل سے دھو ڈال، اس لیے کہ غنی فقیر ہی لایحتاج ہوتا ہے۔ علاوہ ازیں خواہ عالم فاضل ہو یا جاہل سب مفلس و محتاج ہیں جب کہ حقیقی جاہل تو اسے کہتے ہیں جو اپنے نفس کے خلاف جہاد نہ کرے۔

ابیات

مَیں خدا کے واسطے ہوں مانگتا ورنہ ملکوں پر ہوں مثلِ بادشاہ
تُو فقیروں کو سمجھتا ہے حقیر سب امیروں پر ہیں غالب یہ امیر

شرحِ پیر و مرشد

پیر و مرشد معظم حاملِ عظمت اہلِ شریعت عظیم وہ ہے جو صفتِ علم سے متصف ہو۔ حکمت سے آراستہ اور کرم سے پیراستہ ہو، صراطِ مستقیم پر چلتا ہو، قلبِ سلیم رکھتا ہو۔ وصفِ رحیمی سے موصوف ہو اور اس کے آگے نفس و شیطان ہر دو مغلوب ہوں اور جسے مجلسِ محمد رسول اللہ صَلَّی اللّٰہ علیہ وسلّم میں مدام حضوری حاصل ہو۔ یہ ہیں مراتب پیر و مرشد جامع کے کہ جمعیتِ تمام اللہ کے ساتھ ہو۔ اس طرح کے مرشد دراصل طریقۂ قادری میں ہوتے ہیں۔

شرحِ مجلسِ پیر و مرشد

جاننا چاہیئے کہ پیر و مرشد کی مجلس میں عالم مفسّر، صاحبِ تفسیر حاملِ قالِ پُر تاثیر اور نفس پر امیر اس کے روبرو ہو۔ اسکی دائیں جانب عالم فقیہہ ہو جس کا نفس فنا ہو نہ ہوس رکھے نہ ہوا۔ جسی اللہ وکفیٰ باللہ، اللہ بس ماسویٰ اللہ ہوس۔ اور اسکی بائیں جانب اہلِ تصوّف، صبغتہ القلب، روشن ضمیر فنا فی اللہ فقیر ہوں اور اہلِ دنیا اسکی پشت کی طرف ہوں کہ مخلصین اہلِ دنیا کو دیکھ نہ سکیں۔

قولہٗ تعالیٰ: "وَلَا تَرْکَنُوْا اِلَی الَّذِیْنَ ظَلَمُوْا فَتَمَسَّکُمُ النَّارُ۔ یعنی ظالموں کے قریب

---

[1] انسان کی دلی نیت اور قلبی کیفیت کے مطابق کارکنانِ قدرت دل پر متصرف رہتے ہیں۔ لہٰذا سخی کے دل کو جب ایسی دو انگشتِ رحمانی سے تحریک ہوتی ہے تو وہ سخاوت پر کاربند اور آمادہ ہوتا ہے۔ اس کے برعکس بخیل کا دل دو انگشتِ شیطانی میں ہوتا ہے جو اسے سخاوت سے روک کر بُخل پر کاربند اور آمادہ رکھتی ہیں۔

نہ جاؤ کہ ان کے ظلم کی آگ تمہیں چھو جاتے گی"۔ ایسی صفات سے موصوف مرشد لائقِ ارشاد ہے ورنہ طالبوں کا راہزن اور مایۂ فساد ہے۔

شرحِ طالب مرید

طالب مرید باادب حیادار، طالبِ پروردگار، علم میں عالم فاضل ناظر ہوشیار، عقل بیدار، باوفا، جاں نثار ہو۔ ایسا طالب لائقِ تلقینِ پروردگار ہوتا ہے بلکہ طالب مرکبِ نفس کا شہسوار، زندہ قلب، فرحتِ روح، بدعت سے بیزار، باشعور اور دانش شعار ہو۔ ایسا طالب مرشد سے معرفتِ خداوندی اور قربِ حضور طلب کرتا ہے اور لوگوں کی تسخیرات کے لیے کیے جانے والے ذکر مذکور اور تسبیحات کو ترک کرتا ہے۔ جان لے کہ علم سرمایۂ ایمان ہے اور علم ہر دو جہان میں روشنی کا سامان ہے اور علم لاہوت لامکان میں پہنچانے والا ہے علم ہی عین عیان، توحید کا بیان اور تیغِ قاتل ہے یعنی قاتلِ نفس و شیطان ہے مگر علم کسے کہتے ہیں اور یہ کیا چیز ہے، اسے کیونکر پڑھا جاتا ہے، اس کے ذریعے کیا معلوم کیا جاتا ہے اور یہ کیا معنی رکھتا ہے؟ ظاہری علم عبادات و معاملات کا علم ہے یعنی خوف و رجا کا علم جاننا۔ جب کہ اصل جاننا یہ ہے کہ حق کو جان لیا جائے۔ حق اسے کہتے ہیں کہ جب علمِ حقیقی وجود میں سما جاتے تو جملہ باطل اس سے نکل جائے۔ تو علمِ حق و باطل کے متعلق کیا جانتا ہے؟ اس سے مراد حقائق و معارف کا حصول ہے جس کی مکمل اساس اور بنیاد اسلام ہے جس سے کفر و شرک، باطل بدعت، آفاتِ نفسانی و شیطانی اور دُنیوی پریشانی جلد رفع ہو جاتی ہے، یہ ہے عین العلم حقیقی جس سے اہلِ تحقیق حق سے حق کو جان لیتے ہیں کیونکہ وہ علم بندگی کے لیے پڑھتے ہیں نہ کہ شکم سیری اور زینت کی خاطر پڑھتے ہیں۔ قولہٗ تعالےٰ:

"كُلُوْا وَاشْرَبُوْا وَلَا تُسْرِفُوْا اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْمُسْرِفِيْنَ۔ یعنی کھاؤ اور پیو اور اسراف نہ کرو، بیشک اللہ تعالیٰ اسراف کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔

ابیات

تا گلو کھانا نہ کھا کہ دیگ نہیں — اس قدر پانی نہ پی کہ ریگ نہیں
خدا نے کہا ہے کُلُوْا وَاشْرَبُوْا — نہیں یوں کہا کہ کُلُوْا تا گلو

علم کا مقصود پند و نصیحت ہے جس سے حق کے پسندیدہ اوامر معروف اختیار کیے

جائیں اور نفس کو مدام قید میں لایا جا سکے۔ نہ کہ علم کا مقصود تلاشِ روزگارِ دُنیا ہے اور نہ بادشاہ سے طلبِ روزینہ یا معاش ہے۔ قولہٗ تعالیٰ:

" وَمَا مِنْ دَآبَّةٍ فِي الْاَرْضِ اِلَّا عَلَى اللّٰهِ رِزْقُهَا۔ یعنی جانوروں میں سے زمین پر ایسا کوئی نہیں جس کا رزق اللہ تعالیٰ پر نہ ہو۔" بیت:

غم نہ کھا فرزند کا اسکا بھی رازق ہے خدا — تو کہاں بہتر خدا سے بندہ پرور آ گیا

پس ایسے عالم بیشمار ہیں جو اس قولِ خداوندی کی مصداق ہیں: " اَتَاْمُرُوْنَ النَّاسَ بِالْبِرِّ وَتَنْسَوْنَ اَنْفُسَكُمْ۔ یعنی لوگوں کو نیکی کا امر کرتے ہو اور خود کو بھول جاتے ہو۔" علماء دراصل فقراء اور اولیاء ہیں۔ ایسا عالم جاں سپار ہزاروں میں سے ایک آدھ ہوتا ہے۔ علم سیدھی راہ ہے اور علماءِ عاملین کا گواہ ہے اور علم ہی وسیلۂ درگاہِ الٰہ ہے۔ جو عالم مخالفِ قرآن و رحمان موافقِ نفس و شیطان ہے اور بمطابقِ فرمان علم پر عمل نہیں کرتا وہ محروم ہے۔ علم کے تین حروف ہیں۔ جو کوئی عینِ علم سے عین پالیتا ہے تو اسے عین تک وسیلہ بنالیتا ہے۔ وہ علم کے عین سے لایحتاج ہو جاتا ہے اور علم کے میم سے جانبِ خدا مراجعت کر لیتا ہے اور خود کو نفس و ہوا سے موڑ لیتا ہے۔ جو ان تین حروف سے ناآشنا رہا اور ان کی ماہیت کو نہ پا سکا تو وہ علم کی عین سے عاق، اس کے لام سے لادین اور اس کے میم سے مردود ہوا۔ علم کا مطالعہ سرِ میم سے شروع کر یعنی محمد رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ علیہ وسلّم کی متابعت اختیار کر۔ اگر کوئی طالب علم تمام علم کے حصول کا خواہاں ہو تو وہ بارہ[۱۲] سال میں فارغ التحصیل ہو جاتا ہے لیکن فقیر کامل کی ایک نظر اسے عالم فاضل بنا سکتی ہے۔ اس علم سے مراد علمِ لدنی ہے: " وَعَلَّمْنٰهُ مِنْ لَّدُنَّا عِلْمًا۔ اور ہم نے اسے علمِ لدنی کی تعلیم دی"۔ جس سے علمِ الف واضح ہو جاتا ہے نیز قید میں آجاتا ہے اور اس کو پڑھا جاتا ہے۔ بعدہٗ مطالعۂ علمِ ظاہر و باطن کی احتیاج نہیں رہتی۔ قولہٗ تعالیٰ:

"فَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَّرَهٗ ۝ وَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَّرَهٗ ۝ یعنی جس نے ذرہ بھر نیکی کی وہ اسے دیکھ لے گا اور جس نے ذرہ بھر برائی کی تو اسے نظر آجائیگی"۔ وہی شخص عالم باللہ ہوتا ہے جو مذکورہ علم کے مطالعہ سے غافل نہیں رہتا اور اس پر عمل کرنا جانتا ہے۔ نہ کہ وہ لاعلم جو بارہ[۱۲] سال تک شب و روز کتبِ صرف و نحو اور تفسیر بیضاوی پڑھتا ہے۔

؎ لکھتے پڑھتے ہی رہے گو عمر بھر　　معرفت حاصل نہ ہو پائی مگر

یقین رکھ کہ جس طرح کتاب یا قرآنِ کریم میں لکھا ہوا حرف محو کیا جاتا ہے اسی طرح وجودِ عالم سے نفس کی غلطی اور غضب کو بھی دُور کیا جاتا ہے۔ ان نفسانی اغلاط کو دفع کرنے کے لیے فقیر کامل بطور معالج اور استاد ہوتا ہے جو نفس کو فنا کر کے حضور میں پہنچا دیتا ہے۔ تُو جانتا ہے کہ ابتدارِ وحی میں غیب الغیب سے جبرائیل علیہ السّلام مدلل حروف و آیات کا علم لائے کہ پیغمبروں کا پیغام حصولِ معرفت، توحید اور وصال کے لیے ہوتا ہے اس لیے کہ معرفت اور توحید اصل ہے اور علم کی اِنتہا وصل ہے۔ حدیث : اَلنِّهَایَةُ هُوَ الرُّجُوْعُ اِلَی الْبِدَایَةِ۔ یعنی اِنتہار لوٹنا ہے اِبتدار کی طرف۔

معرفت مثلِ دانۂ تخم ہے اور علم پودے کی مانند ہے۔ جیسے پودا پانی سے پرورش پاکر خوشہ بنتا ہے اور دانہ خوشے میں پختہ ہو کر پھر سے زمین میں تخم ریزی کے لائق ہو جاتا ہے۔ بنی آدم کی مثال بھی یُونہی ہے کہ اسکی انتہا دراصل ابتدار کا حصُول ہے اور ابتدار حقیقتاً انتہار کا وصول ہے۔ اس لیے اولیار اللہ کی نظر میں ہر دو ایک ہیں۔ عالم باللہ اللہ تعالےٰ اور عالمِ غیب سے علم حاصل کرتا ہے اور علمِ غیب کو جانتا ہے جس پر ظاہر و باطن عیاں ہو جائے اس کے لیے بہ برکت کتاب اللہ علمِ وارداتِ لاریبی کے باعث غیب غیب نہیں رہتا کیونکہ علمِ واردات شک و شبہے سے بالا ہے۔ بیت ؎

غیب کو غیب میں دیکھے یہ کوئی عیب نہیں
دیدۂ ظاہر و باطن کے لیے غیب نہیں

علمِ غیب اور خاص علمِ غیب خداوندی پر ایمان لانا خاصانِ خدا یعنی انبیار اور اولیاً کا کام ہے جن کو علمِ لدنی حاصل ہوتا ہے۔ قولہٗ تعالیٰ : وَعَلَّمْنٰهُ مِنْ لَّدُنَّا عِلْمًا۔ یعنی ہم نے اسے علمِ لدنی کی تعلیم دی۔" علمِ ظاہر جملہ قیل و قال ہے جس سے نفس موٹا اور خوشحال ہوتا ہے جبکہ معرفت و وصال کا حامل خاموش رہتا ہے۔ ایسی خاموشی میں تیس ۳۰ حکمتیں ہیں اور ہر حکمت بے شمار حکمتوں کی حامل ہے۔ جس کسی کو معیتِ الٰہیہ اور مشاہدۂ حضوریہ نے خاموش کر دیا ہو تو اس حضوری خاموشی کے باعث نفس اس کے حکم و قید میں آجاتا ہے۔ یہی خاموشی عظیم

ہے۔ اس کے علاوہ خاموشی دراصل خود فروشی ہے۔ عارفوں کے لیے خاموشی خلوت ہے۔

ابیات

قلب کے قبلے میں دیکھی حق لقار　　اور پھر سجدے میں یہ سر رکھ دیا
اس جگہ قبلہ نہ ہے منزل مقام　　نُور فی اللہ نُور ہی دیکھوں مدام
جب پڑھوں پاؤں جوابِ باصواب　　ہے نمازِ عارفاں یوں بے حجاب
طے کیے ہیں عرش و کرسی سب مقام　　عارفوں پہ یہ مراتب ہیں تمام
جب نمازی باحضوری ہو گیا　　ہو کے حیراں حسبی اللہ کہہ اُٹھا
تیرا دل کاموں میں ہے تو در نماز　　اس عبادت سے ہے مالک بے نیاز

حدیث : " لَاصَلٰوةَ اِلَّا بِحُضُوْرِ الْقَلْبِ۔ یعنی حضورِ قلب کے بغیر نماز نہیں۔"
حدیث : " اَلصَّلٰوةُ مِعْرَاجُ الْمُؤْمِنِیْنَ۔ یعنی نماز مومنوں کی معراج ہے۔"

جس شخص کا دل نماز میں اللہ تعالےٰ کے ساتھ حاضر نہیں اور جواب باصواب سے محروم ہے اور خطراتِ شیطانی سے آزاد نہیں ایسا شخص مثلِ حیوان کیونکر مومن مسلمان ہو سکتا ہے۔ خاص اہل دل بوقتِ حضورِ نماز خود کو ظاہراً و باطناً حضورِ بے نیاز میں پہنچا کر نماز ادا کرتے ہیں۔

ابیات

ظاہری دِل تو فقط ہے لوتھڑا　　دِل میں ہے اِک دل کہ ہے نورِ خدا
دل خزانہ اور مدفن ہے وجود　　اہلِ دل محمود ہے اس کی نمود
پُر خطر شیطان کا محصور ہے　　قلبِ عارف نُور سے معمور ہے
دل لطافت سے ہے واصل باخدا　　ہے خدا کا بھید بخشے حق لقار
طالبِ دنیا نہ ہو گا اہلِ دل　　رو سیاہ رہتا ہے، شرمندہ خجل
باہُوؒ دل، دم، روح جب اِک ہو چکیں　　صبح و شام اس ایک کے آگے جھکیں

نماز کیا ہے؟ نماز وسیلۂ فیض و فضل ہے اور نصیبۂ روزِ ازل ہے۔ یہ راز اور معراج خداوندی ہے۔ حقیقی مومن مسلمان جب سجدہ گزار ہوتا ہے تو رحمتِ خداوندی کا سزاوار ہوتا ہے۔ یہ ہے وہ دائمی نماز جو بندے کو خود فراموش کر کے لامکاں میں پہنچاتی ہے اور مدام حضوری بناتی

ہے۔ نمازِ وقتی کی عادت سعادت ہے اور فرض، واجب، سُنّت اور مستحب مثلِ قرضِ حسنہ باعثِ ثواب عبادت ہے۔ لیکن دائمی نماز باعیاں ہے کہ وہاں نہ جسم ہے نہ جاں ہے اور نمازی بجثۂ نور مدام بحضور سجدہ ریز ہے۔ اس قسم کی نماز اہلِ دل کا حصّہ ہے۔ اہلِ دل کا دل یوں ہوتا ہے جیسے سلیمانی انگشتری انگلی میں ہو جس پر ظاہری قلب مثلِ قالب ہوتا ہے۔ اس حقیقی دل کی بدولت وہ ہر دو جہاں پر غالب ہوتا ہے اور جُملہ جن و انس اس کے تابع مانندِ مرید طالب ہوتے ہیں۔ ایسے اہلِ قلب، اہلِ دل، اہل رُوح اور اہلِ سِرّ کامل قادری ہوتے ہیں۔

بیت

مجھ کو جو دیکھے گا ہوگا اولیاء میرا چہرہ روبروئے مصطفےٰؐ

اہلِ دل مدام حضور میں باریاب رہتا ہے اور اہلِ روح سلطان الفقر کی ملاقات سے فیضیاب ہوتا ہے۔

بیت

ذکرِ دل سے اہلِ دل ہو با صفا اہلِ دل کو ہے حضوری مصطفےٰؐ

فقیر صاحبِ مراتب کو پہلے مقرر تصرف حاصل ہوتا ہے اور حصولِ جمیعت کے بعد وہ واصل ہوتا ہے۔ ان میں سے بعض متصرّف کو حسبِ خواہش جنّات سے روزینہ حاصل ہوتا ہے، بعض کو تصرّفِ روزینہ مؤکل فرشتہ پر، بعض کو خضر علیہ السلام پر، بعض کو خلقِ خدا پر، بعض کو اہلِ قبور روحانیوں پر اور بعض کو یہ تصرّف حضور سے حاصل ہوتا ہے ایسا حضوری تصرّف دو قسم کا ہوتا ہے۔ ایک تصرّف ذاتی دوسرا تصرّف صفاتی۔ تصرّفِ ذاتی میں کمی واقع نہیں ہوتی۔ اس تصرّف سے کم از کم ایک لاکھ اور زیادہ سے زیادہ ایک کروڑ طلائی اشرفیاں روزینہ حاصل ہوتا ہے جو خزانۂ غیب الحق سے ایسا تصرّف نہیں رکھتا وہ ابھی تک حقیقی ذاتی دعوت تک نہیں پہنچا اور وہ رجعتِ باطل سے ہمکنار ہے۔

بیت

ہر تصرّف ہوگیا حاصل مجھے ہوتا ہے حاصل زبانِ فقر سے

ایسے صاحبِ نظر فقیر کی نظر میں سونا اور مٹی برابر ہوتے ہیں۔ یہ راستہ محض گفتگو یا جستجو سے ہاتھ نہیں آتا بلکہ مرشد عارف واصل سے طلب کیا جاتا ہے۔ ایسا مرشد جس طرح فرماتا ہے

کرکے بھی دکھاتا ہے لیکن نفس کی قید سے ہمکنار، حوادثِ تعلقات کا شکار اور زن و فرزند کی آفات میں گرفتار شخص اگر مرشد سے مذکورہ مطالب کا طلبگار ہو تو یہ بجُز تفرید و تجرید ممکن نہیں؛ البتہ طالب لائق کا وجود حقدارِ تصرف اور سزاوارِ معرفتِ مولا و توحید ہوتا ہے۔ اہلِ تقلید اس راستے سے آگاہ نہیں اور کورچشم کے لیے بینائی اور نگاہ نہیں۔ جو طالب مشتاقِ دیدارِ رب ہے اسے امروزِ دنیا اور فردائے عقبیٰ سے کیا سروکار ہے۔

بیت

کعبۂ مقصود تک گر فاصلہ سالوں کا تھا شوق جب رہبر ہوا تو یہ سفر لمحوں کا تھا

شوق متفقِ شفق ہے اور اشتیاق ننگی تلوار ہے جو جملہ ماسوٰی کو قتل کر دیتا ہے کہ اسے بجز حق کچھ پسند نہیں آتا اور حق سے حق کو دکھاتا اور کھولتا ہے؛ ایسے حق رسیدہ حقائق سے حق الیقینی حاصل ہوتی ہے۔ بعض طالب مرید ناقص کشف و کرامات، دنیوی عز و جاہ یا تصرف درجات میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔ بعض طالب جنات و فرشتہ مؤکلات کے حالات اور خام خیالات میں پھنس جاتے ہیں اور بعض طالب ہمیشہ ذِکر فکر کی بدولت مراقب ہو کر لذّتِ ناسوتی یا لذّتِ ملکوتی یا لذّتِ جبروتی یا لذّتِ لاہوتی میں گرفتار رہتے ہیں جب کہ قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ لاہوتی الہام ہے اور لاہوت فنا فی اللہ فقیر کا مقام ہے۔ بعض ناقص طالب مرید اپنی صورتِ وہم و خیال کے سوال و جواب کو حضوری قُرب و وصال تصور کرتے ہیں۔ بعض ناقص طالب مرید مقامِ تجلیات و احوالات اور تماشۂ ہژدہ ہزار مخلوقات میں گھرے رہتے ہیں۔

بعض ناقص طالب مرید نقوش و دوائر کی خانہ پُری اور علمِ رَمل وغیرہ کے ذریعے دنیا کو مسخّر کرنے اور نقد و جنس جمع کرنے میں مصروف رہتے ہیں۔ بعض ناقص طالب مرید طیر سیرِ زمینی، تماشائے عرش و کرسی، مطالعۂ لوحِ محفوظ اور منزل ہوائے آسمانی میں محوِ رفتار اور ہوا و ہوس میں گرفتار رہتے ہیں لیکن عامل طالب مرید وہ ہوتا ہے جو عقل و شعور کے ساتھ ابتداء میں مرتبۂ قُربِ اللہ اور معرفتِ حضور حاصل کرے اور بحضور یوں فنا فی اللہ ہو جائے کہ منزل و مقام کی جانب نظر نہ کرے۔ بعض طالب مراتبِ محمود و مقصود کی طلب میں رہتے ہیں جبکہ بعض طالب مراتب مردُود کے طالب رہتے ہیں۔ لہٰذا طالب کو ہر وقت ظاہراً و باطناً مرتبۂ حضوری یا مرتبۂ دُوری

سے، قُربِ رحمانی یا آفاتِ شیطانی اور دُنیائے پریشانی سے اپنے مقام اور مرتبے کی آزمائش اور پہچان کرنی چاہئیے۔ ہر الہام ذکر و فکرِ مذکور میں اگر نُورِ حضور مقصود ہے تو وہ بمدِ نظر اللہ منظور ہے جس جگہ توحید تمام ہے اس جگہ شیطان، فرشتہ اور رعونیتِ دنیا پہنچنے سے معذور اور ناکام ہے۔ یہ ہیں مراتب سُلطانی تمام۔ حدیث: "اِذَا تَمَّ الْفَقْرُ فَهُوَ اللّٰهُ۔ یعنی جب فقر تمام ہو جائے تو اللہ رہ جاتا ہے۔"

سرِ معدۂ فقیر نُورِ معرفت سے معمور ہے۔ شکمِ عالم جان کے لیے گویا بھٹی ہے جبکہ شکمِ فقرا مثلِ کانِ نور ہے۔ فقرا کا سینہ صدف کی مانند ہے اور ان کا دل اس میں مانندِ گوہرِ بے بہا ہے، یہ ہیں مراتبِ فقرا۔ لہٰذا اس خرید و فروخت میں طالب خریدار کو حق شناس اور ہوشیار ہونا چاہیئے۔ ایسے فقرا یوں فنافی اللہ ہوتے ہیں کہ حیات و ممات، اسما و رسومات، آگاہیٔ حالاً ماضی و مستقبل کی بلیّات کو نظر انداز اور فراموش کر دیتے ہیں۔ حدیث:

"اَلْفَقْرُ لَا يَلْتَفِتُ اِلَى الدُّنْيَا وَلَا يَرْضٰى فِى الْاٰخِرَةِ يَكْفِىْ بِالْمَوْلٰى اِلَى الْمَوْلٰى۔ یعنی فقرا دنیا کی طرف التفات نہیں کرتے نہ آخرت پر راضی ہوتے ہیں بلکہ وہ مولا کی طرف ملتفت ہوتے ہیں اور اس کو کافی سمجھتے ہیں۔

ابیات

فقر میں حاصل خزانے ہو گئے　　احتیاجِ زر سے فارغ ہو لیے
دل میں کچھ پاتا نہیں مولا سوا　　فانی ہو، باقی ہو، آخر ہو لعا

مرشد جب کسی طالب کو تلقین کرتا ہے تو روزِ اوّل اسے دیدارِ خداوندی سے مشرف کر دیتا ہے۔ ایسا طالب مرتبۂ فقر و معرفت کو پہنچ جاتا ہے۔ دیدارِ پروردگار کے چار گواہ ہیں اور بذریعہ علم اس کی جانب چار راہ ہیں۔ اوّل یہ کہ مشرفِ دیدار مدام بیدار رہتا ہے، دوم دنیا اور اہلِ دنیا سے اسے گندگی اور جیفۂ مردار کی بُو آتی ہے اور جملہ مقاماتِ کشف و کرامات سے بیزار اور ان سے ہزار بار طلبگارِ استغفار رہتا ہے۔ سوم زندہ قلب اور روح بیدار رہتا ہے اور چہارم وہ مستی میں ہوشیار رہتا ہے۔ اول شرفِ لقا حاصل ہوتا ہے بعدہٗ خطابِ اولیا حاصل ہوتا ہے۔ دیکھ لینے والا خاموش رہتا ہے اور کہنے والا دیدار سے محروم ہوتا ہے۔ تاہم

بعض ولی اللہ کو کہنے یا نہ کہنے کا اختیار ہوتا ہے۔ حدیث: "مَنْ عَرَفَ رَبَّهٗ فَقَدْ كَلَّ لِسَانُهٗ۔ یعنی جس نے اپنے رب کو پہچان لیا اس کی زبان گونگی ہو گئی۔" یہ ہر دو مراتب اولیا کے ہیں۔ قولہٗ تعالیٰ: "وَمَا كَانُوْٓا اَوْلِيَآءَهٗ ۭ اِنْ اَوْلِيَآؤُهٗٓ اِلَّا الْمُتَّقُوْنَ۔ یعنی وہ اس کے اولیا نہیں اس کے اولیا تو اہلِ تقویٰ ہیں۔" قولہٗ تعالیٰ: "فِيْهِ ھُدًى لِّلْمُتَّقِيْنَ۔ یعنی اس میں اہلِ تقویٰ کے لیے ہدایت ہے۔" اہلِ مجاہدہ حقیقی متقی نہیں بلکہ متقی ازلی ہدایت یافتہ اہلِ شاہد ہیں۔ متقی مدام دیدار کرنے والا اور نفس کو خواہشاتِ جیفۂ مردار سے باز رکھنے والا ہوتا ہے۔ بعض نگاہِ قلب سے، بعض چشمِ روح سے اور بعض نظرِ سِر سے دیدار کرتے ہیں۔ بعض عارف بچشمِ نورِ انوار دوام مشرفِ دیدار ہوتے ہیں اور حسبِ خواہش دیدار سے ہمکنار ہوتے ہیں۔ اس قسم کا فقیر عارف باللہ کہلاتا ہے۔

شرحِ معرفت

معرفت یہ نہیں کہ تو کسی شے کو دیکھ لے یا اسے بزورِ عقل و دانش سمجھ لے یا گفتگو سے معلوم کر لے یا یہ کہ مخلوق سے لذت چکھ لے یا منازل اور مقاماتِ ولایت جو بیان کیے جاتے ہیں ان تک رسائی حاصل کر لے بلکہ معرفتِ حقیقیہ کے لیے چار مراتب ہیں یعنی محبت با موت، مشاہدۂ لقا، مجلس با محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم اور ملاقات با ارواحِ انبیا و اولیا۔ نیز معرفت کے لیے چار گواہ ہیں، یعنی آگاہ ہو، حامل نگاہ ہو، مُرشد ہمراہ ہو اور رفیق مولا ہو۔ نیز معرفت کے لیے چار علوم ہیں یعنی عملِ اعلیٰ، عاقبت بخیر اور عفو وغیرہ اور معرفت کے لیے چار نور ہیں یعنی حضوریت، معیتِ الٰہیہ، ذکرِ مذکور اور وجودِ مغفور۔ قولہٗ تعالیٰ: "لِيَغْفِرَ لَكَ اللّٰهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْۢبِكَ وَمَا تَاَخَّرَ۔ یعنی اللہ تعالیٰ تیرے اگلے پچھلے گناہ معاف کرے گا۔" معرفت کے لیے چار مکان ہیں یعنی مکانِ عیاں، مکانِ لاہوت، مکانِ لامکان اور مکان فی اللہ۔ عارف جو کچھ دیکھتا ہے حضور سے دیکھتا ہے، حضور سے سنتا ہے اور کنہ کن کے حضور سے گویا ہوتا ہے۔ عارف کی توجہ ہمیشہ قُربِ اللہ سے ہوتی ہے اور ہر دو جہان اس کی قید میں ہوتے ہیں۔ معرفت پہچان کو کہتے ہیں۔ جس کو حاصل نظر آ گیا یا جسے دیدار حاصل ہو گیا تو اس نے خود کو درمیان میں نہ پایا: بیت ؎

بے سر و بے چشم دیکھوں میں مدام　　بے زباں ہم سخن ہو فقر تمام

اس مقام میں عارف نفس سے باقدرتِ نفس، قلب سے باقدرتِ قلب، روح سے
باقدرتِ روح، سر سے باقدرتِ سر، نُور سے باقدرتِ نور اور دم سے باقدرتِ دم ہم سخن ہوتا ہے۔
نفس کو الہامِ نفس سے، قلب کو اعلامِ قلب سے، روح کو پیغامِ روح سے، سر کو اوہام سر سے
ہوتا ہے۔ اور یوں فقیر پر وحدانیت معرفت تمام ہوتی ہے۔ اگر راہروانِ سلوک کے لیے ظاہر و
باطن قربِ الٰہی کے ایسے مراتب نہ ہوتے تو جملہ اولیاء اللہ گمراہ ہو جاتے۔ چنانچہ فقیر کی رفاقت
میں ظاہر و باطن مردہ تن زندہ جان شہدا، بچشمِ عیاں دیکھنے والے غوث و قطب، ابدال و اوتاد،
فرشتگانِ ہوا، جملہ موکلاتِ جنات اور ارواحِ انبیاء و اولیاء کے ہزاروں، کروڑوں بے شمار لشکر ہوتے
ہیں۔ بنا بریں فقیر شاہانِ جہاں پر غالب ہوتا ہے لیکن فقیر کی نظر قیامت کے حساب گاہ پر ہوتی
ہے اس لیے وہ مرتبۂ بادشاہی کو اختیار نہیں کرتا کیونکہ جو جتنا عارف ہوتا ہے اتنا عاجز ہوتا ہے
وہ گاہے خوف اور گاہے رجاء سے ہمکنار ہوتا ہے۔ قولہٗ تعالیٰ :
" وَلَقَدْ جِئْتُمُوْنَا فُرَادٰى كَمَا خَلَقْنٰكُمْ اَوَّلَ مَرَّةٍ۔ یعنی تحقیق تم ہمارے
پاس اکیلے آئے جیسے ہم نے تمہیں پہلی بار پیدا کیا۔"
قولہٗ تعالیٰ : كُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ ــــ یعنی ہر نفس کو موت کا مزہ چکھنا ہے۔"
قولہٗ تعالیٰ : فَفِرُّوْٓا اِلَى اللّٰهِ ــ یعنی اللہ کی طرف دوڑو۔"
یہ مراتب کشفِ ارواحِ قبور کے ہیں۔ طالبِ نفسانی بذکر فکر بحضورِ نفس حاضر ہوتا ہے۔
طالبِ قلبی بذکر فکر ہمیشہ حضور با نور رہتا ہے۔ طالبِ روحانی غرق فنا فی اللہ ہوتا ہے اور اسکے
پیشِ نظر حالاتِ قبور ہوتے ہیں۔ طالبِ سرّی عین باعین، نور با نور ہوتا ہے۔ ان مراتب تک پہنچنے
والا عارف قادری باطن معمور ہوتا ہے۔ ان میں سے بعض مقام قم باذن اللہ میں روحانی کو قبر سے
باہر لاکر اس سے مصافحہ اور ملاقات کرتے ہیں اور ماضی و مستقبل کے حالات معلوم کرتے ہیں
یہ مرتبہ باجمعیت ہے اور خطرات و خلل سے خالی ہے لیکن بعض اولیاء کے نزدیک کشف کا یہ مرتبہ
بھی مرتبۂ نجوم کے مترادف ہے اور بعض اس مقام میں قم باذنی کہہ کر مردہ کو زندہ کرتے ہیں، جو
اللہ کے نزدیک کفر ہے لیکن اصلی قم باذن اللہ اور قم باذنی قربِ دم حضرت عیسیٰ روح اللہ
سے، یا دم حضرت آدم صفی اللہ سے، یا دم حضرت موسیٰ کلیم اللہ سے، یا دم حضرت ابراہیم خلیل اللہ

سے، یا دمِ حضرت اسمٰعیل ذبیح اللہ صلوٰت اللہ علیٰ نبینا علیہ السّلام سے یا دمِ حضرت محمد رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے۔ جب جملہ دم مل کر ایک دم ہو جاتے ہیں تو بمصداق: " وَنَفَخْتُ
فِيْهِ مِنْ رُّوْحِيْ۔ جب میں اس میں اپنی روح پھونک دوں۔" دم قدرتِ الٰہیہ بن جاتے ہیں۔"

دم نظر اور باد سے ہے شے جدا — دم تو اک قدرت ہے اور امرِ خدا

قولہٗ تعالیٰ : " اِنِّيْ جَاعِلٌ فِي الْاَرْضِ خَلِيْفَةً۔"
یعنی میں زمین میں خلیفہ بنانے والا ہوں۔"
مراتبِ دم مثلِ رتک ہے کہ آوازِ روح تسبیح ہے ان مراتب کا حامل انسانِ صحیح ہے۔

بیت

بے خبر ہے خود پسند از حق مقام — مردہ کو زندہ کرے کیوں کر وہ خام
زندہ کر سکتا ہے کامل تا ابد — زندہ کر دے تا قیامت در لحد
باہُوؒ یوں زندہ کرے بہرِ خدا — وہ نہیں مرتا جو دیکھے حق لقا
باہُوؒ بخشے زندگی با اسمِ ذات — جو مع اللہ ہو، نہیں اس کو ممات

یہ مراتب فقیر عاشق عارف باللہ اہلِ نور کے ہیں۔ چنانچہ وجودِ مسعود حضرت محمد رسول اللہ صلی
اللہ علیہ وسلم نورِ خداوندی سے پیدا اور ہویدا ہے اور نورِ محمدی صلی اللہ علیہ وسلم سے تمام عالم ظاہر
اور پیدا ہے جو انسانیت کی اصل ہیں نفس کو اعمال کے موافق، قلب کو احوال کے مطابق اور
روح کو وصال کے موافق خطاب کیا جاتا ہے۔ جب نفس، قلب اور روح یک وجود ہو کر نور
ہو جاتے ہیں تو اس نور کا حامل کامل کہلاتا ہے۔ حدیث: " اَلْعَقْلُ لَا يَنَامُ فِي الْاِنْسَانِ، اَلْعَقْلُ
مِرْاٰةُ الْاِنْسَانِ، اَلْاِنْسَانُ مِرْاٰةُ الرَّحْمٰنِ یعنی عقل انسان میں بیدار ہے، عقل انسان
کی آئینہ دار ہے، انسان آئینہ پروردگار ہے۔"
جس کی عقل بیدار ہے وہ کُل مشرفِ دیدار ہے جس نے اسے پایا وہ باجمعیت بالیقین
اور با اعتبار ہے جس نے نہ دیکھا اور نہ پایا وہ وحشت میں سرگردان، حقیقت سے مغرور اور
بے قرار ہے۔ یہ مراتب بے قراری و فراری موت سے بھی سخت تر ہیں۔ یا اللہ! مجھے اور جملہ
مسلمین کو ان مراتب سے محفوظ رکھ۔ اس مرتبۂ بے قراری کا اشتیاق مردود ہے اور یہ راستہ

بمنزلۂ کبیرہ گناہ ہے۔ جان لے کہ ہزار مرشدانِ خام سے کامل کی ایک نظر بہتر ہے کہ وہ مجلس جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں پہنچانے والا ہے۔ اور یہ کہ طریقۂ خام بدعتِ شیطان کا باعث ہے اور طریقۂ شریعت قُربِ رحمان بخشنے والا ہے۔ آخر کامل کیونکر منتہی ہوتا ہے اور اس انتہا میں کیا ہے؟ انتہا میں کامل کو مدام حضوری و مشاہدۂ معراج ہوتا ہے اور وہ دنیا و آخرت میں بے غم اور لایحتاج ہوتا ہے۔ کامل کے ہفت اندام نُور ہوتے ہیں۔ وہ متوجّہ حضور، متصرفِ قبُور اور اس کا تصوّر نظر اللہ میں منظور ہوتا ہے۔

ابیات

جاں سے جو گذرے گا دیکھے گا خدا — جو کہ جاں جاناں کو دے پائے لقا

گر نہ ہوتا دیکھنا، رویت روا — اولیاء محروم رہتے اُز خُدا

دیکھنے والے پہ ہو سب کچھ عیاں — کم ملیں گے عین بینا در جہاں

لذتِ دیدارِ خدا، لذتِ معرفتِ مولا، لذتِ قربِ الٰہ، لذتِ شوق و اشتیاقِ ذاتِ بے ہمتا، لذتِ ذکر و فکر مراقبہ فنا فی اللہ، بقا باللہ اور لذتِ تصرّف تصوّر نور، تفکرِ الّا اللہ، بمطابق حدیث: "تَفَكُّرُ سَاعَةٍ خَيْرٌ مِّنْ عِبَادَةِ الثَّقَلَيْنِ۔ یعنی ایک ساعت کا تفکر دو جہان کی عبادت سے بہتر ہے"۔ یہ جُملہ مذکورہ لذات اور تفکر کا حصول حضوری اور مشاہدۂ انوارِ دیدار سے ممکن ہے اور یہ باقی رہنے والے ہیں جبکہ لذتِ نفس اور لذتِ دنیا فانی ہیں خواہ ملکِ سلیمانی کا تصرف ہی کیوں نہ ہو۔ پس مرد وہ ہے جس کی نظر "كُلَّ يَوْمٍ هُوَ فِيْ شَأْنٍ ط یعنی وہ ہر روز ایک نئی شان میں ہے" کے مراتب پر ہو۔ یا اس کی نظر "يَفِرُّ الْمَرْءُ مِنْ أَخِيْهِ وَأُمِّهِ وَأَبِيْهِ وَصَاحِبَتِهٖ وَبَنِيْهِ۔ یعنی اس روز آدمی اپنے بھائی، ماں، باپ، بیوی اور بیٹے سے بھاگے گا" کے مراتب پر ہو۔ ایسا عارف ناظر کبھی رونے اور کبھی ہنسنے کی کیفیت سے دوچار رہتا ہے۔ مُرشد کامل طالبِ مولا پر یہ جملہ لذات حاضراتِ اسم اللہ ذات کے ذریعے پہلے کھول کر اسے چکھا اور دکھا دیتا ہے کہ طالب کے دل میں کسی قسم کا افسوس اور غم باقی نہ رہے۔ اہلِ فقر غنی لایحتاج کی نظر میں امراء اور بادشاہ لذتِ دنیا میں مبتلا ہیں اور دنیوی بادشاہی معرفت اور قربِ الٰہی سے باز رکھتی ہے۔ اس قسم

کی بادشاہی کو حضرت ابراہیم ادھم اور حضرت جنید رحمۃ اللہ علیہما نے یکبارگی ترک کر کے قرب، معرفت، فقر اور ہدایت کے تمام مراتب حاصل کر لیے اور پھر کبھی ایسے بادشاہ اور بادشاہی کا منہ دیکھنا گوارا نہ کیا۔ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:

"تَرْكُ الدُّنْيَا رَأْسُ كُلِّ عِبَادَةٍ وَحُبُّ الدُّنْيَا رَأْسُ كُلِّ خَطِيْئَةٍ۔ یعنی ترکِ دنیا جُملہ عبادات کی اصل اور حُبِّ دُنیا تمام خطاؤں کی جڑ ہے۔" جو لوگ حق کی عبادت کو ترک کرتے ہیں اور باطل کے خطرات کو اپناتے ہیں ایسے بدتر از حیوان لوگ کیونکر مومن مسلمان ہو سکتے ہیں۔ مرشد کامل پر فرضِ عین ہے کہ طالب جو تصرّف مانگے مرشد کامل مثلِ سلطان العارفین حضرت بایزید رحمۃ اللہ علیہ اسے عطا کرے تاکہ طالب جمعیت اور یقین سے بہرہ ور ہو سکے۔

بیت

طالبِ حق، حق طلب کرتا رہے — طالبِ باطل کو دُنیا چاہیئے

اے طالب! سُن کہ حضوری اصل راہ ہے جس کی ابتداء معرفت قربِ الٰہ ہے اور بے حضوری سب راہزنی، فتنہ اور گناہ ہے۔ حُبِّ دنیا دل کی سیاہی کا موجب ہے۔ بلند عمارت، باغ باغیچہ اور خانقاہ کی طلب توحیدِ الٰہ اور مجلس جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دور رکھنے والی ہے۔ فقیر اس کو کہتے ہیں جو عزّ و جاہ، روضہ و خانقاہ اور سجادہ نشینی کا طلبگار نہ ہو اور خود کو بایں صُورت ہمیشہ زندہ دیکھنے کا خواہشمند نہ ہو اور فقیر وہ ہے جسے موت کا ڈر اور غم نہ ہو اور جو منصبِ عیشِ حیات پر خوش نہ ہوتا ہو، بلکہ فقیر مرتبۂ حیات و ممات سے نجات پا کر نُور با نُور، فنا فی اللہ ذات ہو جاتا ہے۔ فقیر کے لیے علمِ محمدی صلی اللہ علیٰ صاحبہا کا مطالعہ نور ہے اور عالمِ نُور کے لیے مطالعۂ توحید حضور ہے۔ اس دَورِ مدوّر کا حامل حافظِ ربّانی اور دورِ مدوّر نور کا حامل حافظ محمدی صلی اللہ علیٰ صاحبہا اور عالمِ حقّانی کہلاتا ہے۔ ایسے فقیر کا قدم قدمِ محمدی صلی اللہ علیہ وسلم پر ہوتا ہے۔ اسکی روح روحِ محمدیؐ سے، اس کا نور نورِ محمدیؐ سے، اس کا دم دمِ محمدیؐ سے، اس کا نفس نفسِ محمدیؐ سے، اس کا قلب قلبِ محمدیؐ سے اور اس کا حضور حضورِ محمدی صلی اللہ علیٰ صاحبہا سے متصل ہوتا ہے۔ ایسے عارفِ نظّار اور جاں سپار، یک وجود و یک جانِ محمد صلے اللہ علیہ وسلم کو قبر، جُثّہ اور نفس سے کیا کام۔ جو ان صفات

سے ہمکنار ہو جاتا ہے وہ خاک بوسانِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم میں شمار ہو کر آپ کا یار ہو جاتا ہے۔

ع جملہ مطلب ہوں گے حاصل ہو اگر حاصل خدا

حدیث: "مَنْ لَّهُ الْمَوْلٰى فَلَهُ الْكُلُّ" یعنی جس کا مولا ہے اس کے لیے کل ہے"۔

اہلِ حیا، علمِ معرفت، دینِ محمدی صلی اللہ علیٰ صاحبہا اور قلب و روح یہ جملہ انسان کے دوست اور غمخوار ہیں جبکہ بے حیا، معرفت سے جاہل، کافر کاذب، دُنیا پرست اور نفس ہوا انسان کے دشمن اور اغیار ہیں۔ لہٰذا ہر دوست اور دشمن کی بوقتِ عاجزی کام آنے یا نہ آنے سے آزمائش اور پہچان ہوتی ہے۔ نانی زبانی دوست کا کیا اعتبار۔ اللہ والا ہی محبت کرنے والا، ہم جان، ہمدرد، ہمدم اور وفا شعار دوست ہوتا ہے۔ اغیار اور یار یکجا نہیں ہو سکتے۔ عمر ریت کی مثل ہے وجود شیشے کی مانند ہے اور دم آنے جانے والے کی طرح ہے۔ ان مراتب چشم میں آنکھ کو آنکھ سے کھولا جاتا ہے اور اس معمہ چشم کو آنکھ سے دکھایا جاتا ہے۔ یہ رمز رموزِ ایمانی میں سے ہے جسے اولیاء اللہ جانتے ہیں۔

بیت

خاک تیرے پاؤں کی ہے آنکھ میں یوں جانِ جاں ۔۔۔ جس طرح شیشے کے ذرّے ریت کے ہمراہ رواں
آگہی سے باھوؒ سب کو جان لے ۔۔۔ راستے ہیں ناقصوں کے واسطے

فقر کی ابتداء اور انتہاء کو بغیر طاعت کے حاصل کرنا فقیر کے لیے ایک ساعت کا کام ہے لہٰذا فقیر کامل سے اپنی حاجت طلب کر۔ طالب[1] کی نظر راہ اور قربِ خدا پر ہونی چاہیئے نہ کہ مرشد کے نیک و بد افعال پر۔ مرشد مانندِ دکاندار ہے۔ پس طالب خریدار کو سودا درکار ہے لہٰذا خریدار کو اس کے کفر و اسلام سے کیا کام ہے۔ قولِ حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہٗ:

[1] اگر واقعی کوئی مرشد راہِ خدا اور قربِ خدا کا حامل ہے تو طالب صادق کی نظر بھی راہِ خدا اور قربِ خدا پر ہونی چاہیئے کہ یہی مقصدِ حیات ہے اس صورت میں مرشد کے نیک و بد افعال پیشِ نظر نہیں ہونے چاہئیں اور مرشد کا دکاندار اور طالب خریدار کی مثل ہو البتہ مرشد ناقص جو رجوعاتِ خلق میں مبتلا ہے اور نفس و شیطان کا بندہ محض دُنیادار ہے، اس پر اعتبار درست نہیں مرشد کا انتخاب مشکل امر ہے اس لیے طالب کو بہت ہوشیار ہونا چاہیئے۔ اسے اندھیرے میں لکڑیاں اکٹھی کرنے والا نہیں ہونا چاہیئے کہ کہیں سانپ کو لکڑی سمجھ کر اسے اٹھا بیٹھے اور جان گنوا بیٹھے۔

"اَلْحِكْمَةُ ضَالَّةُ الْمُؤْمِنِيْنَ فَاطْلُبْهَا وَلَوْ كَانَ عِنْدَ الْكَافِرِ۔ یعنی حکمت مومن کی متاعِ گمشدہ ہے، پس اسے ڈھونڈ خواہ وہ کسی کافر کے پاس ہو"۔ ایسا مرشد جو رجوعاتِ خلق، دُنیا، نفس اور شیطان سے مغلوب ہے، وہ طالبوں کے لیے شرمندگی کا باعث ہے اور سر تا پا گناہوں کا اسیر ہے۔ ے

طالبِ اصلی ہے گر ہے دلِ صفا ۔۔۔ ایک مرشد ہو نہ پھر یوں جا بجا

ہر دروازے پر جانا کتوں کا کام ہے یا ایسے طالب کا جو بد اعتقاد، بے نصیب، بے جمعیت اور پریشان ہے۔ ایسے طالب کا علاج یہ ہے کہ مرشد اول اسے تصرف دنیا مردار عطا کرے تاکہ وہ دل سرد ہو کر مثل مردہ ہو جائے۔ بعد ازاں اس مردہ مردار کو غسلِ معرفت و دیدار دے کر پاک کرے۔ اگر مرشد اس قسم کی توفیق کا حامل نہیں تو یقیناً اسے فقرِ حقیقی حاصل نہیں۔ مرشد عقدہ کشا ہونا چاہیئے جو طالب کی طلب کو ایک لحظہ میں پورا کر کے اس کے عقدۂ اعتقاد کو کھول دے۔ یقین رکھ کہ مرشد طالب کے اطمینان کے لیے اسے ہر روز ایک نئی قوت سے ہمکنار کرتا ہے تاکہ طالب کا اعتقاد بحال رہے۔

ابیات

تو درِ مرشد پہ جا ہر صبح و شام ۔۔۔ تاکہ حاصل ہو تجھے مطلب تمام
پیش کر دے سر اگر مارے تجھے ۔۔۔ پاس جو کچھ ہے ترے دیدے اُسے
گنج بخشے حاملِ فضل و عطا ۔۔۔ طالبوں کو بخش دے وحدت خدا

مُرشد مثل شہباز ایسا باکمال ہونا چاہیئے نہ کہ ناقص مثلِ غلیواز اہلِ بدعت رُوباہ مثال۔

حدیث: "خُذْ مَا صَفَا وَدَعْ مَا كَدَرَ۔ یعنی جو صاف ہے اسے لے لے اور میلے کو ترک کر دے"۔ طالب کے وجود میں دل، قلب، روح، نفس، شیطان اور سِر وغیرہ تمام باہم ملے ہوتے ہیں جس طرح خون میں دم اور دم میں جان شامل ہے۔ گویا آدمی کا وجود دودھ کی مانند ہے جو چھاچھ، دہی، مکھن اور گھی وغیرہ سب کا حامل ہے۔ مرشد کامل صورت کو اس کے حالات اور مقامات کے موافق علیحدہ علیحدہ دکھا دیتا ہے اور ان کو گویا کر دیتا ہے۔ آدمی کے وجود میں نفس بادشاہ اور شیطان اس کا وزیر ہے لہٰذا نفس و شیطان میں ایسی

جُدائی اور تفریق ڈالنی چاہیئے کہ شیطان دوبارہ وجود میں داخل نہ ہو سکے۔ جب نفس سے شیطان جدا ہو جاتا ہے تب طالب فائز برتبۂ اولیاء ہو جاتا ہے اور معرفتِ خدا حاصل کر لیتا ہے۔ مرشد ناظر اس طرح توجہ سے حضور میں حاضر کرتا ہے۔ ؎

فقر حاصل کر یہ سُنت، فرض ہے   اہلِ بدعت سگ صِفت خود غرض ہے

دل سے ماسویٰ اللہ کے جُملہ نقوش مٹا ڈال اور اس پر اسماء اللّٰہ، لِلّٰہ، لَہٗ، ہُو اور اسمِ محمد صلے اللہ علیہ وسلم کو یُوں نقش کر لے جس طرح حروف سیاہی سے کاغذ پر ثبت ہو جاتے ہیں کہ حرف کاغذ سے اور کاغذ حروف سے جُدا معلوم نہیں ہوتے۔ طالب کا وجود اسم اللہ ذات سے اس طرح یکتا اور مِلا ہوا ہو جیسے پانی اور دودھ، کھانے میں نمک، آگ میں انگارہ، جسم میں جان اور کٹھالی میں سونا ہوتا ہے۔ اس قسم کے مرتبے سے صاحبِ تصورِ اسم اللہ ذات بذریعہ مشقِ مرقوم بالتفکر بہرہ مند ہوتا ہے۔ ایسے صاحبِ تصوّر کے تفکّر کا اجر و ثواب رُوئے زمین پر موجود علماء عاملین، فقراء کاملین، ملائکہ، عابد و زاہد جن و انس، حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر تا روزِ قیامت آنیوالوں کے ظاہر و باطن اعمال و عبادات کے ثواب سے بڑھ کر ہوتا ہے۔ قولہٗ تعالےٰ:

"وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَ الْاِنْسَ اِلَّا لِیَعْبُدُوْنَ ہ اَیْ لِیَعْرِفُوْنَ۔ ہم نے جن و انس کو محض عبادت کے لیے پیدا کیا ہے یعنی معرفت کے لیے۔" فکر معرفت مجمل عبادت ہے۔

حدیث: تَفَکُّرُ السَّاعَۃِ خَیْرٌ مِّنْ عِبَادَۃِ الثَّقَلَیْنِ۔ یعنی ایک لمحے کا فکر دو جہان کی عبادت سے بہتر ہے۔"

تفکر تین قسم کا ہے: ابتدائی تفکر ستر سال کی عبادت کے برابر ہوتا ہے متوسّط تفکر ہزار سالہ عبادت کے برابر ہوتا ہے اور منتہی تفکر جن و انس کی عبادت کے مترادف ہوتا ہے اس تفکر سے مراد حضوریٔ ذات، مشاہدۂ تجلّیٔ انوار، غرق فنا فی اللہ ذات اور مشرفِ دیدار ہونا ہے نہ کہ اس سے مُراد صفات اوصاف، زمین و آسمان کے طبقات و درجات کا تفکر ہے۔

شرحِ اسمِ ذات و اسمِ سرورِ کائنات صلے اللہ علیہ وسلم

اگر زمین پر موجود جُملہ دریا اور بارانِ رحمت بمنزلہ سیاہی اور زمین مثلِ کاغذ ہو جائے

پھر درخت اور پودے مانندِ قلم ہو جائیں اور جن و انس و ملائکہ اور ہژدہ ہزار عالم بلکہ کُل مخلوق لکھنے والے ہو کر روزِ قیامت تک بھی لکھتے رہیں تو بھی اسم اللہ ذات مشقِ مرقوم وجودیہ کے اجر و ثواب کو نہ لکھ پائیں گے۔ یہ مراتبِ قدرت اس وقت ظاہر ہوتے ہیں جب مُرشد کامل بذریعہ اسم اللہ ذات توحیدِ معرفت کھول دیتا ہے اور اسم اللہ ذات سے طالب کو لاہوت و لامکان میں لا کر دکھا دیتا ہے۔ ؎

کرو یُوں جسم کو تم اِسم میں گُم   ہُوا ہے الف جیسے بِسم میں گُم

قولہٗ تعالیٰ: "قُلْ لَّوْ کَانَ الْبَحْرُ مِدَادًا لِّکَلِمَاتِ رَبِّیْ لَنَفِدَ الْبَحْرُ قَبْلَ اَنْ تَنْفَدَ کَلِمَاتُ رَبِّیْ وَلَوْ جِئْنَا بِمِثْلِہٖ مَدَدًا ہ یعنی اگر میرے رب کی باتیں لکھنے کے لیے سمندر سیاہی بن جائیں، تو اس سے قبل کہ میرے رب کی باتیں ختم ہوں سمندر ختم ہو جائیں گے خواہ اس کی مدد کے لیے ہم ویسے ہی اور بھی لے آئیں۔"

جو کوئی اسم اللہ پڑھ لیتا ہے تو اسم اللہ مدام اس کے ہمراہ رہتا ہے۔ مرشد کامل کے لیے ہر تصرف کیمیاء اکسیر اور ہر تصرّف حضور قرب اللہ روشن ضمیر اور حکمتِ توجہ سے امیر ہونا مشکل اور دُشوار نہیں بلکہ آسان ہے۔ جیسے پارہ بغیر کشتہ گر کے کشتہ نہیں ہوتا اور کھانے کے لائق نہیں ہو سکتا اِسی طرح عامل ظاہر بھی فقیر کامل نہیں ہو سکتا اور وہ باوجُود کوشش کے اس خانہ خراب مِس کی مانند ہوتا ہے جو عمل اکسیر سے محروم ہوتا ہے، جب تک مُرشد مکمل اس کی دستگیری نہ کرے خواہ وہ لوگوں میں معظّم و مخدوم ہی کیوں نہ ہو۔

ابیات

عامل و کامل سہی اکمل کہاں   سر ہوا ہے غوثی قطبی کا جہاں

فقر کا انجام ہے قُربِ حضُور   ذات سے ذاتی مِلے حاصل ہو نُور

ہر منزل و مقام جو تجھے فقرِ محمدی صَلّی اللہ علیہ وسَلّم اور معرفت و توحید سے دُور رکھے مُطلق حجاب ہے۔ لہٰذا اگر تُو پانی پر چلے تو تنکے کی مثال ہے، اگر ہوا میں اُڑے تو مکھی کی مانند ہے۔ یہ سب مراتبِ بازی گری ہیں۔ جو مرشد کامل توجہ سے ہر دو جہان کو چشم زدن میں طے کرا دیتا ہے اور کونین کا تماشا پُشتِ ناخن پر دکھا دیتا ہے، اسے پڑھنے پڑھانے اور لکھنے لکھانے

کی کیا ضرورت ہے۔ ان مراتب کا حصول آسان ہے مشکل اور دشوار نہیں۔ تاہم تو ان مراتبِ بازیگری کا خریدار نہ بن۔ اگر بنے گا تو گویا تُو گاؤ خر کا خریدار ہے۔ پس معرفت و توحیدِ خداوندی کو کس علم سے راہ ہے جو کہ مطلق حضوری اور قُربِ الٰہ ہے؟ اور تصور نور کسے کہتے ہیں اور یہ کیونکر حاصل ہوتا ہے؟ یہ سب کچھ مرشد جامع سے طلب کر کہ وہ جو کہتا ہے بذریعہ تصورِ اسم اللہ ذات حضور سے دکھا دیتا ہے کیونکہ وہ جو دیکھتا ہے بعین دیکھتا ہے، جو حاصل کرتا ہے بعنایت حاصل کرتا ہے اور جو کچھ شناخت کرتا ہے بولایت شناخت کرتا ہے کہ اس مقامِ حضور میں مطلق ہدایت ہے جو حد و عد میں نہیں آتا اور وہم و فہم میں نہیں سماتا کیونکہ وہم و فہم مکان ہیں۔ اس مقام تک وہی شخص پہنچ پاتا ہے جو جانتا ہو کہ جسم و جان سے گزر کر نور، مشرفِ نور ہو پاتا ہے۔

جان لے! کہ تخلیقِ انسانی کا مقصد عبادت اور مدام آزمائش ہے نہ کہ نفس پرستی، دنیوی لذّات کا حصول، تلاشِ معاش اور طلبِ عیش و آسائش ہے۔ اس ہوسِ نفسانی اور حیلۂ شیطانی کو چھوڑ دے اور دل کو معرفتِ مولا کی طرف موڑ دے بمصداق اس قولِ خداوندی کے: " اِنِّیْ وَجَّھْتُ وَجْهِیَ لِلَّذِیْ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ حَنِیْفًا وَّمَا اَنَا مِنَ الْمُشْرِکِیْنَ ۔ یعنی میں نے اپنا چہرہ خالصتاً اسی کی طرف کر لیا ہے جو آسمانوں اور زمین کا بنانے والا ہے اور میں مُشرکوں میں سے نہیں ہوں۔"

بیت

تیرے رُخ کے سامنے لایا ہوں رو — نحن اقرب کہہ چکا ہے مجھ سے تُو
یہ سخن الہام ہے وحدت کرم — جس کو وحدت مِل گئی بے رنج و غم

جو عارف صاحب نظر حاملِ مقام بلند تر ہے تو جہ و تصوّر سے طرفۃ العین میں فقر و ہدایت تمام سے نواز دیتا ہے۔ ابتدائے تصور، انتہائے تصور اور متوسط تصوّر سے کیا مراد ہے اور یہ کیونکر جاری ہوتا ہے؟ تصور دراصل ایک توفیق ہے اور صاحبِ تصور جس طرف متوجہ ہوتا ہے حقیقت تک پہنچ جاتا ہے۔ صاحبِ تصور اگر غیب الغیب کی طرف متوجہ ہو، تو بیشک حضورِ خداوند میں پہنچ جاتا ہے یا اللہ تعالےٰ کو اپنے اوپر مہربان کر لیتا ہے۔ تصورِ حضورِ مولا

اور قُربِ الٰہ بخشنے والا ہے اور صاحبِ تصوّر کو طریقت کی آفات اور تکلفات سے بچانے والا ہے۔ اے طالب احمق ناقص خیال! تو مُرشد سے ناظرات و حاضرات نظر نگاہ کا طالب بن۔ تصور بالآخر کسی شخص کی باطنی صُورت کو اپنے تصرف میں لے آتا ہے اور پھر خواب، مراقبہ، استخارہ اور باعیاں نظارہ کے ذریعے اسے باطنی تعلیم و تلقین سے نوازتا ہے۔ پھر رُو برُو ہو کر تصرفِ باطنی کو تصرف ظاہری میں لے آتا ہے۔ سو معلوم ہُوا کہ تصوّر عمل کرنے والا ہے اور تصور با توجہ حجابات کو اُٹھانے والا ہے اور طریقۂ تصور با اعتبار ہے۔

شرحِ یقین

یقین ایک علم ہے، اس کا عالم بالیقین ہے اور اس سے جاہل بے دین ہے۔ علمِ یقین کی تین اقسام اور تین نام ہیں یعنی علم الیقین عین الیقین اور حق الیقین۔ اوّل علم الیقین ہے، اور علماء کو علم پر یقین ہوتا ہے۔ دوم عِلم عین الیقین ہے کہ اس مرتبے کا حامل مجذوب ہوتا ہے جو کیفیتِ خود فراموشی میں مخصوص تماشائے زیر و زبر بچشم خود دیکھتا ہے لیکن اپنے آپ کو نہیں دیکھتا۔ سوم علم حق الیقین ہے کہ اس مرتبے والا محبُوب عجائب مرغوب ہوتا ہے جو طالبوں کو ہر مطلوب تک پہنچانے والا ہوتا ہے کیونکہ حاملِ حق الیقین حقیقتاً حق تک پہنچتا ہے اور حق سے حق کو دیکھتا، پاتا اور پڑھتا ہے اور خود کو درمیان میں نہیں پاتا کیونکہ خود کو فنا کر چکا ہوتا ہے۔ اوّل کامل مرشد کی آزمائش اس کا تجرد ہے۔ پھر کامل مرشد کا امتحان طالب مرید کی جمعیت و اطمینان کے لیے یُوں ہے کہ حاضراتِ اسم اللہ ذات سے حیات و ممات جو جن و انس اور فرشتے مسخر ہوتے ہیں اور ہر تجلیّ نُور سے جو مشاہدات و احوالات نظر آتے ہیں مرشد کامل یہ سب مرید طالب کو دکھا دے۔ بعدہٗ طالب مرید کا یقین درست ہوتا ہے۔ ایسا طالب خواہش و ارادہ کے مقام سے نِکل کر " اَلْمُرِیْدُ لَا یُرِیْدُ ___ یعنی مرید بے ارادہ ہوتا ہے۔" کی مصداق ہو جاتا ہے۔ جس نے بھی معرفتِ اللہ کا خزانہ پایا فقیر سے پایا نہ کہ فقر سے، بلکہ فقر کو رفیقِ راہ پایا۔

فقیر اور فقر میں کیا فرق ہے؟ صاحبِ مرتبۂ فقر ذالقہ مشاہدۂ حضور سے مدام بہرہ ور رہتا ہے اور فقیر ہمیشہ فاقہ و مجاہدہ کی زندگی گزارتا ہے۔ حقیقی زندگی آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام ہی کی زندگی ہے اور تمام اُمت کی ظاہری و باطنی حیا، زندگی اور محبت آپ صلّی اللہ علیہ وسلّم ہی

سے ماخوذ ہے۔ جو شخص حیات النبی (صَلَّی اللّٰہ علیہ وسلم) کا منکر ہے اور خاکم بدہن آپ (صَلَّی اللّٰہ علیہ وسلم) کو مُردہ جانتا ہے وہ دارین میں رُوسیاہ اور شفاعتِ محمدی صَلَّی اللّٰہ علیہ وسلم سے محروم ہے۔ ایسا منافق اور کاذب اُمتِ محمدی صَلَّی اللّٰہ علیہ وسلم سے بمصداق "اَلْکَذَّابُ لَیْسَ مِنْ اُمَّتِیْ۔ یعنی جھوٹا میری اُمت میں سے نہیں ہے" خارج ہے۔ ایسا اہلِ شقی، تصرف، علم تصوف اور راہِ تصوف سے بے خبر اہلِ زندیق میں سے ہے۔ جبکہ انبیاء اور اولیاء کی موت مرتبۂ مشاہدۂ حضور اور معراج ہے۔ اس لیے کہ وہ بعد از موت دائمی زندگی میں ترقی درجات سے ہمکنار رہتے ہیں اور عبد ورب کے مابین ہر دو جہان میں زندگی سے بہرہ ور رہتے ہیں۔ جو شخص اخلاص و یقین سے جنابِ رسول اللّٰہ صَلَّی اللّٰہ علیہ وسلم کو "فریاد رس یا رسول اللّٰہ صَلَّی اللّٰہ علیہ وسلم" کے الفاظ سے یاد کرتا ہے تو وہ آپ کو جملہ لشکرِ اصحابؓ بمع امام حسن اور امام حسین رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہما تشریف فرما پاتا ہے اور بچشمِ بینا باعیاں زیارت سے مشرف ہو کر سر آپ کے قدموں میں دھر دیتا ہے اور آپ کی خاکِ پا کو آنکھوں کا سُرمہ بناتا ہے لیکن بے اخلاص و بے یقین اگر شب و روز مصروفِ نوافل رہے تو بھی محجوب رہتا ہے۔ مُرشد کامل باتوفیق طریقِ باطنی سے طالبوں کو مجلسِ محمدی صَلَّی اللّٰہ علیہ وسلم میں پہنچاتا ہے لیکن مُردہ دل احمق اس سے ناآشنا رہتا ہے خواہ وہ تمام عمر مطالعہ میں مصروف رہے۔ جان لے کہ جو طالب مردود و مرتد معرفت اللّٰہ وصال اور حضورِ جمال کے سلسلے میں پیرو مرشد کے فرمان پر یقین و اعتبار نہ کرے تو اسکی بے دینی اور بے یقینی کا علاج اور اس کے باطنی مرض اور بیماری کے لیے شافی دوا حضورِ مولا اور شرفِ لقا ہے۔ اگر طالب بالیقین ہے تو بحال اور صاحبِ وصال ہو جاتا ہے اگر بے یقین ہے تو جذب خوردہ ہو کر طلبِ دُنیا، نفس پرستی اور خود نمائی کے عوارضِ لازوال میں مُبتلا ہو جاتا ہے۔

آگاہ رہ کہ فقر میں وہی شخص قدم رکھ سکتا ہے جسے پیرو مرشد کا وسیلہ حاصل ہو اور جو توشۂ یقین کا حامل ہو۔ پیرو مُرشد کو مثلِ مادر طالب شیرخوار کی نگہبانی میں ہوشیار ہونا چاہیئے اور اس قول پر یقین رکھ "اَلصَّبِیُّ صَبِیٌّ وَلَوْ کَانَ اِبْنُ النَّبِیِّ"۔ بچہ خواہ نبی کا ہو بچہ ہی ہوتا ہے۔ جو اس راہ میں درد سے آشنا نہیں، وہ مردانگی سے آگاہ نہیں۔ حدیث: "طَالِبُ الدُّنْیَا

مُخَنَّثٌ طَالِبُ الْعُقْبٰی مُؤَنَّثٌ" وَطَالِبُ الْمَوْلٰی مُذَکَّرٌ۔ یعنی طالبِ دُنیا مخنث، طالبُ العقبٰی مؤنث اور طالبِ مولا مذکر ہے۔" مرید قادری کے ہفت اندام لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ کے ہفت روزہ ذکر اور ضربِ قلبی سے سرتا اقدام نُور ہو جاتے ہیں۔ بعدہٗ وہ ہفت روز مشاہدۂ حضور میں مشغول رہتا ہے۔ ؎

ہے وہ طالب مدعی شیطان صفت   جو سدا کرتا ہے شکوۂ معرفت

اوّل مرشد کامل بذریعہ علمِ دعوت طالب کو تعلیم و تلقین سے نوازتا ہے جس سے اسے جُملہ مطالب حاصل ہو جاتے ہیں کیونکہ علمِ دعوت عین نما، مشکل کشا، ہر امر پر غالب اور جمیعت بخش ہے۔ جو علمِ دعوت سے شناسا ہو جاتا ہے تو وہ جُملہ مخلوقات کی منطق و معانی سے آشنا ہو جاتا ہے۔ اگر صحرا کی جانب جاتا ہے تو نباتاتِ زمین کو یُوں ہم سخن پاتا ہے کہ اے ولی اللّٰہ مجھ کو ہمراہ لے کہ مَیں موجبِ کیمیا و اکسیر ہُوں۔ اگر مجھے تانبے سے ملائے گا تو زرِ سُرخ کی صورت میں پائے گا۔ اگر تلاوتِ قرآن مجید کرتا ہے تو اس میں سے اسمِ اعظم پکارتا ہے کہ اے ولی اللّٰہ! میرا ورد کر اور جو مطالب رکھتا ہے انہیں حاصل کر کہ مَیں جمعیت کُل ہوں۔ اور بروزِ جُمعہ نیک ساعت اسے ندا دیتی ہے کہ میری بابرکت ساعت میں کہہ کن سے ہر بات مقبول ہوتی ہے۔ اگر بجانب پہاڑ جاتا ہے تو سنگریزہ کو لب کشا پاتا ہے کہ اے ولی اللّٰہ! مَیں سنگِ پارس ہوں، مجھے سنگریزوں سے اٹھالے اور سخت لوہے سے ملالے اور میرے ملاپ سے لوہے سے سونا بنالے۔ جو شخص قرآنِ مجید سے ایسا علم و عملِ دعوتِ قبور اور تصورِ حضور نہ جانے وہ احمق ہے کہ پھر بھی دعوت پڑھتا ہے۔ صاحبِ دعوت لا یحتاج ہے اور ہر دو جہان اس کے قیدی اور محتاج ہیں۔ علمِ دعوت سے کامل کو معراج اور ناقص کو استدراج حاصل ہوتا ہے۔ جو کوئی گنجِ غیبی عنایت اور معرفتِ لاریبی ہدایت کا طالب ہے تو وہ انہیں مرشدِ کامل سے طلب کرے۔ مرشد کامل کی پہچان یہ ہے کہ وہ طالب کو نظر اور توجہ سے حضور میں پہنچا سکے اور تفکر و تصرف سے واپس لا سکے۔ اسے زبان سے کچھ کہنے اور پڑھنے کی ضرورت نہیں ہوتی بلکہ خاموش رہتا ہے۔ تاہم بعض کی خاموشی مکر کے باعث ہوتی ہے۔ ایسے اہلِ مکر کا مراقبہ مردود اور وہ خطرات میں محدود ہوتا ہے جبکہ اہلِ معرفت کا مراقبہ

محمود اور وہ واصل معبود ہوتا ہے۔ اس راستے میں آنکھ درکار ہے۔ آنکھ کو آنکھ کے ذریعے دکھایا جاتا ہے اور آنکھ کو بچشمِ عین کھولا جاتا ہے۔ ایسی عین جو قول" لَا تَخَفْ وَلَا تَحْزَنْ۔ یعنی نہ خوف کر نہ غم" کی صفت سے موصوف ہو۔ ایسی عنایت عاشقوں کو منتہی ہدایت کے ذریعے نصیب ہوتی ہے تاہم جو کوئی خود کو مقام فی اللہ تک پہنچا لیتا ہے تو اسے ہدایت و بدایت بھی یاد نہیں رہتی۔ زاہد خوفِ جہنم سے رنجور رہتا ہے لیکن عاشق اشتیاق میں مدام مسرور رہتا ہے۔ عالم علم پر مغرور ہوتا ہے لیکن فقیر غرق فی النور ہوتا ہے' یہ ہے توحید۔ علماء میں سے تمامیتِ علم اس عالم فاضل کو حاصل ہوتی ہے جس پر ظاہراً و باطناً فقیرِ کامل بحکمِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم متوجہ ہو جائے۔ اس سے معلوم ہوا کہ علماء کو فیض و فضل فقراء سے حاصل ہوتا ہے لیکن علماء غضب و حسد کے باعث فقراء کو دیکھ نہیں سکتے خواہ فقیرِ علم باعلم و نص و حدیث سے بیان کرتا ہو۔ اس اختلاف کی وجہ یہ ہے کہ علماء خود کو "موجِ دریا نہ خدا نہ خدا سے جدا" تصور کرتے ہیں۔ اور فقراء خود کو " دریا مدام بخدا نہ خدا سے جدا" گردانتے ہیں۔ جبکہ دونوں برحق ہیں کیونکہ اس راستے کی ابتداء علماء اور انتہاء اولیاء ہیں۔ اے جاہل بے حیا سُن! کہ بغیر علم کے کوئی شخص خدا تک نہیں پہنچ سکتا۔ جاہل اسے کہتے ہیں جو ماسوٰی اللہ کو اللہ تعالیٰ سے بہتر تصور کرے۔

بیت :

غرق ہوں توحید میں باذات نور   گم ہوا ایسا کہ ہوں شہرت سے دور
تجھ سے گر ہو پاتے تو خود کو چھپا   خود فروشی سے رہے عارف جُدا

فقیر کے سر پر تاج اِسم اللہ ذات ہے جس کی عزت و عظمت کے باعث فقیر کا ادب ضروری ہے۔ خواہ فقیر کی تصویر ہی دیوار پر آویزاں کیوں نہ ہو، جبکہ علماء کے سر پر علم کی دستار ہے اور علم اوّل آیتِ قرآنی: "اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِیْ خَلَقَ ۔ یعنی پڑھ اپنے رب کے نام سے جس نے خلق کو پیدا کیا۔" اور" بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ۔ یعنی شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان اور نہایت رحم والا ہے۔" کے مطابق اسم اللہ سے ماخوذ اور معلوم ہے۔ لہٰذا معلوم ہوا کہ تمام قرآن دراصل اسم اللہ کی تشریح اور تفسیر ہے۔ جو شخص کنہ کُن سے اسم اللہ

پڑھ لیتا ہے' اس سے کوئی شے اور علمِ مخفی اور پوشیدہ نہیں رہتا۔ یقین کر لے کہ فقیرِ کامل کے لیے توجہ، توفیق اور باطن تحقیق کے ذریعے تمام عالم کو بحضورِ معرفت توحیدِ الّا اللہ اور مجلس محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں پہنچانا آسان ہے لیکن حضوری، معرفت، قرب اور باجمعیت گنجِ ولایت و ہدایت کے اِن خزانوں کی نگہداری کم حوصلہ اور خام ناتمام طالب کے وجود میں مشکل اور دشوار کام ہے کیونکہ ناتمام وجود کا خام برتن ٹوٹ کر ٹکڑے ٹکڑے ہو جاتا ہے مگر مرشد کامل پہلے توجہ اور نظر سے وجودِ طالب کو پختہ کر کے بعد میں حضور میں پہنچاتا ہے تاکہ سلامت اور بحال رہے۔

بیت

یہ سادگی ہے کہ فرزند پہ ہے تو خورسند   کہ منبعِ غم و آلام ہے یہی فرزند

قیل و قال اور گفت و شنید کا علم حجابِ اکبر ہے جس سے نفسِ امّارہ یہود مغرور ہو کر معرفت معبود سے محروم و محجوب رہتا ہے۔ جو شخص اس مقام پر تارکِ نفس ہو کر خود بینی اور خود پرستی سے باہر آجاتا ہے تو وہ اسی وقت حقیقت آشنا ہو جاتا ہے اور عین کو بعین پڑھ لیتا ہے' پھر اسے علمِ رسم و رسوم کی احتیاج نہیں رہتی۔

ابیات

اے عالم نادان نہ ہو علم پہ مغرور   جو علم کہ معبودِ حقیقی سے کرے دُور
کشاف و ہدایہ کا تجھے علم ہو حاصل   جبتک نہ کرے خدمتِ خاصاں رہے جاہل

قال علیہ السلام : سَیِّدُ الْقَوْمِ خَادِمُ الْفُقَرَاءِ ۔ یعنی قوم کا سردار فقراء کا خادم ہوتا ہے۔" جب یہ حال ہے تو دوسروں کی کیا مجال ہے کہ فقیروں اور درویشوں کے سامنے دم مارے۔ جان لے کہ ذاتِ خداوند قدیم ہے۔ لہٰذا قدیم کو قدیم زبان سے یاد کرنا چاہیے۔ قدیم آنکھ سے پہچاننا چاہیے اور قدیم گوش سے اس کے الہام کو سننا چاہیے۔ قدیم دل، قلب، روح اور سر دراصل قدیم زبان، قدیم چشم، قدیم گوش اور قدیم ہوش ہیں۔ علم والا اقرار زبان کے ساتھ تصدیق سے پڑھتا ہے اور آیاتِ قرآنی سے تحقیق کرنی جانتا ہے' جبکہ تیرے پاس نہ اقرار قدیم اثبات ہے نہ زندہ دم تصدیق ہے۔ اور روزگارِ دنیا کے لیے بے معرفت علم کا پڑھنا باعثِ افسوس اور موجبِ غم و الم ہے۔ گوشت کے ٹکڑے یعنی ظاہری زبان کا

اقرار اور ہے اور علم تصدیق باعیان، نفس فنا، زندہ قلب، رُوح بقا، حضوری باادب وحیا اور ہے۔ جو ان مراتب کو پہنچ جاتا ہے وہی عالم باللہ اور عالم ولی اللہ ہوتا ہے۔ جان لے کہ اللہ تعالیٰ قدیم ہے لہٰذا اسے قدیم زبان سے یاد کرنا چاہیئے اور اس سے ہم سخن ہونا چاہیئے، اسے قدیم چشم سے پہچاننا اور حاصل کرنا چاہیئے اور اسے قدیم گوش سے سُننا چاہیئے جب کہ قلب و دل قدیم زبان ہے۔ روح قدیم چشم ہے اور سر قدیم گوش ہے لہٰذا غفلت کی رُوئی قدیم گوش میں نہیں ٹھونسنی چاہیئے۔ ان قدیم مراتب کو اس آیت سے پہچان اور آنکھیں کھول:

" وَفِیْٓ اَنْفُسِکُمْ اَفَلَا تُبْصِرُوْنَ۔ یعنی وہ تمہارے نفوس میں ہے کیا تم دیکھتے نہیں۔"

یہ آیت عارفان صادق وصدیق، عالمانِ ربانی اہلِ توفیق، اہلِ تحقیق اور اہلِ تصدیق کے حق میں ہے۔ اور جو کوئی قیدِ نفسانی اور خطراتِ شیطانی سے دوچار ہو، وہ کیا جانے کہ وہ مادرزاد کور علم باطنی سے محروم ہے اور مرتبۂ قیل وقال شروشور میں مُبتلا ہے۔ ایسے مردہ دلان بے عیان، بظاہر انسان بباطن حیوان، بے وصال، بے حضور اور معرفتِ مولا سے دُور کیساتھ صحبت و کلام فضول ہے۔ یقین کر کہ آخری زمانہ بدتر ہوگا، اس لیے کہ اس میں اولیاء اللہ فقیر غالب اور عاشق طالب کم پیدا ہوں گے۔ جو کوئی درویشوں کا منکر ہے وہ بے نصیب اور پریشان ہے۔ فقیر تین مراتب کا حامل ہوتا ہے۔ اوّل مرتبۂ علم ہے کہ اس میں وُہ "اَلْعُلَمَاءُ وَارِثُ الْاَنْبِیَاءِ" کے خطاب سے یاد کیا جاتا ہے۔ مرتبۂ دوم میں وہ خطابِ اولیاء اللہ سے نوازا جاتا ہے اور مرتبۂ سوم میں وہ خطابِ زندہ جان، فرحت الروح اور ساکنِ لامکان سے بہرہ ور کیا جاتا ہے۔ جب کہ حضوریٔ نفس میں طالب شب و روز محض حکایت اور پیرومُرشد کی شکایت میں مُبتلا رہتا ہے لیکن پیرومرشد اسے حکایت و شکایت سے باہر لاکر مرتبۂ نہایت میں پہنچا دیتا ہے۔ جب نفس مقامِ نور میں پہنچ کر گوناگوں نعمتیں کھاتا، شیر و شہدِ شریں پیتا ہے اور زریں اطلس پہنتا ہے تو صد شکر ادا کرتا ہے۔ اس سے تعجب نہ کر اے ظاہر و باطن عاقل ہوشیار۔ ؎

علم ہے وہ اور جس سے ہو حضور   ہے وہ علمِ نُور وجہِ کل شعور

وہ شخص عجب غافل ہے جو جزوی عقل و مطالعہ پر علم سے واقفیت کا اور فقر کی کاملیت

کا دعویدار بنتا ہے۔ فقیر کے لیے راہ ہے اور ہر علم سے ظاہر و باطن کی توفیق رکھتا ہے اور با قُربِ اللہ حضوری کی تحقیق رکھتا ہے اور اس جُزو میں مشاہدۂ کُل کرتا ہے۔ یہ ہیں مراتب فقیر لایحتاج کے۔ ایسا فقیر چاہے تو ایک نظر سے خاکِ زمین کو سیم و زر بنا ڈالے۔

قطعہ

مجھے ہے پیرِ طریقت کی یہ نصیحت یاد   کہ غیرِ یادِ خُدا جو بھی ہے سبھی برباد
کُتوں کو بخش دولت نعمت گدھوں پہ لاد   اور محوِ تماشا مجھے کرامن سے آباد

جان لے کہ جُثّہ سے جُثّہ کا باہر آنا اور پھر داخل ہو جانا اور صورتِ خود سے خود پیدا اور ہویدا ہونا آسان ہے لیکن توفیق کے ساتھ اس کی تحقیق کرنا مشکل کام ہے لہٰذا مرد وہ ہے جو صورتِ نفس، صورتِ شیطان، صورتِ دنیا، صورتِ خنّاس خرطوم وسوسۂ خطرات، صورتِ وہم و خیال، صُورتِ مشاہدۂ احوال، صُورتِ علم و معرفت وصال، صورتِ استدراج جنونیت قہر زوال، صُورتِ لطافتِ نُور توفیق الٰہی جمال، صورتِ قلب و روح تجلّیِ روح، صورتِ ذکر سُلطان از دریائے دِل مثل موج دریا، بیم آفتاب، بتلاطم طوفانِ نوح، صُورتِ مرشد فنافی اللہ وسیلۂ دیدار اور صورتِ فریب دہندہ جیفۂ مردار وغیرہ کی تحقیق کر سکے۔ اے مرد! ان صُورتوں کو تاثیر لذتِ وجدیہ اور نیک و بد خصلت سے معلوم کرنا چاہیے۔ ایسے وقت میں کنہ کُن لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ کی خاصیّت سے لاحول، درود شریف، سُبحان اللہ یا کلمہ طیبہ وغیرہ پڑھ کر رُونما ہونے والی صُورت پر دم کرے۔ اگر وہ صورت خاص ہوگی تو ہم سخن اور برقرار رہے گی۔ نیز دائم رفیق اور وسیلۂ قرب و وصال ہوگی۔ اگر لاحول وغیرہ سے وہ صورت زائل اور غائب ہو جائے تو یہ طریقت میں زوال کی علامت ہے۔

❁ اِس مقام پر بعض طالب دیوانہ اور مجنون ہو جاتے ہیں بعض داڑھی سر منڈوا، برہنہ سر و پا، بے نوا اور بے حیا ہو کر معرفتِ خدا سے محروم ہو جاتے ہیں بعض بدعت و شراب میں مبتلا قرب و حضوریٔ مولا سے جُدا، بعض تارک الصلوٰۃ محروم از فنافی اللہ ذات اور بعض صدمات غلبات سے مر جاتے ہیں بعض غرقِ دریا اور بعض آگ میں جل جاتے ہیں۔ بعض بحالتِ کفر و شرک جو مُنہ میں آتا ہے کہہ جاتے ہیں اور جو کچھ سامنے آتا ہے بلاتمیزِ حلال و حرام کھا جاتے ہیں

باوجود اس کے ایسے اہلِ الحاد اور مایۂ فتنہ فساد بھی خود کو تارک الدُّنیا کہتے ہیں جبکہ یہ شیطانی فقر لعنتی اور برباد ہے۔ یاد رہے کہ اس راہ کی اصل اور اس کی ابتدا، تصورِ اسم اللہ ذات ہے کہ صاحبِ تصورِ مشقِ وجودیہ کی ابتدا تا انتہا جملہ احوال، افعال، اعمال اور اقوال قرب وصال سے ماخوذ ہوتے ہیں۔ جو اس راہ سے آگاہ نہیں وہ ابتدا تا انتہا خلافِ شرع مبتلائے زوال ہے۔

بیت

دنیوی لذّات مانعِ حق و نُور   لذّتِ نورؑی ہے ہونا باحضور

لذّتِ معرفت اور حضوریِ نور کونین کی دولت سے بہتر ہیں کیونکہ وہ روح یعنی جان عزیز کے لیے باعثِ فرحت ہیں، جو معرفت اللہ کی لذت کو نہ چکھ سکا، وہ انسان نہیں بلکہ بدتر از حیوان ہے، اللہ تعالےٰ سے غافل اور خوار تر ہے۔ اے عالم عاقل صاحبِ دانش! نفس تو طالبِ لذّاتِ جیفۂ مُردار ہے جبکہ قلب زندگی اور بیداری کا طلبگار ہے اور روح آرزومندِ دیدار ہے۔ تو ان تینوں میں سے کس کا طلبگار ہے۔ جبکہ قرآنی حکم ہے کہ نفس کو چھوڑ دے اور دنیا جیفۂ مردار سے مُنہ موڑ لے، شیطان کو دشمن جان اور اس سے ہوشیار رہ۔ لہٰذا عالم اور حق شناس فقیرِ کامل وہ ہے جو موافقِ شریعت قرآن و رحمان ہو اور مخالفِ دُنیا و نفس و شیطان ہو۔ تو ان میں سے کس چیز کا آرزومند ہے۔ کہہ کہ اللہ بس ماسویٰ اللہ ہوس۔ بیت :

طالبِ وصل بھی کوتاہ نظر خام خیال   دوست دل میں ہو تو کیوں تذکرۂ ہجر و وصال

جو مرشد حاضراتِ اسم اللہ ذات سے فنا فی اللہ، حاضراتِ اسمِ سرورِ کائنات ﷺ سے فنا فی الرّسول صلّے اللہ علیہ وسلّم اور حاضراتِ فقیرِ شیخ سے فنا فی الشیخ فنا فی اللہ، ولی اللہ کے مراتب بخشنے والا ہو اور قُرب، معرفت اور حضوری کھولنے اور دکھانے والا ہو وہ ہرگز طالب کو ذکر فکر، وِرد وظائف اور مراقبہ میں مشغول نہیں کرتا بلکہ توجہ توفیق سے یکبارگی اِسے حضور میں پہنچا دیتا ہے کیونکہ وہ اس کے بغیر اور کوئی راہ جانتا ہی نہیں۔

ابیات

بے حضوری ہر طریقہ راہزن   مرد دکھلائے حضوری انجمن

معرفت چاہے جو مثلِ واصلان   گُم کرے وہ اسم میں اپنا نشان

در مقامِ لِی مَعَ اللہ لے چلے   اور توحید و تجرد بخش دے

پاگیا ہُوں فیض و فضلِ مُصطفےٰؐ   اور وجودِ نُور سے دیکھوں خدا

منکرِ اللہ و احمد ہے شقی   ہے وہی مُرتد بھی اور مردود بھی

باہُوؒ دکھلاتا ہوں راہ بہرِ خدا   طالب آجائے اگر بخشوں لقا

طالبوں میں سے وہ طالب بدتر، بدبخت، بے اخلاص اور بدکار ہے جو مرشد کے حضور بے ادب، خدمتِ ماہ و سال کا شمار کرنے والا دعویدار ہے۔ ایسا طالب تمام عمر مؤدب نہیں ہو سکتا۔ نیز حقیقی طلب سے سلب اور مطلب سے محروم رہتا ہے جبکہ مرشد کامل نُورِ تصور اسم اللہ ذات سے یا دعوتِ قبُور سے ہر روز طالب کو ایک مرتبہ اور مقام بخشتا ہے اور بے ریاضت و رنج معرفت کا خزانہ اور گنج عطا کرتا ہے۔

جان لے! کہ ابتدائے فقر میں طالبِ فقر کے لیے دو مراتب ہیں۔ ایک یہ کہ رُوئے زمین کی دولت و نعمت کے خزانوں کا تصرّف مشرق تا مغرب، جنُوب تا شمال اور قاف سے قاف تک اسے حاصل ہو۔ نیز جن و انس، وحوش و طیور، مؤکلاتِ جن و ملک یعنی ملکِ سلیمانی کا فرماں روا ہو، لیکن اس کی نظر میں دُنیا اور سلطنتِ سلیمانی فانی ہو۔ بنا بریں وہ بادشاہی کو اختیار نہ کرے۔ اس لیے کہ ہزار بادشاہی سے ایک دم با توفیقِ حضوری اور معرفتِ قُربِ الٰہی سے بہرہ مند ہونا بہتر ہے۔ دُوسرا مرتبۂ فقر اور طالبِ فقر کا یہ ہے کہ چاہے تو عاجز گدا گر کو توجہ، توفیق سے روزِ اوّل ہفت اقلیم کی شاہی کا مسند نشین کر دے اور شاہِ ہفت اقلیم کو بادشاہی سے معزول کر دے۔ ایسے اُمور کا صدور فقیر اہلِ حضور فنا فی اللہ ذات سے ہوتا ہے۔ جس نے بھی بغیر لشکر کے اور بے رنج بادشاہی اور تصرّف گنج حاصل کیا اللہ کے فقیر سے حاصل کیا اور فقر کو ہی مدام اپنا رفیق بنایا۔ جان لے! کہ ہنرِ کیمیا کا علم فقیر باخدا کے ہاتھ میں ہوتا ہے نیز وہی دلا سکتا ہے اور نصیب کرا سکتا ہے۔ مثل مشہور ہے کہ جب علمِ کیمیا، اکسیر کی طلب اور شوق کسی کے دل میں پیدا ہوتا ہے تو ایسا شخص علم و عمل کیمیا، اکسیر سے مثلِ ہوس بے نصیب رہتا ہے اور اسکی حکمت اور دوا کی ترکیب تک نہیں پہنچ پاتا۔ اس قسم کا طبیب مطلق بخیل رقیب، مقصود سے محروم، خود نما، سرکش اور بے حیا دیکھتا ہی رہ جاتا ہے اور طلبِ کیمیا کا

ارمان اور غم لیے قبر میں چلا جاتا ہے جبکہ اس نصیب کا دلانا فقیر کی نظر میں آسان کام ہے مگر دُنیا کا یہ مرتبہ وہ اس لیے نہیں بخشتے تاکہ لوگ اللہ سے باغی نہ ہو جائیں۔ قولہٗ تعالیٰ :

" وَ لَوْ بَسَطَ اللّٰهُ الرِّزْقَ لِعِبَادِهٖ لَبَغَوْا فِی الْاَرْضِ وَ لٰكِنْ یُّنَزِّلُ بِقَدَرٍ مَّا یَشَآءُ ؕ اِنَّهٗ بِعِبَادِهٖ خَبِیْرٌۢ بَصِیْرٌ ۚ یعنی اگر اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کا رزق فراخ کر دے تو وہ زمین میں بغاوت پھیلا دیں، لیکن وہ اُتارتا ہے اندازے سے جتنا چاہے بیشک وہ اپنے بندوں کو جانتا ہے اور دیکھتا ہے۔"

ہنر کیمیاء کا علم و عمل مثل مرض اور زحمتِ جان ہے اور کیمیاء گر جہان میں مثلِ چور اور دشمنِ ایمان ہے۔ جس کا چہرہ حیرت و عبرت سے مدام پریشان ہے اس کی گفتگو اور اس کی مجلس وسوسۂ شیطان ہے جبکہ کیمیاء کی اصل دوا کی قیمت محض ایک دام ہے جو اس سے زیادہ بتائے وہ دروغ زن اور عملِ کیمیاء میں خام ہے۔

ابیات

کیمیاء اِک فن ہے میں ہادی کرم   جو مجھے دیکھے نہ ہو گا اس کو غم
کیمیاء فن ہے میں راہبر تا خدا   اور ہُوں لائق لقا کو جانتا
کیمیاء فن ہے مجھے دائم کمال   ہے بالآخر ہر فرازی کو زوال
کیمیاء فن ہے تو مَیں ہُوں دل شناس   نیک و بد کو جانتا ہوں از قیاس
میری نظروں میں ازل اور ابدگاہ   راہ پائی با دلیل و با نگاہ
ہر عمل کو عمل میں مَیں لا چکا   ہر تصرّف پر تصرّف پا چکا
بھیک سے ہے نفس کو رسوا کیا   اور ہر در پر گیا بہرِ خدا

جو کہتا ہے کہ وہ کیمیاء کو جانتا ہے اور خود کو عارف باللہ فقیر گردانتا ہے وہ شخص کچھ نہیں جانتا۔ جو جانتا ہے وہ کہتا نہیں بلکہ توجّہ سے کام کرتا ہے اور جس پر مہربان ہو جاتا ہے ، اسے دکھاتا ہے اور طالب صادق جان فدا کو لِلّٰہ برائے ثواب عطا کرتا ہے۔ طالب کم حوصلہ کو اس سے واقف کرنا خرابی اور خطا کا سر ہے اور اس کا خون ، زوال اور وبال اپنی گردن پر لینا ہے۔

○

جس کا نفس فاقے سے عاجز ہو جائے اور قوتِ طاعت نہ رکھے اور مقدر کو منجانب اللہ جانے اس کے لیے سوال کرنا حلال ہے۔ حدیث :

" وَمَنْ جَاعَ وَلَمْ یَسْئَلْ فَمَاتَ دَخَلَ النَّارَ۔ یعنی جو بھوکا ہوا اور سوال نہ کرے اور مر جائے تو وہ جہنّم میں داخل ہوگا۔"

قولہٗ تعالیٰ : " وَ اَمَّا السَّآئِلَ فَلَا تَنْهَرْ ۝ اور سائل کو مت جھڑکو۔"

حاضرات اسم اللہ ذات اور کلمہ طیّبات متبرکات سے عاملِ جمیع دفاتر کل و جُز اور جُملہ مخلوقات کو مقامِ کنہ سے سخنِ کُن فیکُون سے اپنے سامنے حاضر کر لیتا ہے اور حاضرات سے تماشائے کونین پشتِ ناخن پر یا ہاتھ کی ہتھیلی پر دکھا دیتا ہے یا آئینۂ ضمیر میں عالم روشن ضمیر صاحبِ تفسیر پر ظاہر کر دیتا ہے یا حقائقِ ماضی ، حال ، مستقبل دکھا دیتا ہے۔ شوق ، توفیق اور تحقیق سے حاضراتِ اسم اللہ ذات کے ذریعے ہفت اندام اور جُملہ جُثّہ نور ہو جاتے ہیں۔ دم سے دم اور ایک جثہ دوسرے جثّے سے جدا ہو جاتا ہے۔ یہ اِنتقالِ جمعیت تحقیق باوصال دل سے نِعم البدل کے ذریعے بعض کو ظاہر توفیق اور باطن تحقیق اور بعض کو باطن توفیق اور ظاہر تحقیق کا مرتبہ بخشتا ہے یا ظاہر و باطن ہر دو عیاں کر دیتا ہے یا خواب ، مراقبہ اور موت جیسی استغراق کے ذریعے خلق سے جدا اور حق سے یکتا کر دیتا ہے۔ اِن مراتب " مُوْتُوْا قَبْلَ اَنْ تَمُوْتُوْا "

سے تعجب نہ کر ، ان پر عیب نہ لگا اور غیب کا انکار نہ کر کہ یہ غیب بلاشک آیاتِ قرآنی اور ان کی حاضرات سے ثابت ہے۔ قولہٗ تعالیٰ :

" لَا رَیْبَ فِیْهِ هُدًى لِّلْمُتَّقِیْنَ ۙ الَّذِیْنَ یُؤْمِنُوْنَ بِالْغَیْبِ۔ یعنی اس میں شک نہیں ، ہدایت ہے متقیوں کے لیے جو غیب پر ایمان لاتے ہیں۔" نیز اگر صاحبِ حاضرات حاضراتِ اسم اللہ ذات کو بطورِ تجربہ آزمانا چاہے تو جملہ ارواحِ قبور اس کے آگے حاضر ہو کر اس سے ہم سخن ہو جاتی ہیں اور وہ اہلِ قبور کے احوال کا مشاہدہ کرتا ہے کہ کوئی قبر نمونۂ بہار اور کوئی قبر نمونۂ نار ہے۔ اور یوں مرتبۂ سعید و شقی کے تماشے سے حاملِ یقین و اعتبار ہوتا ہے۔ اس غیب پر تعجب نہ کر اور عیب نہ دھر ، ورنہ شرمندہ ، خجل اور خوار ہو جائیگا کہ یہ غیب آیات

قرآنی لاریب سے ثابت ہے۔ قولہٗ تعالیٰ :

"اِنَّ الَّذِیْنَ یَخْشَوْنَ رَبَّھُمْ بِالْغَیْبِ لَھُمْ مَّغْفِرَۃٌ وَّ اَجْرٌ کَبِیْرٌ۔ یعنی بے شک جو لوگ غیب کے ساتھ اپنے رب سے ڈرتے ہیں ان کے لیے بخشش اور بڑا اجر ہے۔" نیز حاضراتِ اسم اللہ ذات سے بے نصیب بھی بانصیب ہو کر تمام عالم کے احوال کو معلوم کر لیتا ہے اور بحوالہ نصِ قرآن و حدیث ہر علم کو جناب محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے پڑھ لیتا ہے اور جو اس بات کا انکار کرے وہ نجس اہلِ خبیث ہے۔ نیز عاملِ حاضراتِ اسم اللہ ذات ازل سے ابد تک ہر پیغمبر، ان کی اُمت اور جُملہ روحانیوں سے مصافحہ کرتا ہے حاضرات کے طریقے بے شمار ہیں۔ جیسے حاضراتِ ذات، حاضراتِ صفات، حاضراتِ حیات، حاضراتِ ممات، حاضراتِ نفسانی، حاضراتِ جنونیت با مؤکل جسمانی، حاضراتِ دفع شیطانی، حاضراتِ مشاہدات طبقات قاب قوسین بذریعہ حکمتِ علمین، حاضراتِ نفس، قلب، روح اور سِرّ وغیرہ کشفِ ادنیٰ و اعلےٰ اور قُربِ حق تعالیٰ اس نقش کی طے میں ہے۔ کامل اِس سے معرفت گنج کھولتا ہے اور انتہائی مطالب دکھاتا ہے۔

اللہ	علمِ غیب خدا میداند خاصہ بندگان خود را	للہ
لا الٰہ الا ھو لہ ھو العلی لیس فی الدارین الا ھو	عالم الغیب والشھادۃ ھو الرّحمٰن الرّحیم	ھو الظاہر ھو الباطن لیس فی الدارین الا ھو
اللہ	لا الٰہ اِلا اللہ مُحَمَّدٌ رسول اللہ	للہ

اے طالبِ مولا! میرے پاس جلد آ تاکہ تجھے دیدار و لقا سے مشرف کر دوں۔ اس لیے کہ مابینِ خدا اور بندہ خدا کوئی دیوار، پہاڑ یا سدِ سکندری حائل نہیں۔ جو کوئی علمِ غیبی کا حصول جلد تر چاہے تو سن لے! اے اہلِ ہوا اور نفس پرست کہ صاحبِ نظر غیب پڑھتا اور جانتا ہے۔ اس کا انکار نہ کر اور معرفتِ خداوندی، قُربِ حضوری اور دیدارِ خدا کا منکر نہ بن۔

ابیات

شاہ رگ سے نزد کو کہتے ہو دُور　　اور دیکھوں باعیاں میں باحضور

ماورا مخلوق سے وہ بے مثال　　معرفتِ توحید حاصل ہو وصال

ماہ و سال اور ہفتہ و ایام کے مجاہدوں اور ریاضت سے وصال حاصل نہیں ہوتا، بلکہ مرشد کامل بذریعہ حاضرات ایک ساعت میں ابتدا تا انتہا فقر و معرفت اور قُربِ حضوری تمام کھول دیتا ہے۔ طالب صادق کے لیے دو گواہ ہیں کہ مرشد کے نیک و بد اور ثواب و گناہ پر نظر نہ رکھے۔ ایسے طالبِ خاص کو مرشد یکبارگی معرفت اور قُربِ الٰہیہ تک پہنچا دیتا ہے جاننا چاہیے کہ علم کیمیا اکسیر اور علم کیمیائے تکسیر[1] بھی طالبوں کو گمراہ کر دیتے ہیں اور انہیں معرفتِ خداوندی سے باز رکھتے ہیں۔ اگرچہ لوگوں کی نظر میں یہ علوم باعثِ نفع و ثواب ہیں لیکن عارفوں کے لیے موجبِ حجاب ہیں۔ حدیث :

"مَنْ لَہُ الْمَوْلیٰ فَلَہُ الْکُلُّ، حَسْبِیَ اللہِ وَ کَفٰی بِاللہِ۔ یعنی جس کے لیے مولا ہے اس کا سب کچھ ہے۔ اللہ میرا نگہبان اور کفایت کنندہ ہے۔"

بیت

عاملِ ہر علم ہوں کاملِ فقیر　　کُل و جز تابع ہیں ہوں روشن ضمیر

مبتدی طالب کے لیے تین مراتب ہیں یعنی طلب، محبت اور شوق۔ طلب مرتبہ ہے، محبت منصب ہے اور شوق عنایت ہے۔ جب طالب طلب میں قدم رکھتا ہے تو لذتِ نفس، طمع و حرصِ دنیوی اور معصیتِ شیطانی کو تین طلاق دے دیتا ہے، لیکن جو طالب درہم و دینار کو جمع کرتا ہے تو شیطان اس کا ساتھی ہو جاتا ہے اور اس سے ہرگز جُدا نہیں ہوتا۔ اور اہلِ دُنیا کا نفس اَمّارہ وجود میں موجبِ انانیت ہے جو خصلتِ فرعونی، بُخلِ

---

[1] حضرت سلطان صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے یہاں علم کیمیائے اکسیر اور علم کیمیائے تکسیر سے حاصل ہونے والے دیگر مقاصد کا موازنہ حقیقی مقصد یعنی معرفتِ خداوندی سے کیا ہے۔ اگر طالب ان ہر دو علوم سے حاصل ہونے والے دیگر فوائد پر اکتفا کر لے اور صبر کر بیٹھے اور اصلی مقصد یعنی معرفتِ خدا سے خود کو محروم کر لے تو گویا اس کے لیے مذکورہ علوم گمراہی کا باعث بن گئے۔

قارونی، شامتِ شدّادی اور ذلّت وفتنۂ نمرودی سے خالی نہیں ہو پاتا۔ مرشد کامل وہ ہے کہ مرتبۂ طلب سے طالب کے جملہ مطالب کھول دے اور دکھا دے، یونہی منصبِ محبت سے اہلِ محبت کو معرفت اور مشاہدۂ حضور کھول دے اور دکھا دے۔ اور اسی طرح ملکِ شوقِ عنایت سے اہلِ شوق کو عین کشا کر دے اور عین لعین دکھا دے۔ بنابریں یہ تین مراتب حاصل ہوتے ہیں۔ اوّل مرتبہ فنافی الشیخ ہے کہ جب صورتِ شیخ نظر میں سما جاتی ہے تو جس طرف نظر کرتا ہے مراتبِ شیخ دکھائی دیتے ہیں۔ دوم مرتبہ فنافی الرسول صلّے اللہ علیہ وسلّم ہے کہ جب اسمِ محمد رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم تصوّر میں آجاتا ہے تو وجودِ اہلِ تصوّر سے ماسوی اللہ خارج ہو جاتے ہیں اور وہ جدھر نظر کرتا ہے اسے مجلسِ محمدی صلّی اللہ علیہ وسلّم نظر آتی ہے۔ اس قسم کا باحیا اور باادب طالب عاشق محمد صلّے اللہ علیہ وسلّم اور معشوقِ خدا ہوتا ہے۔ سوم مرتبہ فنافی اللہ ہے کہ جب کسی کو اسمِ اللہ ذات پکڑ لیتا ہے تو اس کا نفس مطلق مرجاتا ہے۔ پھر وہ جدھر نظر کرتا ہے بے شمار غیر مخلوق تجلیاتِ اسم اللہ ذات سے مشرف ہوتا ہے جسے لامکان کہتے ہیں۔ لہٰذا اللہ تعالےٰ غیر مخلوق کو مقاماتِ مخلوق یعنی ازل، اَبد، دنیا، عقبیٰ اور بہشت وغیرہ سے تشبیہہ دینا موجب کفر و شرک ہے۔ لہٰذا مومنین اور عشّاق کو کیسے وصل و دیدار ہوتا ہے؟ وہ بجثّۂ نور اور بجثّۂ روحِ مقبولِ رحمت لامکان میں آجاتے ہیں اور بوقتِ دیدار جگہ اور مکان مثلِ ٹھوس جگہ و مکان نہیں ہوتا۔ عاشقِ نظّار بوجہ دیدار مستی میں ہوشیار، اپنی اَنا اور ہستی سے بیزار جس قدر بھی دیدار سے ہم کنار ہوتا ہے اسیر نہیں ہوتا اور "وَ هَلْ مِنْ مَّزِيْد" کا طلبگار رہتا ہے۔ یہ ہیں مراتب معرفتِ توحید، تجرید، تفرید، عین نما، عین بقا اور عین لقا کے یعنی حاصل کرنا حضوری قربِ خدا۔ جو مرشد اس توفیق کا حامل ہو اس کے لیے مرید بنانا روا ہے اور جو یہ راہ نہیں جانتا، اس کے لیے مرید بنانا خطا ہے۔

ابیات

ذکر ہے اِک شوق بخشے حق لقا ‏ ‏ ‏ اور کر دے ذاکروں کو باخدا
ذکر ہے اِک نور بخشے حق حضور ‏ ‏ ‏ جس سے ہیں محروم ذاکر بے شعور
ذکر سے ذاکر بنے صاحبِ نظر ‏ ‏ ‏ بے نظر ہیں ذاکرانِ گاؤ خر

زندہ ہیں ذاکر بمعِ حق دوام ‏ ‏ ‏ اور ہم صحبت پیمبر سے مدام

قال علیہ السلام: "ذِكْرُ اللّٰهِ فَرْضٌ مِنْ قَبْلِ كُلِّ فَرْضٍ۔ ذکر اللہ فرض ہے جسے تمام فرائض پر تقدم حاصل ہے۔ یعنی لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ۔" مرشد کامل وہ ہے کہ خود مقامِ ابتدا میں ہو اور طالبوں کو حاضراتِ اسم اللہ ذات سے مقامِ انتہا میں پہنچاتے۔

وہ نہیں طالب کہ جو ہو بے وصال ‏ ‏ ‏ اور نہیں مرشد جو کرتا ہو سوال

مرشد عین دکھانے والا ہوتا ہے لہٰذا وہ دکھاتا ہے محض کہتا نہیں کہ کہنے اور دکھانے میں فرق ہے۔ سلک و سلوک میں مرشد حاملِ مرتبۂ ممات وہ ہے کہ جو کیفیت جان کنی، حالتِ قبر و لحد، سوالِ منکر نکیر، حشرگاہِ قیامت، پُل صراط پر گزرنا، دخولِ جنّت، حُور و قصور کا نظارہ اور ذائقۂ دیدارِ رب العٰلمین وغیرہ جیسے مراتبِ ممات کو زندگی میں خواب یا مراقبہ میں یا عیاں طور پر یا علمِ قطعی کے ذریعے دلیل سے یا بذریعہ حاضرات یا بذریعہ ناظرات مشاہدات جمعیت باجمال بخش دے۔ پس معلوم ہُوا کہ ایسا مرشد کامل ہے جبکہ کچھ دیکھے بغیر مُرشد پر یقین لانا طالبِ خام کا کام ہے۔ جو مرشد طالب کو ان تمام مقامات تک نہ پہنچائے وہ نامرد ناتمام ہے۔

جان لے کہ کامل مرشد اور اُستاد پیر طالب مرید یا شاگرد کو بذریعہ حاضراتِ اسم اللہ ذات، ایک ساعت میں حضور میں داخل کرا دیتا ہے اور جملہ مطالب و گنج تصرف حاصل کرا دیتا ہے یا یہ مراتب وہ بخش سکتا ہے جو کلمہ طیب لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ کنہ کن فیکون سے پڑھتا ہے، ایسا کلمہ طیّب پڑھنے والا عالم اولیاء فاضل فقیر ہوتا ہے۔ کلمہ طیّب ہر علم کی کلید ہے۔ جس قفل میں ڈالو اس سے کھل جاتا ہے اور علم و علوم وا ہو جاتے ہیں کیونکہ کلمہ طیّب اُم العلوم ہے اور معرفت قرب اللہ توحید حیّ قیّوم بخشنے والا ہے۔ جو کوئی علم حی قیّوم پڑھ لیتا ہے اسے علم رسم رسوم کی حاجت نہیں رہتی۔ پس جو کوئی ایسے کلمہ پڑھنے والے کو جاہل کہے، وہ خود مجہول، احمق اور نامعقول ہے۔ مرشد کامل کی نظر میں طالب عالم و جاہل برابر ہوتے ہیں۔ کلمہ طیّب کے چوبیس حروف ہیں اور ہر حرف میں علم و حکمت کے ہزاروں گنج پوشیدہ ہیں جنہیں مرشد کامل توجہ سے کلمۂ طیب سے کھول دیتا ہے۔ نیز ہر علم جو کلمۂ طیب سے ثابت ہو وہ حق سے ہے اور

حق کے ساتھ ہے۔ جان لے کہ مرشد کامل کی نظر میں طالب جاہل اور بے نصیب برابر ہے اس لیے کہ سب کلمہ طیب پڑھنے والے ہیں۔ مرشد کامل مرید ولی اللہ کو ہر نصیب جنابِ حبیبِ خدا (صلی اللہ علیہ وسلم) سے بذریعہ کلمہ طیب دکھا دیتا ہے اور ہر نصیب بذریعہ کلمہ طیب دلا دیتا ہے اور حاضراتِ کلمہ طیب سے حضور میں پہنچا دیتا ہے پھر اسے جمعیت اور نصیب کی احتیاج بھی نہیں رہتی۔ سو معلوم ہوا کہ جاہل بے نصیب اور بے معرفت کافر ہے۔ قولہٗ تعالےٰ:

" ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ مَوْلَى الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَاَنَّ الْكٰفِرِيْنَ لَا مَوْلٰى لَهُمْ۔ یعنی یہ اس واسطے کہ اللہ مولیٰ ہے ان لوگوں کا جو ایمان لائے، اور جو کافر ہیں ان کا کوئی مولا نہیں۔"

سُن! عامل کامل وہ ہے کہ جو ہر اسم سے بذریعہ حاضراتِ حبسِ دم اہلِ اسم کو حضور کرائے اور ہمکلام بنائے تاکہ طالب کے دل میں کوئی آرزو اور غم نہ رہے۔ یہ ہے اسماء الٰہی سے بذریعہ حاضراتِ حبسِ دم بحضور غرق فنا فی اللہ نور ہونا اور اسمِ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بذریعہ حاضراتِ حبسِ دم مجلسِ محمدی صلے اللہ علیہ وسلم میں حاضری کی جاتی ہے اور جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ وسلم سے تلقین و ہدایت ملتی ہے۔ اسی طرح حاضراتِ اسم حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ، اسم حضرت عمر ابن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ، اسم حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ، اسمِ حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ، اسمِ حضرت امام حسن اور امام حسین رضی اللہ تعالےٰ عنہما، اسمِ حضرت شاہ محی الدین قدس اللہ تعالےٰ سرہ العزیز، اسمِ حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ، اسمِ حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ، اسمِ حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ اسمِ حضرت امام حنبل رحمۃ اللہ علیہ سے ان کے حضور حاضر ہوا جاتا ہے۔ یونہی اسماء انبیاء و اولیاءؑ سے بذریعہ حبسِ دم اُن کی ارواح سے ملاقات اور ان کی حاضرات کی جاتی ہے۔ اسی طرح چہل ابدال، غوث و قطب، درویشانِ حیات ممات اور جملہ فرشتگان سے مُلاقات کی جاسکتی ہے اور انہیں حاضر کیا جاسکتا ہے۔ جبرائیل علیہ السلام کو حاضر کرکے بذریعہ پیغام و الہام علم دال حاصل کیا جاتا ہے کہ علمِ دال آیات و احادیث پر دلالت کرتا ہے۔ اسی طریقہ پر حضرت میکائیل علیہ السلام سے بارانِ رحمت کا وعدہ لیا جاتا ہے۔ حضرت اسرافیل علیہ السلام سے بذریعہ حبسِ دم کسی ملک کی ویرانی چاہے تو نفخ صور اسرافیل علیہ السلام سے اسی دم ملک ویران ہو جاتا ہے اور

تاقیامت آباد نہیں ہوتا ہے۔ یُونہی صاحبِ دم بذریعہ حبسِ دم، دم بادم، دہن بادہن، لب بالب تصور کے ذریعے عزرائیل علیہ السلام سے ہمدم ہو جاتا ہے۔ پھر جو کوئی اس غضب، جذب اور جلالیت میں در آئے تو حضرت عزرائیل سے دم لے کر اور دمِ دشمن کو اپنے دم میں لاکر ایسی سختی کرتا ہے اور حبسِ تنگ سے نفس کو پکڑتا ہے کہ یکدم بے جان ہو کر مُردہ ہو جاتا ہے۔ علاوہ ازیں اپنے نفس کی حاضرات سے دُوسروں کے نفوس سے ہم سخن و ملاقی ہو کر ان کے احوال معلوم کرتا ہے۔ یہ مراتب "مَنْ عَرَفَ نَفْسَهٗ" کے ہیں۔ یونہی صورتِ قلب سے ملاقات کرکے "مَنْ عَرَفَ قَلْبَهٗ" اور صورتِ جثۂ رُوح سے ملاقات کرکے "مَنْ عَرَفَ رُوْحَهٗ" جبکہ رُوح امر سے ہے اور جثۂ سر سے ملاقات کرکے "مَنْ عَرَفَ سِرَّهٗ" اور جثۂ توفیقِ الٰہی نور سے ملاقات کرکے "مَنْ عَرَفَ نُوْرَهٗ" اور جثۂ علمِ ہدایت سے ملاقات کرکے "مَنْ عَرَفَ هِدَايَتَ الْحَقِّ" سے ہمکنار ہوا جاسکتا ہے اسی طرح حاضراتِ جثۂ شیطان سے شیطان لعین کو دفع کیا جاتا ہے اور دنیا کو اپنے سامنے حاضر کرکے غلام کیا جاتا ہے۔ اور اسی طور پر ہژدہ ہزار عالم کُل مخلوقات کا تماشا کیا جاتا ہے جو مرشد اس علم حاضرات کی تعلیم نہیں دیتا اس کا طالب ہرگز یقین و تلقین سے بہرہ مند نہیں ہو پاتا اور وہ دین سے بے یقین ہو جاتا ہے جبکہ بے دین مصاحبِ شیطان اور اسیرِ نفس لعین ہوتا ہے۔

بیت

مرد پہنچا دیتا ہے تا ہر مقام مرشدِ نامرد طالب زر تمام

طالب مطلوب کو چاہنے والا ہو، مرشد محبوب ہو، عالم استاد بے طمع اور فقیر اولیا باخدا بے کبر دہوا ہو۔ توکّل اسے کہتے ہیں کہ جملہ تصرّفِ گنج اپنی ملکیت میں رکھتا ہو اور اس سے مسلمانوں کو نفع پہنچائے جبکہ خود تارک فارغ ہو اور اگر اس بیت کے مصداق ہے تو متوکّل نہیں

بیت

گر ہاتھ سے ہے دُور تو مکّارہ پارسا ہے جو فقر اضطراری کا حامل ہے بے حیا ہے

روشن ضمیر خلق کے ملنے سے کیوں ڈرے دریا نہ مُشتِ خاک سے گدلا ہوا کرے

شرحِ علمِ دعوت

عاملِ دعوت پڑھنے والا ان اقوال کی مصداق ہوتا ہے:
" اُقْتُلُوا الْمُؤْذِيَاتِ قَبْلَ الْاِيْذَاءِ یعنی موذیات کو ایذا رسانی سے قبل قتل کر دینا چاہیے"۔ اَلْمُلْكُ لِمَنْ غَلَبَ وَ الْمَالُ لِمَنْ طَلَبَ وَ السَّيْفُ لِمَنْ ضَرَبَ۔ یعنی ملک اس کا ہے جو غالب ہو جائے، اور مال اس کا ہے جو طلب کرے اور تلوار اس کی ہے جو چلائے"۔

اگر ایک طرف لاکھ یا کروڑ افراد پر مشتمل سوار اور پیادہ لشکر جمع ہو اور ایک طرف محض ایک عالمِ علمِ دعوت ہو تو اس کے وِرد و وظائف کے شروع کرتے ہی ہر سوار اور پیادہ پر مؤکل فرشتہ غیب الغیب مقرر ہو جاتا ہے جو اہلِ لشکر کی آنکھوں پر ہاتھ رکھ کر تمام کو اندھا اور کور کر دیتے ہیں یا انھیں مجنون اور دیوانہ کر دیتے ہیں اور وہ اپنے کپڑوں کو پھاڑ کر زمین پر گدھوں کی مانند لوٹنے لگ جاتے ہیں یا یوں دِل ہار بیٹھتے ہیں کہ کسی کو شمشیر زنی کی ہمت نہیں رہتی۔ علاوہ ازیں اگر عالمِ دعوت تصورِ چشم یا جذبِ چشم سے کسی منافق اور اولیاء اللہ فقراء کے دشمن کی آنکھوں کا نور کھینچ ڈالے تو اندھا ہو کر ہلاک ہو جائے گا۔ یا با توجہ حضور سر تا قدم دشمن کے جملہ اعضائے وجود کو پکڑ کر خشک کر کے ہلاکت و موت کے گھاٹ اتار دیتا ہے یا غضب اور جذبِ جلالیت سے تصور کے ذریعے جگر پر تیغِ توجہ چلاتا ہے کہ وہ تمام عمر بیمار رہتا ہے اور ہرگز صحت یاب نہیں ہوتا۔ عارفانِ خدا اولیاء ایسے ہتھیاروں سے لیس ہوتے ہیں۔

بیت

سینہ صافاں پر نہ ہنس اس فعل سے ہشیار رہ　　　آئینے پہ جو ہنسے، ہنستا ہے اپنے آپ پر

علمِ دعوت کا عامل، صاحبِ تصور، حاملِ توفیقِ کامل، حق کا رفیق اور تحقیق میں مکمل، بوجھ اٹھانے والا اور متحمل گاہے جلال میں اور گاہے جمال وصال میں ہوتا ہے۔ جان لے کہ طالب اللہ کے وجود میں سر سے ناف تک ستر ایسے مقامات ہیں جنہیں مشقِ تفکر مرقوم سے اور نفس کی مخالفت کر کے زندہ کیا جاتا ہے۔ پھر ان سے توحید، معرفت اللہ اور قرب اللہ دیدار کی تجلیات، شعلۂ انوار صبح و شام مدام حاصل ہوتی ہیں جن سے دس مقامات دماغ میں

پانچ پانچ ہر ایک آنکھ میں، دس ہر دو کانوں میں، ایک زبان پر، پانچ سینے میں، پانچ قلب میں دل کے گرد، دس ہر دو پہلو میں اور پانچ ناف میں ہوتے ہیں نفس کی گردن اخلاص سے مارنا مراتبِ حضورِ خاص میں سے ہے اور یہی جمعیت ہے۔ اس مشقِ وجودیہ میں ابتدائی مقام لی مع اللہ اور انتہائی مقام فنا فی اللہ ہے۔ اور ہر عضو میں لطیفۂ غیب الغیب نور کشا اور حضور نما ہو جاتا ہے اور اس حضوریت میں عقلِ کل سے جواب با صواب کا شعور حاصل ہو جاتا ہے۔

بیت

فرشتہ رکھتا ہے گر قربِ درگاہ　　　نہیں پاتا مقامِ لی مع اللہ

صاحبِ تصور کے دو مراتب ہیں: " وَتَوَاصَوْا بِالْحَقِّ وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ یعنی ایک دوسرے کو حق کی اور ایک دوسرے کو صبر کی وصیت کرو"۔ جو حضوری میں رویتِ حق سے ہمکنار ہو جاتا ہے وہ اس پر صبر اور سکوت کرتا ہے۔ قَالَ علیہ السّلام: " مَنْ عَرَفَ رَبَّهٗ فَقَدْ كَلَّ لِسَانُهٗ یعنی جس نے اپنے رب کو پہچانا اس کی زبان گونگی ہو گئی۔

بیت

آنکھ کھول اور کر لے دیدارِ خُدا　　　بالیقین واضح دکھائے دل صفا

ان اسماء کی برکت سے لقاء خداوندی برحق ہے یعنی تصورِ اسم اللہ سے، تصرفِ اسم لِلّٰہ سے، توجہِ اسمِ لہٗ سے، تفکرِ اسمِ ھُو سے، با جمیعت تصورِ اسمِ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے، تصور مشاہدۂ اسمِ فقر سے، فیض و فضل اور رحمت جو اسم مع اللہ سے عطا ہوتی ہے۔ اس سے بندہ مشرفِ رویت و لقاء خدا ہوتا ہے۔